ملنے کا پتہ

ورمن کمپنی لاہور

بالشوزم
المعروف
انقلاب روس
مؤلفہ
مہتہ آنند کشور صاحب
حسب فرمائش
ورمن اینڈ کمپنی تاجران کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور
دوسری بار
۱۹۳۲ء

شکریہ

میری بے حد مصروفیت کی وجہ سے فی الحقیقت
یہ کتاب ابھی بہت عرصہ تک تیار نہ ہو سکتی۔ اگر
میرے عزیز دوست لالہ شنامداس صاحب
اس کام کو اپنے ہاتھوں میں نہ لے لیتے بلکہ
یہ کتاب قریباً آپ کی ہی محنت کا نتیجہ ہے۔
اس لئے میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آنند کشور مہتہ
لاہور ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۲ء

دیباچہ

روس میں جس طرح زار کی حکومت کا خاتمہ اور موجودہ گورنمنٹ کا نفاذ ہوا ہے۔ وہ شاید اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ فرانس میں بھی انقلاب ہوا تھا۔ مگر اس میں ملک کی ہی ایک پارٹی نے دوسری پارٹی کے آدمیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا تھا۔ روس کا انقلاب ایک حیرت انگیز انقلاب ہے۔ ایسے نازک وقت اور موقع پر جب جرمنی تمام ملک روس کو پامال کرنے کو تیار تھا۔ زار کو تخت سے اتار دینا اور نہ صرف اندرونی معاملات کو سنبھال لینا۔ بلکہ بیرونی حملوں کی بھی کامیابی کے ساتھ مدافعت کرنا ایک حیرت انگیز کارنامہ اور سبق آموز نظارہ ہے جسے کہ بہت حد تک روس کی شان کو شاندار اور بلند کرتا ہے۔

سب سے پہلی بات جو روس کی تاریخ کو پڑھ کر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ بیرونی جبر و تشدد سے ایک خاص موقع کے لئے زبان بند ہو جاتی ہے۔ مگر خیالات تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اور چونکہ زبان خیالات کے اظہار کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے جب بیرونی دباؤ کم ہونے لگتا ہے۔ تو اسی وقت خیالات کا اظہار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ اظہار بھی پہلے کی نسبت قدرتی طور پر زیادہ زور کے ساتھ ہوتا ہے۔ زار روس

نے محبان ملک کو مار مار کر اور قید اور جلا وطن کر کے صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہا
گر شہیدوں کی مٹی میں بھی ایک خاص تاثیر ہوتی ہے۔ اور شہیدوں کا
خون رنگ لائے بغیر نہیں رہتا۔ ایک کے مرنے پر دس اور پیدا ہو جاتے
ہیں۔ جس طرح آگ میں پڑ کر سونا کندن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دیش کے
پیارے دکھ اُٹھا اٹھا کر زیادہ بردبار اور زیادہ جانثار ہو جاتے ہیں۔
جس طرح چوٹ کھا کھا کر لوہا فولاد بن جاتا ہے۔ اسی طرح جن کو اپنی
قوم اور آزادی کا عشق ہوتا ہے۔ وہ بھی زیادہ سخت اور زیادہ جفاکش
ہو جاتے ہیں +

زار روس کی زندگی دنیا کے مطلق العنان اور جابر حکمرانوں کے
لئے ایک سبق آموز زندگی ہے۔ زار روس کا انجام ایک نہایت
رقت انگیز انجام ہے۔ جس شخص کے حکم سے کروڑوں بندگان خدا
بید کی طرح کانپا کرتے تھے۔ اس کا بے بسی کی حالت میں چند
سپاہیوں کے سامنے قیدی کی حیثیت میں گردن ڈالے بیٹھے ہونا
حد درجہ کا سبق آموز اور عبرت ناک منظر ہے۔ حقیقت میں بادشاہ
اس وقت ہی بادشاہ ہوتا ہے۔ جب اس کا اپنی پرجا کے دل پر راج
ہو۔ لیکن جب رعایا کے دل سے برگشتہ ہو جاویں۔ تو پھر اس کے
راج کی چنداں عزت وقعت نہیں رہتی۔ وہ بطور ایک انسان کے
دوسرے انسانوں سے کمزور اور اخلاقی و ذہنی طور پر شاید ان سے
بھی زیادہ گرا ہؤا ہوتا ہے۔ جن بادشاہوں کی طاقت اپنی رعایا کی محبت

اور پریم پر مبنی نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقت کا مدار اپنی فوج پر سمجھا کرتے ہیں۔ اور جو حکمران جسمانی زور اور طاقت کے استعمال سے یا دوسرے الفاظ میں بزور شمشیر حکمرانی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے ناپاک اصولوں کی تعمیل اور تکمیل کے لئے ایسے غدار تلاش کرتے ہیں۔ جو اپنا جسم اور اپنی ضمیر چند پیسوں کے لئے فروخت کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ان کا نظام سلطنت ہمیشہ نامکمل رہتا ہے۔ اور اس میں ضمیر پرستوں کو جگہ نہیں مل سکتی۔ اور نہ ہی خدا پرست انصاف چاہنے والے یا دردمند دل رکھنے والے ایسے نظام سلطنت میں حصّہ لینا چاہتے ہی ہیں۔ اس لئے اس قسم کی سلطنتوں کا خاتمہ اس وقت ہو جاتا ہے جب شاہی فوج میں اپنے اہل وطن کیلئے ہمدردی اور شاہی مظالم کے برخلاف نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ ملک کا دل پہلے ہی برگشتہ ہوتا ہے۔ فوج کے برخلاف ہوتے ہی تمام سلطنت کے اندر ایک قسم کا انقلاب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

● چنانچہ روس میں ایسا ہی ہوا۔ بھوک نے غریبوں کو ستایا ہوا تھا اگرچہ سپاہی بذات خود ایسے بھوکے نہ تھے۔ مگر ان کے اپنے رشتہ دار بھوک سے مر رہے تھے۔ قدرتی طور پر ان کے دکھ کو محسوس کرنا پڑتا تھا۔ جس وقت پیٹروگراڈ میں ہزارہا آدمی بھوک کے مارے جمع ہوئے۔ اور ایک عورت نے ہاتھ جوڑ کر ایک سپاہی کو کہا۔ بھائی ہم بھوکے ہیں۔ تو اس سپاہی نے جس کے دل میں قوم

کا درد بھرا ہوا تھا۔ جواب دیا کہ ہم بھی بھوکے ہیں۔ بس یہ ایک اشارہ تھا جو اس فوج کی طرف سے رعایا کو ملا تھا۔ جس وقت افسروں نے سپاہیوں کو ان بھوکے آدمیوں پر گولی چلانے کا حکم دیا تو انہوں نے یا آسمان کی طرف یا زمین کی طرف گولیاں چلائیں۔ اور جب ایک افسر نے سپاہی کے ہاتھ سے بندوق لیکر اس کو نشانہ اجل کر دیا۔ تو تمام فوج میں آگ سی بھڑک اٹھی۔ پھر جب کسی افسر نے غریب رعایا پر جو صرف کھانے کے واسطے روٹی مانگتی تھی۔ گولی چلانے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے حکم دینے والے افسر کو مار ڈالا۔ اور آپ کھلمکھلا پرجا میں مل گئے۔ اس طرح ایک ہفتہ کے اندر تمام فوج رعایا کے ساتھ شامل ہوگئی تھی کہ زار روس کو تخت چھوڑنا پڑا اتنا بڑا انقلاب بغیر خون کے ایک معنی خیز انقلاب ہے +

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ کہ اس انقلاب عظیم میں آپہمیں کشت و خون بالکل نہ ہوا۔ کئی دفعہ ایسے نازک موقع آئے۔ جن میں یہ خیال ہوتا تھا۔ کہ اب اندرونی جنگ کا ہونا لازمی ہے۔ مگر جنگ بالکل نہ ہوئی۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا۔ کہ جو آدمی انقلاب پیدا کرنے والے تھے۔ ان کو ذاتی مفاد کا ہرگز ہرگز خیال نہ تھا۔ اس کے علاوہ قربانی کی وہ زندہ مثال تھے۔ اس لئے جہاں یہ سوال آیا کہ وہ اپنے عہدوں کی پیروی کریں۔ یا ملک کی آواز کی۔ اپنے پربیج کا خیال کریں۔ یا ملک کی بہبودی کا۔ تو [illegible] کے حق میں فیصلہ کیا۔ اور اپنے مفاد و

اغراض اور اپنے خیالات اور اپنی عزت کو ملک کی بہتری پر قربان کر دیا۔
انقلاب کے پیدا ہوتے ہی وہ تمام محبانِ ملک جو جیلخانوں میں پڑے
سڑ رہے۔ یا سائیبریا میں جلاوطن تھے۔ آزاد کر دئے گئے۔ اور انہوں
نے آتے ہی مختلف دیش سیوا کے کام سمبھال لئے۔

شروع شروع میں اوڈزن نے جو ڈوما کا پریذیڈنٹ تھا۔ اپنی یہ
خواہش ظاہر کی کہ سلطنت میں انقلاب پیدا نہ ہو۔ بلکہ زار روس کو تخت
سے اتار کر گرانڈ ڈیوک نکولس کو جو زار روس کا چچا تھا زار بنایا جاوے
اور اس کے اختیارات محدود کر دئے جاویں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور زار
نے گرانڈ ڈیوک نکولس کے نام تخت سے دست برداری لکھ دی۔
مگر ملک نے اس بات کو مناسب نہ سمجھا۔ ملک زار کے نام سے اور
بادشاہت کے نظام سے تنگ آیا ہوا تھا۔ اور جمہوری سلطنت کا
طالب تھا۔ اس لئے پریذیڈنٹ ڈوما بجائے اس کے کہ زار کی حمایت
کرتا اور تشدد کی پالیسی پر کاربند ہوتا۔ اس نے خود ہی پیچھے ہٹنا
مناسب سمجھا۔ اور گرانڈ ڈیوک نکولس کو بھی تخت سے دست بردار
ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا +

اس کے بعد جس شخص کا ستارہ عروج پر آیا وہ کرنسکی تھا۔ یہ
جنگ کو جاری رکھنے کا حامی تھا۔ مگر لینن اور ٹراٹسکی یہ چاہتے تھے
کہ جس طرح بھی ہو صلح کر لی جاوے اور جنگ کا خاتمہ ہو جاوے۔
اس وقت کرنسکی کا ملک پر بڑا رسوخ تھا۔ وہ بڑا فصیح البیان تھا۔

اور لاکھوں آدمیوں کے دل ایک تقریر سے اپنے ہاتھوں میں لے آتا تھا۔ اگر یہ اپنی ضد پر اڑ جاتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ ملک میں اندرونی جنگ شروع ہو جاتی۔ مگر عوام کی آواز کا پاس کر کے یہ شخص بھی پیچھے ہٹ گیا۔ اور کسانوں اور سپاہیوں کی پنچایت جس کو سوویٹ کہا جاتا ہے کے ہاتھ میں ملک کا انتظام سپرد کر دیا۔ اس طرح روس کی باگ ڈور لینن اور ٹراٹسکی کے ہاتھ آ گئی۔ اور روس بالشوزم کا پیرو بن گیا۔ لینن نے جس مساوات اور ایکتا کا راج ملک میں جاری کیا۔ اس کا مفصل حال اس کتاب کے آئندہ اوراق میں مفصل بیان کیا جاویگا۔ بالشویک اصولوں اور اس تحریک پر پوری پوری روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاوے گی +

آنند کشور مہتہ

رُوس کی پہلی حالت

بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ رُوس میں بالشوک تحریک یک لخت ہی پیدا ہوگئی۔ اور آن کی آن میں سارا رُوس بالشوک بن گیا۔ مگر یہ خیال کرنا سخت غلطی ہے۔ کیونکہ دُنیا میں جھٹ پٹ کچھ بھی نہیں ہوا کرتا کوئی بھی کام بغیر وجوہات ظہور پذیر نہیں ہوا کرتا۔ قانون قدرت نے کبھی ایسا ہونے کی اجازت نہیں دی۔ جو باتیں ہمیں اچانک ہوتی نظر آتی ہیں۔ اگر دُوربین آنکھ سے دیکھا جاوے تو اُن کے بھی باریک باریک بیج نظر آجاویں گے۔

مارچ ۱۹۱۷ء کو ایک دن صبح اٹھتے ہی جب دُنیا نے سُنا کہ رُوس میں انقلاب ہوگیا ہے۔ زار تخت سے علیٰحدہ ہوگیا۔ اور ایک شخصی حکومت کے کھنڈرات سے جمہوریت کا آفتاب طلوع ہوگیا ہے۔ تو دنیا کی آنکھیں اس یکدم روشنی کو دیکھکر چندھیا گئیں لوگ حیران تھے۔ کہ ابھی یہ اچانک ہی دنیا کیسے بدل گئی۔ زار رُوس جیسی زبردست شخصیت کیسے تخت سے علیٰحدہ ہوگئی۔ یہ اچانک انقلاب کیسے ظہور میں آیا۔ سارا عالم بھوچکا سا رہ گیا۔ جب سُنا کہ رُوس کا تخت زار کے ہاتھوں سے نکل کر بالشوکوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ جنگ یورپ سے پہلے اس فرقے کا رُوس کے باہر کوئی نام

تک بھی نہ جانتا تھا۔ لیکن تین چار سال کے عرصے میں اسکی طاقت اس قدر زبردست ہوگئی کہ انگلینڈ فرانس وغیرہ زبردست ممالک بھی اس سے خوف کھانے لگے ہیں۔ آج سے کوئی چار پانچ سال پہلے جب پہلے ہی پہلے روس کی عنان حکومت اُن کے ہاتھ لگی تو سب مغربی ممالک دعوے سے کہتے تھے۔ کہ یہ طاقت چندروز کی مہمان ہے۔ لیکن آج انکی طاقت بجائے زوال پذیر ہونے کے دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ انگریز اور دوسرے مہذب ممالک کے بادشاہ ان کو ڈاکوؤں اور قاتلوں کی حکومت کہتے تھے۔ مگر آج جینوا میں جو یورپ کی تمام طاقتوں کی متحدہ کانفرنس ہونے والی ہے۔ وہ ان قاتلوں اور سفاکوں کے بغیر شوبھا نہیں پا سکتی۔ اور اس میں شمولیت کے واسطے فرانس اور انگلینڈ کو بالشویکوں کی خدمت میں درخواست کرنی پڑی ہے۔ پرماتما کی قدرت بھی کیسی عجیب ہے۔
سکندر اعظم کی عدالت میں جب ایک ڈاکو بحیثیت ملزم پیش کیا گیا۔ اور بادشاہ نے اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کا حکم دیا۔ تو اس ڈاکو نے (جو سچائی کا اظہار کرنے سے بالکل نہ جھجکا) جو دلیرانہ جواب دیا وہ یہ تھا کہ میں اپنے آپ میں اور تجھ میں کوئی فرق نہیں دیکھتا۔ اگر فرق ہے تو صرف یہ تو بڑا ڈاکو ہے۔ اور میں چھوٹا ڈاکو۔ تو آج دُنیا کو لوٹنے میں کامیاب ہے۔ اور میں ناکامیاب۔ تو دُنیا کے بہت بڑے حصے کو لوٹ سکتا ہے۔ اور میں معمولی اپنے چھوٹے سے علاقہ میں ہی اپنے گذارہ

کیلئے ہاتھ پاؤں مار سکتا ہوں۔ اگر میں بھی تجھ جیسا بڑا ڈاکو ہوتا تو آج تُو میری عدالت میں میری طرح ملزم بن کے کھڑا ہوتا۔ سکندر یہ جواب سُنکر بہت خوش ہؤا۔ اور اُس ڈاکو کو جاگیر عطا کردی۔ اسی طرح جب تک بالشویک ناکامیاب تھے۔ یا ان کی کامیابی بالکل محدود اور مخدوش تھی۔ وہ قاتل اور ڈاکو تھے۔ مگر آج جبکہ وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ تو ایک مہذب سلطنت کے نمائندہ کی حیثیت سے جینیوا کانفرنس اُن کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ مگر سُلطان ٹرکی کی حالت ذرا خراب ہے۔ اور مہذب لوگوں نے اُس کے ملک کو لُوٹ کھسُوٹ لیا ہے۔ اس لئے وُہ جینیوا کانفرنس میں بیٹھنے کے لائق نہیں رہا۔ بس آجکل کی تہذیب کا یہی معیار ہے۔ جس پر فرنگی پھُولے نہیں سماتے۔ اور دنیا میں تہذیب کا نام لے کر مظالم ڈھا رہے ہیں۔

● پیشتر اس کے بالشویک پنتھ کا حال لکھا جاوے۔ یہ جاننا نہایت ضروری ہے۔ کہ وُہ کونسے اسباب تھے جن سے بالشوزم کا جنم ہؤا۔ یعنی رُوس کی ایسی کونسی حالت تھی۔ جس نے بالشویک پیدا کئے۔ اور اس قدر قلیل عرصے میں اس قدر ترقی کر گئے ہیں۔ کہ آج ساری دنیا اُن کی طاقت کا لوہا مان رہی ہے۔ بڑے بڑے مغرور اور طاقتور بادشاہ بھی ان سے عہدنامے کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اور یورپ کی سب سے بڑی شاہی کانفرنس (جینیوا کانفرنس) اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک بالشویک اس کو اپنے قدموں سے پوتر

نہ کریں۔

گو ہر ایک ملک کی بیداری کے اسباب اور کارن الگ الگ ہوتے ہیں مگر پھر بھی عام طور پر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہی ہوتے ہیں۔ عام طور پر جب ظلم و جبر حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ یا آس پاس کے ملک ترقی کے میدان میں قدم اٹھانے لگتے ہیں۔ تو ان کا اثر ہر ایک ہمسایہ ملک پر ہونا قدرتی ہے۔ مگر نوکر شاہی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی ہے اس تحریک کو سختی سے دبانے کی کوشش کرتی ہے اور طرح طرح کی رکاوٹیں حائل کرتی ہے۔ لیڈروں کو سخت سزائیں دی جاتی ہیں شروع شروع میں تو اس کی یہ چال کچھ کامیاب نظر آتی ہیں۔ مگر جب بیداری کی آگ ایک دفعہ روشن ہو گئی۔ تو اس کا بجھانا ناممکنات سے ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ سختی کی وجہ سے یہ آگ کچھ عرصہ کے واسطے دب جاوے۔ مگر اندر ہی اندر آگ سلگتی رہتی ہے۔ اور جب شعلے بھڑکتے ہیں تو آگے سے بہت زیادہ زور کیساتھ۔ کبھی کبھی نوکر شاہی بھی زیادہ ظلم کرنے سے گھبراتی ہے۔ کہ مبادا دوسرے ممالک کو اس کے مظالم کی داستانیں معلوم ہونے پر ان کی نظریں بھی گر نہ جاویں سو ہی چکر کچھ مدت چلکر اُدھر سختی ادھر نرمی سے پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو لیڈر دل کے کمزور ہوتے ہیں۔ اُن کو لالچ سے پھسلایا جاتا ہے۔ سزا کی دھمکیوں سے ڈرایا جاتا ہے۔ اور کئی قسم کی چالیں چلکر آپس میں لڑانے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ جبر کی نسبت یہ طریقہ زیادہ دیر تک کارآمد ثابت ہوتا ہے۔ اور کام دیتا ہے۔ ادھر ساتھ کچھ حقوق اور رعائتیں دے کر اُن لوگوں کو جو تھوڑی چیز سے خوش ہو جانے والے ہوتے ہیں، شانت کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس کے تھوڑے عرصہ بعد یہ چالیں بھی ناکامیاب ہو جاتی ہیں ملک میں ترقی کی لہر زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑنے لگتی ہے۔ یہاں تک کہ فوج اور پولیس جس کے گھمنڈ پر نوکر شاہی رعایا پر جور و جبر کرتی ہے۔ وُہ بھی اپنے بھائیوں پر ظلم کرنے سے انکار کر دیتی ہیں۔ اور تخت نوکر شاہی کے ہاتھ سے نکل کر جمہور کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ مگر یہ کام یک لخت ایک ہی دن میں نہیں ہو جاتا۔ بلکہ آہستہ آہستہ ایک لمبے عرصے میں ترقی ہو کر آزادی نصیب ہوتی ہے +

یہی حال رُوس میں بھی ہوُا۔ جب نپولین پر سارے یوُرپ نے چڑھائی کی تو رُوس کی فوجیں بھی اس میں شامل تھیں۔ ۱۸۱۵ء میں جب یہ فوج فرانس سے اپنے مُلک کو لوٹی تو فرانس سے یہ بات اُن کو اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی تھی کہ درحقیقت بادشاہ رعایا کا نوکر ہوتا ہے رعایا ہی مُلک کی اصل مالک ہے۔ اور راجہ کو رعایا کے برخلاف چلنے کا کوئی حق نہیں ہے"۔

انہوں نے فرانس سے واپس آتے ہی رُوس میں ان خیالات کی بُنیاد ڈالی۔ مگر چونکہ زار کی حکومت کا رعب لوگوں کے دلوں پر بہت چھایا ہوُا تھا اس لئے ایسے خیالات والے لوگوں کی تعداد زیادہ نہ بڑھ سکی۔ اور

نہ یہ لوگ بھی کھلم کھلا پرچار کر سکتے تھے۔ اس لئے کام اندر ہی اندر ہونے لگا۔ جیسا کہ شروع میں ہر جگہ ہوتا ہے۔ ۱۸۲۵ء میں ایک بلوہ کر دیا۔ مگر عوام نے زار شاہی کے خوف سے ان کا ساتھ نہ دیا۔ حکومت نے لیڈروں کو سزائیں دے کر اس معاملہ کو رفع دفع کر دیا۔

ان سزاؤں سے یہ تحریک مر نہیں گئی۔ بلکہ اندر ہی اندر اس کی جڑیں زیادہ پھیلنے لگیں۔ اس زمانہ میں ہرجن نامی ایک دیش بھگت نے روس سے باہر جا کر ایک ماہواری رسالہ کولوقوم جاری کیا۔ گو روس میں اس کے خریداروں سے سخت سلوک کیا جاتا تھا۔ مگر پھر بھی اس کی ہزارہا کاپیاں ملک میں آتی تھیں۔ اور یہ تعداد ماہ بماہ باوجود سختی کے بڑھتی ہی گئی۔ اور ملک کا زبردست مطالبہ دیکھ کر زار الیگزینڈر نے ۱۸۶۱ء میں کاشتکاروں کو سرکاری اور مالکان زمین کی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اور مالکان زمین کو ایک مقررہ رقم مالکانہ کی شاہی خزانہ سے ادا کر دی اور یہ تجویز کیا۔ کہ کسان لوگ یہ رقم پچاس سالانہ قسطوں میں شاہی خزانہ میں داخل کر دیں۔ مگر روس میں قحط پڑ جانے سے جب لوگ سرکاری مالیہ بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ رقم کہاں سے ادا کرتے۔ اس لئے اس کی وصولی میں بہت دقت پیدا ہوئی۔ اور کسانوں میں نفرت زیادہ پھیل کر لوگ زار کی حکومت سے زیادہ متنفر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۱۸۶۶ء میں ایک نوجوان نے زار کو قتل کر دینے کی کوشش کی۔ زار نے اپنی جان پر حملہ ہوتے دیکھ کر لوگوں پر زیادہ سختی شروع کر دی۔ اور اس بے چینی

کو باہر سے آیا خیال کر کے روس کے جو طالب علم جرمنی۔ فرانس۔
سوئٹزرلینڈ وغیرہ ممالک میں تعلیم پاتے تھے۔ اُن کی واپسی کا اعلان جاری
کر دیا۔ اب کیا تھا۔ بہت سے طالب علم واپس آگئے۔ اور بجائے اپنے
گھروں کو جانے کے دیہات میں چھپ کر قوم پرستی کی تبلیغ واشاعت میں
مشغول ہو گئے۔ اور ساتھ ہی اپنے گذارہ کے واسطے تھوڑی بہت کھیتی
بھی کر لیتے۔ جس سے لوگ دن بدن بیدار ہو کر ظلم سے رہائی پانے
کی تجاویز سوچنے لگے اور بے شمار خفیہ سوسائٹیاں ملک کے ہر حصّہ
میں قائم ہو گئیں۔ آخر کار زار نے اس تحریک کی بیخ کنی کرنے کے لئے
قریب دو ہزار آدمی سائیبریا میں جلا وطن کر دئے ۔

LAND & FREEDOM SOCIETY
آزاد سوسائٹی

اب جو لوگ باقی بچ رہے تھے۔ وہ بھلا کب چپکے بیٹھ سکتے
تھے۔ انہوں نے ایک سوسائٹی قائم کی جس کا نام (زمین اور آزاد جماعت)
"Land and freedom Society" رکھا۔ اور مختلف
طریقوں سے ملک بھر میں کام کرنے لگی۔ اور آہستہ آہستہ اُسکی شاخیں
ملک کے تمام حصوں میں پھیل گئیں۔ مگر اس سے زار نے بجائے

اس کے کہ اپنی پالیسی کو نرم کرتا۔ اپنی جبر کی پالیسی کو اور تیز کر دیا۔
جب مظالم کی رفتار رُکتی نہ دیکھی تو جو نوجوان زیادہ تیز طبیعت تھے
وُہ اس سبھا سے الگ ہو گئے۔ اور اپنی ایک خفیہ سوسائٹی جسکا نام
(جمہور کی خواہش) تھا بنالی۔ جس کا مقصد تمام سرکاری ظالم افسروں
کو بمعہ زار کے قتل کرنا قرار پایا۔ اس میں بے شمار تیاگی۔ تپسوی بیغرض
اور مُلک پر جان قربان کرنے والے نوجوان اور عورتیں شامل ہوگئیں۔
رُوس کے اس انقلاب میں باقی دُنیا کے انقلابوں سے عجیب بات
یہ نظر آتی ہے۔ کہ نوجوان لڑکوں کے ساتھ نوجوان لڑکیاں بھی برابر
شامل رہیں۔ اور سب سے خطرناک اور بڑے بڑے کام زیادہ تر عورتوں
نے ہی سرانجام دِئے ۔

اس سوسائٹی کے ممبروں نے پولیس افسروں۔ گورنروں۔ جرنیلوں
غرضیکہ تمام بڑے بڑے افسروں کو یکے بعد دیگرے قتل کرنا شروع
کر دیا۔ اور زار پر بھی کئی بار حملے کئے گئے۔ جو ناکامیاب رہے۔
مگر آخری اینگریڈر شانی جس نے مسٹر لینن کے بھائی کو سُولی پر
چڑھایا تھا۔ اس سوسائٹی کے ہاتھ سے ۱۸۲۱ء میں قتل کر دیا گیا۔

نہلسٹ سوسائٹی

جب نوجوانوں نے کسی طرح بھی دُکھ دور ہوتے نہ دیکھے تو انہوں

نے ایک نیا مذہب جس کا نام نہلزم تھا۔ جاری کر دیا۔ جس کا مقصد ہر طرح سے رُوس کی کایا پلٹ کرنا تھا۔ اس کے ممبر بڑے نیک۔ پوتر اعلےٰ چلن والے۔ بے غرض اور اپنی جان پہ کھیل جانے والے ہی ہو سکتے تھے ان کا یقین تھا۔ کہ جب تک رُوس کی ملکی مجلسی اور ہر قسم کی حالت ہی نہ بدل دی جاوے اس دُکھ سے چھٹکارا مشکل ہے۔ اس لئے انہوں نے رُوس میں ہر طرح کے انقلاب کی تیاری شروع کر دیں زار کی موت کے بعد جب الیگزینڈر سوئم تخت پر بیٹھا۔ تو اس سوسائٹی کی طرف سے ایک خط اس کو لکھا گیا۔ کہ اگر آئندہ تم ظلم سے باز آ جاؤ۔ تو ہم تمام بمب پستول اور خفیہ کارروائیاں بند کر دینگے۔ مگر زار پر اس کا اثر الٹا ہُوا۔ اور جبر کی پالیسی کو اور تیز کر دیا۔ اس کے دل میں ایک وہم پیدا ہو گیا تھا۔ کہ رُوس میں مختلف مذاہب اور مختلف اقوام ہونیکی وجہ سے یہ کارروائیاں عمل میں آتی ہیں اگر روس کے سارے لوگوں کا ایک ہی مذہب ہو جاوے تو یہ سب خفیہ کام بند ہو جاویں گے۔ چنانچہ سوائے اس ایک مذہب یونانی کلیسا کے جو زار کا اپنا مذہب تھا۔ باقی تمام مذاہب۔ پروٹسٹنٹ۔ کیتھولک یہودی اور مسلمانوں پر سختی شروع کر دی گئی۔ یہانتک کہ ان کو اپنے گرجے وغیرہ بنانے کی اجازت نہ رہی۔ ان کے لڑکوں کو زبردستی پکڑ کر اس دھرم میں داخل کرنا شروع کر دیا گیا۔ اور سوائے ایک اسلافی قوم کے باقی سب لوگوں پر ناگفتہ بہ ظلم ہونے لگے۔ حکم دیا گیا کہ یا تو ملک چھوڑ جاویں۔

یا اس سلافی قوم میں مل جاویں۔
ملک میں ایسے تمام طریقے جن سے لوگوں کے دلوں میں آزادی کا خیال پیدا ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ بند کر دئے گئے۔ یہاں تک کہ بے جان اخباروں کے سوا باقی تمام باہر سے آنے والے اخبارات کا داخلہ رُوس میں بند کر دیا گیا۔ سکولوں اور کالجوں کی تعلیم سے آزادی کا بیج نشٹ کر دیا گیا۔ اور اندرون ملک کے اخبارات کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

اس سے عام طور پر ایسا معلوم ہونے لگا۔ کہ تمام ملک بھر میں آزادی کی خواہش مُردہ ہو گئی ہے۔ اور سارا ملک زار شاہی کا خیر خواہ بن گیا ہے۔ اور زار بھی اپنی اس پالیسی کی کامیابی پر پھُولا نہیں سماتا تھا۔ اس کو یقین ہو گیا۔ کہ اس کی ان تجاویز نے اس کے مقصد کو پُورا کر دیا ہے۔ اُس نے خفیہ پولیس کا انتظام ایسا مضبوط کر دیا تھا۔ کہ کوئی خفیہ سوسائٹی اپنا کام نہ کر سکتی تھی۔ ان کا خفیہ سے خفیہ راز بھی فاش ہو جاتا تھا۔ اور ان کا کوئی ارادہ بھی کامیابی حاصل نہ کر سکتا تھا۔

سختیوں کا دورہ

الیگزینڈر سوئم کی سختی کی پالیسی سے تنگ آکر یہودی۔ پولر

فین اور دیگر قومیں جو آگے انقلابی تحریکوں میں حصّہ نہ لیتی تھیں۔ اب وہ بھی مظالم سے تنگ آکر اور اپنی ہستی کو خطرہ میں دیکھ کر انقلاب میں آن کر شامل ہوگئیں اور یہودی چونکہ فہیم اور دولت مند تھے۔ اس لئے یہ اس پارٹی میں بطور لیڈر کے مانے جانے لگے۔ ۱۸۹۴ء میں الیگزینڈر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا نکولس دوم زار بنا۔ جس پر زار شاہی ختم ہو کر عنان حکومت جمہور کے ہاتھ میں آگئی۔ یہ اپنے باپ سے بھی بڑھکر نکلا گو اس کا دل نرم تھا۔ مگر اس میں حوصلہ اور استقلال نہ تھا۔ اور عنان حکومت بھی اپنے باپ کے اُمرا و وزرا کے ہاتھ میں ہی رہنے دی۔ اس لئے اس کے وزرا من مانی کرنے لگے۔ کیونکہ انہیں بادشاہ کی دلیری کا حال اچھی طرح معلوم تھا۔

شہنشاہ الیگزینڈر سوم گو اپنے اختیار میں کمی گوارہ نہ کر سکتا تھا۔ تاہم اس نے لوکل سیلف گورنمنٹ کے اختیارات عطا کر رکھے تھے۔ جس سے اکثر جگہوں پر میونسپلٹیاں۔ جن کو روسی زبان میں زیمسٹوورز کہتے ہیں قایم تھیں۔ جو اپنے اپنے علاقہ میں سکولوں۔ سڑکوں ہسپتالوں تارگھروں۔ زراعت۔ کسانوں کے قرضہ۔ بیج۔ قحط۔ ریلیف وغیرہ دیگر شہری ضروریات کا انتظام کرتی تھیں۔ مگر بعد میں میونسپلٹیوں کے یہ اختیار بھی چھین لئے۔ اور ہر قسم کے پولیٹیکل چرچا کی ممانعت کر دی۔ بہانے بنا کر ان کے ممبروں کو دیش بدر کر دیا۔ اور ہر طرح سے قومی نشو نما کی تحریک کو دبانا شروع کیا۔

شاہ نکولس کے وزیر اعظم نے یہودیوں کا تو بیج ناس کرنے کی ٹھان لی۔ یہودی چونکہ دانا فرقہ تھا۔ اور دولت مند بھی تھے۔ اس لئے انقلاب پسندوں میں لیڈر مانے جاتے تھے۔ اس لئے وزیر اعظم کو خیال ہوا کہ اگر ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ تو انقلابی تحریک مُردہ ہو جاوے گی ٭

ان کو شہر کے باہر کے ایک چھوٹے سے حصے میں رہنے کی اجازت تھی۔ سکولوں میں ان کے لڑکوں کی پڑھائی میں طرح طرح کی رکاوٹیں محض یہودی ہونے کی وجہ سے ڈالی گئیں۔ معمولی معمولی باتوں پر ان کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دی جاتیں۔ اس قدر سختی اور ظلم روس کا مشہور لیڈر کونٹ ٹالسائی برداشت نہ کر سکا۔ اور اس نے زار کے نام ایک کھلی چٹھی میں یہ ساری باتیں لکھ بھیجیں۔

آرمینین لوگوں پر بھی ایسی ہی سختیاں روا رکھی جاتیں۔ ان کے مندروں اور دھرم ارتھ فنڈوں کو بھی ضبط کر لیا گیا۔ غرضیکہ ہر قسم کے مظالم کھلم کھلا دن دہاڑے ہونے لگے۔ جس سے عوام سخت تنگ آ گئے ٭

ادھر مزدور سرمایہ داروں کی سختیوں سے نالاں تھے۔ انہوں نے اپنی الگ سوسائٹی یعنی یونین بنا لی جس سے سرمایہ دار بھی بگڑ اٹھے اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ مزدوری پیشہ لوگ بھی تنگ آ کر خفیہ سوسائٹیوں میں جا شامل ہوئے۔ جس سے انقلابی تحریک اور

بھی پھیل گئی۔ اور کام زور شور سے ہونے لگے۔

قتل پر قتل

آخر کار ایک بھاری خفیہ سوسائٹی جس کا نام سوشلسٹ ریولیوشنٹ تھا بن گئی۔ جس میں سب فرقوں کے لوگ آ شامل ہوئے اور پہلی سوسائٹی "جمہور کی خواہش" اور اس سوسائٹی کے مقاصد چونکہ ایک ہی تھے۔ اس لئے اس کے ممبر بھی اس میں آملے۔ اور اندر ہی اندر پرچار کا کام زور شور سے شروع کر دیا۔ جس کا پہلا کام ۱۹۰۲ء میں ظاہر ہوا۔ جبکہ ہوم منسٹر سا پیا ئیر کو جن بمب کے گولا سے اڑا دیا گیا۔ جس نے ساٹھ ہزار آدمیوں کو بغاوت کے جرم میں جیل میں ڈلوایا تھا۔ اور کئی ہزار آدمیوں کو جلا وطن کرایا تھا۔

۱۹۰۳ء میں صوبہ وفا کا گورنر مارا گیا۔ اور ۱۹۰۴ء میں فنلینڈ کا گورنر قتل کیا گیا۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد فا نپلیف وزیر مار دیا گیا۔ جس نے یہودیوں پر ظلم کی تلوار تیز کر رکھی تھی۔ ۱۹۰۵ء میں گرانڈ ڈیوک الیگزینڈر ادچ کی جان لے لی گئی۔ جو ماسکو میں گورنر جنرل تھا۔

ان لگاتار قتلوں سے زار شاہی کا دل دہل گیا۔ انقلاب کی

جنگ میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کہ کبھی جمہور دب جاتے ہیں۔ اور کبھی شاہی دِل کانپ جاتے ہیں۔ جس کا زور ہو جاتا ہے وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور دوسرا پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ فانپلیف وزیر کے بعد جو دُوسرا وزیر ہوُا۔ اس نے خائف ہو کر جمہور کو بہت سی رعائتیں دے دیں۔ مثلاً نرم اخبارات کی آزادی۔ میونسپلٹیوں کی آزادی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ساتھ خفیہ پولیس کا جال سارے ملک میں پھیلا کر عوام کی خوب نگرانی ہونے لگی۔ لوگ شاہی کی نرمی کا فائدہ اٹھا کر نومبر ۱۹۰۴ء میں کانگریس کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس میں تمام ملک کے بڑے بڑے وکیل۔ ڈاکٹر۔ پروفیسر اور دیگر پڑھے لکھے لوگ بہت سے شامل ہو گئے۔ جس سے زار شاہی کا رُعب لوگوں کے دلوں سے اور بھی اٹھ گیا۔ مگر ابھی یک فوجی طاقت کا رعب لوگوں کے دلوں پر چھا ہوُا تھا۔ جس کو رُوس اور جاپان کی لڑائی میں رُوس کی ہار نے دور کر دیا اور فوجی طاقت کی غلط فہمی حرف غلط کی طرح لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ؛

خُفیہ پولیس کے لوگ ہر ایک سوسائٹی میں چونکہ گھس چکے تھے اور اس خیال سے کہ لوگ ان پر شک نہ کریں وہ ہر ایک تحریک میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ لیبر یونین میں گھسے ہوُئے جاسُوسوں نے مزدوروں کو ہڑتال پر آمادہ کیا۔ اور جنوری ۱۹۰۵ء میں رُوس کے دارالخلافہ پیٹرو گراڈ میں ایک لاکھ چالیس ہزار مزدوروں نے

ہڑتال کردی اور ۹ جنوری کے دن ایک بھاری جلوس بنا کر ہڑتالی زار کی خدمت میں عرض کرنے کیلئے اس کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت اُن کے ارادے نیک تھے۔ اور اُن کے مطالبے مناسب وہ زار کی حکومت پر یقین رکھتے تھے۔ اور اُن کو وہاں سے انصاف کی پوری اُمید تھی۔

رستہ میں وہ زار کی تصویریں لگائے ہوئے جا رہے تھے۔ اور ان کے دِل میں گمان بھی نہ تھا۔ کہ اُن کے ساتھ بدسلوکی یا بے انصافی زار کی حکومت کی طرف سے ہوگی۔ مگر جب یہ جلوس زار کے محل کے قریب پہونچا۔ تو محل کے اندر چھپی ہوئی فوج نے اُن نہتے ہڑتالیوں پر گولیاں برسانی شروع کردیں۔ اور گولیوں کی اس قدر بارش ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس ہنگامہ میں پانچسو ہڑتالی قتل ہوئے اور تین ہزار زخمی چونکہ وہ اتوار کا دِن تھا۔ اس لئے رُوس کی تاریخ میں اس کا نام خونی اتوار پڑ گیا اور پنجاب کے جلیانوالا باغ کی طرح دُنیا کی تاریخ میں یہ خونی اتوار ہمیشہ کے واسطے اپنی یادگار چھوڑ گیا۔

اس خبر نے رُوس کے اندر ایک آگ سی لگادی۔ زار شاہی نے یہ گولیاں مزدوروں پر نہیں چلائیں۔ بلکہ دراصل ان گولیوں سے اُس نے اپنی حکومت کو چھلنی کردیا۔ لوگوں میں جوش پھیل گیا حکومت بھی اس کرتوت سے بہت شرمندہ تھی۔ اب اُس کو جبر کی پالیسی

پر بھی اعتماد نہ رہا۔ آخر ملک میں بے چینی کی آگ بڑھتی ہوئی دیکھ ڈوما (روسی پارلیمنٹ) کا افتتاح کیا گیا۔ اور رعایا کی دلجوئی کے واسطے مختلف قسم کے اعلان جاری کئے گئے۔ جو عوام نے یقیناً جمہور کی فتح خیال کی۔ اور زار شاہی کی شکست۔

زار کی طبیعت چونکہ بہت نرم تھی۔ اس میں استقلال کا نام تک نہ تھا۔ اس لئے تھوڑے ہی دن بعد اس کے مشیروں نے اس کے دل کو بدل دیا۔ اور پھر سختی کی پالیسی پر عمل درآمد ہونے لگا۔ یہ حال دیکھ کر خفیہ سوسائٹیاں بھی تیزی سے اپنا کام کرنے لگیں۔ اب یہ چال تجویز کی کہ گنڈے بدمعاشوں کو ان سوسائٹیوں کی بیخ کنی پر مامور کیا گیا۔ چنانچہ اکثر جیلوں سے بدمعاش قیدی رہا کر کے اس کام پر لگائے گئے۔ ملک کے مشہور و معروف گنڈوں کے یہ کام سپرد کیا گیا۔ کہ وہ بھی اسی قسم کی سوسائٹیاں بنا کر انقلاب پسند لوگوں کا بالکل خاتمہ کرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی کئی بناوٹی قوم پرست سوسائٹیاں بنائیں۔ اور دیش بھگتوں کو دام میں پھنسانے کی باقاعدہ کوششیں ہونے لگیں۔ چنانچہ ایک سوسائٹی کا پردھان خود زار نے بننا منظور کیا۔ اب زار شاہی پورے جوبن پر آگئی۔ اور چاروں طرف کھلم کھلا قتل عام شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُڈیسہ شہر میں چار روز قتل عام ہوتا رہا۔ جس میں ایک ہزار آدمی مارے گئے اور کئی ہزار زخمی ہوئے۔ اس طرح سارے ملک میں چار ہزار آدمی قتل کئے گئے اور دس بارہ ہزار

زخمی ہوئے روس ایک قسم کی قتل گاہ بن گیا۔ جس میں قاتلوں کو کوئی پوچھنے والا بھی نہ تھا۔ انسانی جان کی قیمت دو کوڑی بھی نہ تھی۔ محض ایک انسان کے ظالمانہ اختیارات کی خاطر ہزارہا خلق خدا عدم آباد رسید کر دی گئی۔ زار کے اندر انسانیت نام کو بھی باقی نہ رہ گئی تھی۔ جو وہ انسانی جان کی قدر کرتا۔ خلق خدا کو بے دریغ ذبح کیا جاتا۔ اور وہ سنکر خوش ہوتا۔ بلکہ قاتلوں کو شاہی خزانے سے تنخواہیں ملتیں۔ بھلا جس ملک کا یہ حال ہو۔ وہاں کی رعایا کیا نہ کرتی ظالم اور پاپی زار کو یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ اس طرح وہ اپنی رعیت کو قتل کر کے راج کس پر کریگا۔ مگر ہونی پربل ہے۔ و ناش کالے و پریت بدھے۔" جب کسی کا ناش ہونیوالا ہوتا ہے۔ تو اُس کی عقل ماری جاتی ہے۔ وہ کچھ نہیں سوچ سکتا۔ وہ جو کام کرتا ہے۔ اُلٹا ہی کرتا ہے۔ اس طرح زار شاہی لوگوں کو تنگ کر کے اور قتل کا خوف دلاکر اپنی حکومت کا رعب جمانے لگی۔ مگر اس کو یہ خیال نہ آتا تھا کہ اس طرح کے مظالم سے عوام کا دِل برگشتہ ہو کر آخرکار حکومت کو ایک نہ ایک دِن ضرور تباہ وبرباد کر دیگا۔ مگر زار تو وزیروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا اس کو یہ خیال کس طرح آسکتا تھا وزراء نے اس کے دل میں یہ بات اچھی طرح جما دی تھی۔ کہ حکومت صرف رعب سے ہی قائم رہ سکتی ہے ؟

سوویٹ کی ابتدا

۱۹۰۵ء میں لوگوں نے زار کی حکومت سے تنگ آکر کھلم کھلا پولٹیکل سوسائٹیاں بنالیں۔ اور زبردستی تمام شہری حقوق پر خود بخود قابض ہو گئے۔ دیہات میں بھی اسی قسم کے منڈل بن گئے۔ یہاں تک کہ روس کے دارالخلافہ شہر پیٹروگراڈ میں بھی ایسی ہی سوسائٹی قائم ہو گئی۔ اور سب جگہ زار شاہی حکومت کا تقریباً خاتمہ ہو گیا۔ لوگ سب انتظام خود بخود کرنے لگے۔ ان سوسائٹیوں کو سوویٹ کہتے تھے گویا کہ سوویٹ گورنمنٹ کی ابتدا ہو گئی۔ شہر پیٹروگراڈ میں بھی زار کا راج برائے نام رہ گیا۔ ادھر زار نے بھی اپنے رعب کا یہ حال دیکھ کر کروٹ بدلی۔ اور پھر سختی کی پالیسی پر عمل درآمد شروع کیا۔ اور ہزارہا آدمی مقدموں میں پھنسا کر جیل خانوں میں ٹھونس دئے۔ اور پھر اس خیال سے کہ مبادا ان کے باقی ساتھی ان کو جیل توڑ کر نکال نہ لے جاویں۔ سینکڑوں قتل کرادئے گئے۔ اور ساتھ ہی کچھ نرمی کی پالیسی اختیار کر کے لوگوں کا دل بھی ہاتھ میں لینے کی کوشش کی۔ چنانچہ زمین کے مالکانہ کی جو رقم کسانوں کے ذمہ تھی وہ معاف کردی گئی۔ اور پریس سے سنسرشپ (نگرانی) ہٹالی گئی۔ کیونکہ جنگ جاپان سے واپس شدہ فوجی بھی اپنی سوسائٹیاں بنا کر سوویٹ میں شامل ہو گئے تھے۔ اسی طرح روس کی حالت بہت عرصہ تک ڈانواں ڈول ہی رہی۔ کبھی جمہور کا زور

ہو جاتا۔ کبھی زار کی سختی کامیاب ہو جاتی۔اسی طرح نیچے اوپر کئی سال تک ہوتی رہی۔اور روس کی تباہی اور بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ ہزار ہا بندگان خدا ناحق قتل ہو گئے۔اور لاکھوں جلا وطنیوں اور جیلوں میں سڑتے رہے۔ محض ایک شخص کے اختیارات میں کمی نہ آنے کے سبب اس قدر گھسڑا تیا چایا اور خلق خدا کی تباہی ہوئی۔ جس کا خیال کرتے بھی جسم کانپنے لگتا ہے۔

سوویٹ لوگوں نے ٹراٹزکی کو اپنا پریذیڈنٹ مقرر کیا۔ اور سارے شہر پیٹروگراڈ میں زار کی حکومت کا ایک قسم کا خاتمہ ہو کر سوویٹ گورنمنٹ کا ہی راج نظر آنے لگا۔جب زار کی جبر کی پالیسی سوویٹ پر غالب آگئی تو ٹراٹزکی امریکہ چلا گیا۔اور وہاں سے مئی ۱۹۱۷ء میں زار کی حکومت کے خاتمہ کے بعد پھر واپس پیٹروگراڈ میں آکر اپنا کام شروع کر دیا۔چونکہ اس کے اور بالشویک لیڈر لینن کے خیالات ایک ہی تھے۔ اس لئے وہ دونوں ملکر کام کرنے لگے۔اور بالشویک بھی سوویٹ میں آشامل ہوئے۔

زار کی اس جبر اور سختی کی پالیسی نے گو ظاہرا تو سوویٹ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ مگر چونکہ یہ تحریک عوام کی تھی۔اور انہوں نے اپنی بہتری کیواسطے ہی اس کو جاری کیا تھا اس لئے یہ تحریک اندر ہی اندر اپنا کام کرتی رہی اور ظاہر ہونے کے واسطے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگی۔جب زار شاہی کا خاتمہ ہونے لگا تو یہ پھر پھیل گئی۔ اور روس کے اندر چاروں طرف

سوویٹ ہی سوویٹ نظر آنے لگے۔ یہانتک کہ بالشویک فرقہ بھی اس میں آملا۔ اور بالشویک لیڈر لینن سوویٹ پریذیڈنٹ ٹراٹزکی کے ساتھ ملکر بالشویزم کو زیادہ کامیاب بنا سکا۔ اس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ یہاں صرف سوویٹ کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے کام اور نتائج آگے چلکر اچھی طرح واضح ہو جاویں گے ۔

ڈوما روسی پارلیمنٹ

خُونی اتوار کے حادثہ کے بعد زار کی حکومت کو سخت شرمندہ ہونا پڑا۔ اس کارروائی نے حکومت کو نہایت ذلیل اور رسوا کیا۔ وزارت بھی اب زار کے سامنے بیچینی کی جوابدہ تھی۔ جب زار نے وزیروں سے اسکی بابت دریافت کیا۔ کہ اب تو دُنیا میں سخت بدنامی اور بے عزتی ہو گی۔ اور اس ایک ہی واقعہ نے رعایا کے دِل سخت برگشتہ کر دئے ہیں۔ رعایا کے دلوں پر بجائے رُعب و داب بیٹھنے کے اُلٹا بے رُعبی ہوئی ہوئی ہے۔ اب لوگ کھُلم کھُلا حکومت کے برخلاف ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ افسران حکومت کی جانوں کا بھی سخت خطرہ ہے۔ اب کیا کرنا ہو گا ؟۔

چنانچہ رعایا کا دل ہاتھ میں لینے کے واسطے ایک اعلان جاری کیا گیا۔ جس کے ذریعے ڈوما کا انعقاد وجود میں آیا۔ اعلان حسب ذیل ہے۔

اعلان ۱۹۰۶ء

آئندہ سے رعایا کے قائم مقاموں کی ایک جماعت انتظام ملک میں مدد دینے کے واسطے قائم کی جاتی ہے۔ جس میں زمینداروں میونسپل کمیٹیوں مزدوروں۔ کارخانہ داروں۔ اور رعایا کے دوسرے تمام طبقوں کے لوگ شامل ہونگے۔ اس کمیٹی کا نام ڈوما ہوگا۔ ڈوما کی رائے کے بغیر ملک میں کوئی قانون نافذ نہ کیا جاوے گا۔ اور اس کمیٹی کو زار کے اختیارات بھی محدود کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ دیگر تمام ضروری امور اور انتظام ملک میں ڈوما کی صلاح کے بغیر کوئی کارروائی نہ کی جائیگی۔ آئندہ سے عوام کو اپنے کاروبار اور خیالات میں ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی۔ لوگوں کی جان و مال کی قانون سے حفاظت کی جاویگی۔ بغیر مقدمہ چلائے کوئی جیل نہ ڈالا جائے گا۔"

اس اعلان کے ذریعہ لوگوں کو بہت سی آزادی حاصل ہوگئی۔ لوگ حکومت کے کاموں پر نکتہ چینی کرنے لگے۔ ملک میں جلسے ہونے لگے۔ کئی ایک اخبارات بھی جاری ہوگئے۔ باضابطہ اور کھلم کھلا ایجیٹیشن ہونے لگا۔ سرکاری افسروں کی کارروائیاں جلسوں میں ظاہر

کر کے ان پر ناراضگی کا اظہار ہونے لگا۔ ملک میں چاروں طرف بیداری
نظر آنے لگی۔ کیونکہ اس اعلان کے ذریعہ یہ سب کچھ جائز ہو گیا تھا۔
گویا کہ روس کا نقشہ ہی بدل گیا۔ ہر طرف سے مختلف قسم کے مطالبات
باضابطہ طور پر ہونے لگے۔ اور ہر طرح ملکی ترقی کا کام شروع ہو گیا۔
ڈوما کے انتخاب کے واسطے تیاریاں ہونے لگیں۔ رعایا کے دل خوش
تھے۔ اور زار شاہی کی طرف سے بہت سی نفرت دور ہوگئی تھی اور باضابطہ عملی
کام شروع ہو گیا۔ لوگ اپنے حقوق کی حفاظت کیواسطے انواع و اقسام
کی یونین اور سبھائیں بنانے لگے۔ مزدوروں۔ کسانوں۔ زمینداروں۔
کارخانہ داروں۔ ہر ایک نے اپنی اپنی یونین بنالی۔ اور ہر طرف ترقی کے
آثار دکھائی دینے لگے۔ اور زار شاہی حکومت بھی گذشتہ کی نسبت
زیادہ مضبوط اور ہر دل عزیز نظر آنے لگی۔

مگر وزرا کو اپنی نکتہ چینی پسند نہ آئی۔ انہوں نے زار کے کان بھرنے
شروع کئے۔ اور عوام کے برخلاف زہر اگل کر سختی کے لئے آمادہ کرنے
لگے۔ آخر اس طرح پھر سختی کا دور شروع ہو گیا۔ اور اندھا دھند
کارروائیاں تھوڑی بہت ہونے لگیں۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ جمہور کی کوششیں کسطرح جبر کی پالیسی
سے پامال کر دی گئیں تھیں۔ پچھلے پچاس سال کی نسبت ۱۹۰۶ء میں زار کی
بادشاہت پھر زیادہ مضبوط دکھائی دینے لگی۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ
عوام کی آزادی کیواسطے کوئی چھوٹے سے چھوٹا کیا ہوا کام اور جمہور

کی قربانیاں ایک نہ ایک دن رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ اگرچہ شروع میں اس کا نتیجہ کچھ بھی ظاہر نہ ہو۔

ان لگاتار قربانیوں نے زار شاہی کی جڑوں میں گھُن لگا دیا۔ اور آخر کار زار کی حکومت جڑ سے اکھڑ گئی۔ زار کے مظالم نے اپنی جڑوں کو بالکل کھوکھلا کر لیا۔ رعایا کا اعتبار حکومت سے بالکل اٹھ گیا۔ زار نے خود اپنی طاقت کو اپنے ہاتھوں سے ہی نشٹ کر دیا۔ اور خود ہی اعلان جاری کر کے اپنی شخصی حکومت کو بے قاعدہ قرار دے دیا۔

۱۹۰۶ء کے اعلان میں زار نے خود تسلیم کیا تھا۔ کہ ڈوما پارلیمنٹ کی رائے کے بغیر کوئی "قانون نہیں بنایا جاویگا" اور جمہور کے قائم مقاموں کو زار کے اختیارات بھی مقرر اور محدود کرنے کا حق حاصل ہوگا" اب اس اعلان کو کسی طرح بھی رد نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس سے پہلے زار کی مطلق العنانی جائز مانی جاتی تھی۔ مگر اس اعلان کے بعد خود ہی زار نے اُسے ناجائز قرار دے دیا۔ اس لئے اب یہ بات ہمیشہ کیواسطے پتھر کی لکیر بن گئی۔

دُوسرے اس اعلان میں زار نے جمہور کی کاروبار وخیال وغیرہ میں آزادی تسلیم کر لی تھی اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت بذریعہ قانون محفوظ ہونے کا یقین دلایا تھا۔ اس اعلان کے ذریعہ جلسے کرنا قانوناً جائز ہوگیا تھا جس سے زار شاہی اور نوکر شاہی کی بڑی سے بڑی نکتہ چینی بھی قانوناً جائز ہوگئی تھی اور اب پہلے کی طرح کسی بھی شخص کو بغیر مقدمہ چلائے حوالات

میں ڈال دینا جیل میں بند کر دینا یا جلا وطن کر دینا خلاف قانون ہو گیا تھا زار نے یہ اعلان تو جاری کر دیا۔ مگر اس کی مطلق العنانی اس پر عمل درآمد کرنے کی اجازت نہ دیتی تھی۔ طبیعت ڈانواڈول حالت میں تھی جو تو فی سے رعایا کی دلجوئی کیواسطے اعلان تو اس نے جاری کر دیا۔ مگر اس پر عمل کرنا اس کی مرضی کے خلاف تھا۔ اور اس کے ظالم وزیر اپنے اختیارات میں کمی کب گوارا کر سکتے تھے۔ رعایا کے اس مطالبے پر بھی زیادہ ظلم ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن اب لوگوں کو یہ بات محسوس ہونے لگی کہ زار شاہی اپنے بنائے ہوئے قانون کو بالائے طاق رکھکر ظلم کر رہی ہے۔ اعلان سے گو اصلی انتظام میں فرق نہیں آیا تھا۔ مگر لوگوں کی دل کی ڈھارس کیواسطے یہ اعلان کافی تھا۔ اعلان سے پہلے جلسے اور سبھائیں بند کر دینا اور اخبارات کا گلا گھونٹ دینا قانوناً جائز تھا۔ مگر اب اعلان کی وجہ سے ناجائز ہو گیا۔ اور جب افسر ایسے جلسوں کو بند کرنے کا حکم دیتے تو رعایا کے دل پر سخت چوٹ لگتی۔ وہ اس کو خلاف قانون زار شاہی کا ظلم خیال کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتی ✦

۱۹۰۶ء کے شروع میں زار نے ڈوما کی قائمی کا اعلان کیا تھا۔ جس کے مطابق نمائندوں کے انتخاب کی کارروائی شروع ہو گئی۔ بیچ میں انقلاب پسندوں کی کارروائیوں سے جو شور و غل چاروں طرف پھیل جاتا۔ اس سے یہ کارروائی رک جاتی۔ لیکن جب ان کی سرگرمی ڈھیلی پڑ گئی تو پھر اس کا افتتاح کرنا ہی پڑا۔ خونی اتوار اور ایسے ہی دوسرے واقعات سے اب تو نہ

زار کی حکومت ہی حوصلہ کرسکتی تھی۔ اور نہ ہی انقلاب پسند زیادہ سرگرمی ظاہر کرسکتے تھے۔ دونوں طرف کے حوصلے پست ہوگئے تھے۔ اس پر ڈوما کے واسطے نمائندے منتخب کرنے کا کام سارے ملک میں شروع ہوگیا۔ چونکہ زار شاہی اعلان تو کرچکی تھی۔ مگر اس کو اپنے اختیارات میں کمی بھی گوارا نہ تھی۔ اس لئے اب دو ہی طریقے اس کے پاس رہ گئے تھے یا تو ڈوما کے ممبر اس کے ہم خیال منتخب ہوں۔ یا انتخاب کے بعد ڈوما کی تجاویز پر عمل درآمد نہ کیا جاوے۔ دوسری تجویز کی نسبت زار کو پہلی تجویز زیادہ پسند آئی۔ اور اس نے اپنے آدمی اس غرض سے چاروں طرف پھیلا دئے۔ تاکہ وہ ایسی ترکیب کریں جس سے آزاد خیال لوگ منتخب نہ ہوسکیں۔

روس میں چونکہ پہلے ہی مختلف خیالات کے لوگ موجود تھے اور اُن کا ایک دوسرے کے مطالبات سے اختلاف تھا۔ زمیندار لوگ کسانوں کے برخلاف تھے۔ اور وہ اُنکی آزادی اور ترقی کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کارخانہ دار مزدوروں کو اپنے پنجہ سے باہر نکلتے دیکھ کر سخت گھبراہٹ میں تھے۔ اور ان کی لیبر یونین کی بیخ کنی کیواسطے زار شاہی کے مددگار تھے۔ اس لئے رعایا کی دو پارٹیاں بن گئیں۔ ایک باقاعدہ آزاد خیال Constitutional Democrats اور دوسرے Social Democrats (مجلسی آزاد خیال) دونوں کے نکتہ خیال میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ پہلے فریق میں امرا

کارخانہ دار۔ اور دولتمند لوگ تھے۔ جو صرف ملکی حقوق ہی چاہتے تھے۔ مگر دوسرے فریق میں مزدور۔ کسان۔ کاریگر۔ دوکاندار ایسے ہی اور غریب لوگ شامل تھے۔ جن کے مطالبات مالی اور ملکی دونوں ہی تھے۔ اور یہ فریق قدرتی طور پر بڑا زبردست تھا۔ اور عوام کا کہنا خیال کیا جاتا تھا۔ اور اس فریق کا خیال تھا کہ ڈوما کے انتخاب کا طریقہ ایسا رکھا گیا ہے۔ جس سے ڈوما کے واسطے صرف دولتمند لوگ ہی منتخب ہو سکیں۔ غریب مزدور اور کسانوں کے انتخاب کی امید بہت ہی کم ہے۔ اس واسطے لینن نے یہ پرچار شروع کیا کہ ڈوما کو ہی بائیکاٹ کیا جاوے۔ اس وقت لینن کا لوگوں میں کافی رسوخ تھا اس واسطے اس کے پرچار کا خاصہ اثر ہوا۔

آخرکار جب مارچ سنہ ۱۹۰۶ء میں ڈوما کا انتخاب ہوا۔ اور باوجود سرکاری بدنیتیوں اور بے ایمانیوں کے رعایا کی طرف سے ۴۲۸ اور سرکار کے صرف ۴۲ ممبر منتخب ہو سکے۔ مگر اس بات کے واسطے زار اور اس کے مشیروں نے پہلے سے ہی تیاری کر رکھی تھی۔ ڈوما کو اختیارات تو پہلے ہی بہت کم تفویض کئے گئے تھے۔ اور زار نے یہ اختیار بھی محفوظ رکھ لیا تھا۔ کہ جب چاہے ڈوما کو توڑ کر پھر نئے سرے سے انتخاب کیا جاوے۔ اور صلح اور جنگ کے اختیارات بھی زار کو ہی تھے۔ اس قدر اختیارات رکھ کر بھی اس کی تشفی نہ ہوئی۔ اور اس نے ڈوما کے اوپر ایک شاہی مجلس یعنی انگلستان کی طرح پارلیمنٹ کے سر پر ہوس لارڈز

(امرا کی کمیٹی) قائم کردی۔ اس کمیٹی میں آدھے ممبر تو زار کی طرف سے نامزد ہوتے تھے اور آدھے یونیورسیٹیوں۔ میونسپل کمیٹیوں۔ سرداروں اور چرچ کی طرف منتخب ہوتے تھے۔ ڈوما میں پاس ہوکر سب ریزولیوشن زار کے پاس پیش ہونے سے پہلے اس امپیریل کونسل میں پاس ہونے ضروری تھے۔

انہی دنوں میں زار نے اپنی پرانی وزارت توڑ کر ایسے لوگوں کی نئی وزارت قائم کی جو نہایت ظالم۔ جابر۔ بے ایمان اور سختی کی پالیسی کے حامی تھے۔ اور جو ہوم منسٹر یعنی وزیر داخلہ بنایا گیا۔ وہ اول درجے کا سفاک اور جابر شاٹیلین بوزارکا ہنگ سین کے نام سے مشہور تھا۔ اس رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ زار نے لوگوں کو کچلنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

جس روز نئی ڈوما کی نشست ہوئی۔ سرکار نے بہت سی فوج باہر سے پیٹرو گراڈ میں بلا رکھی تھی۔ ڈوما کے ممبران کو زار نے پہلے اپنے محل میں بلایا۔ اور ان کے سامنے ایک لمبی چوڑی تقریر کی۔ ان ممبروں کو اب بہت مشکل پیش ہوئی۔ ایک طرف زارشاہی کے رعب اور ظلم کا خیال۔ دوسری طرف اپنے رائے دہندگان کے مطالبات دونوں آپس میں ٹکراتے تھے۔ ان کو پورا یقین تھا کہ جب ہی انہوں نے عوام کے جذبات اور احساسات کے مطابق کوئی قدم اٹھایا۔ ظلم کی تلوار ان کے سر پر لٹک جائیگی۔ لیکن ایسے مشکل وقت میں بھی ڈوما نے بڑی بہادری دکھائی۔ اس وقت جمہور کی سب سے زبردست مانگ یہ تھی:

کہ تمام پولیٹیکل قیدی چھوڑ دئے جاویں "

اس وقت پچھتر ہزار پولیٹیکل قیدی رُوس کے جیل خانوں میں سڑ رہے تھے۔ جن میں بڑے بڑے لائق دیش بھگت قوم اور ملک پر قربان ہو جانیوالے دھرمی مرد اور عورتیں شامل تھیں ڈوما کا اجلاس ہونے سے قبل جب ممبران ہال کی طرف جا رہے تھے۔ تو ہزارہا مرد و عورتیں راستہ میں معافی معافی کے نعرے لگاتے ہوئے کھڑے تھے۔ ڈوما نے بھی اجلاس شروع ہوتے ہی اپنے ملک کی آواز کے مطابق اپنی جانوں کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے سب سے پہلا ریزولیوشن تمام پولیٹیکل قیدیوں کی رہائی کا پیش کیا۔ جب ملک کے برگزیدہ ممبر مسٹر پیٹرونچ نے یہ ریزولیوشن پیش کیا ◆

" اپنی مادرِ وطن کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دینے والے مہاتماؤں کو جیل خانوں سے جہاں کہیں وہ ہوں۔ خواہ اندرونِ ملک میں یا سائبیریا میں رُوس کی عزت کی خاطر رہا کیا جاوے "

جب یہ ریزولیوشن پیش ہوا۔ تو سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ اور سب ممبروں نے کھڑے ہو کر نہایت تعظیم کے ساتھ یہ ریزولیوشن پاس کیا ◆

دوسرے ریزولیوشن کا نوٹس :۔

دیش کے سب لوگوں کو (ملکی۔ مذہبی۔ مجلسی) آزادی دی جاوے۔ جو لوگ ملکی اور مذہبی سرگرمیوں کی وجہ سے

قید کئے گئے ہیں وہ سب رہا کئے جاویں۔ مارشل لاء اور
اسی قسم کے تمام دیگر سخت قوانین منسوخ کئے جاویں
پھانسی کا حکم قطعی بند کر دیا جاوے۔ امپیریل کونسل ہٹا
دی جاوے۔ ڈوما کے انتخاب میں زیادہ سہولتیں بہم پہنچائی
جاویں۔ فنلینڈ اور پولینڈ کو اپنا خود انتظام کرنے کی آزادی
دیدی جاوے جس زمین کے زمیندار یا سرکار مالک ہیں۔
وہ کاشتکاری کی سہولتوں کی خاطر کسانوں کو دیدی جاوے۔
مزدوروں کی بہتری کیواسطے مختلف قوانین بنائے جاویں"

یہ نوٹس تھا جو دوسرا ریزولیوشن پیش کرنے کیواسطے دیا گیا۔ گویا
زار کی طاقت پر کھُلم کھُلا حملہ تھا۔ زار نے اس نوٹس کو قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔ صرف یہیں تک بس نہیں۔ بلکہ صاحب صدر نے ڈوما
کے ایوان میں آکر سب کو بغاوت کے الزام میں خوب ڈانٹ ڈپٹ کی۔
اور ڈوما پر طرح طرح کی سختیاں ہونے لگیں۔ جب ڈوما کے ممبر کوئی
سوال پوچھتے تو سرکاری سکریٹری ان کا کچھ جواب نہ دیتے۔ ڈوما کی
تقریریں پبلک میں جانے سے روک دی جاتیں۔ اور بعض اوقات ممبران
کی خانہ تلاشی بھی ہو جاتی۔ مگر باوجود ان سختیوں کے وہ لوگ اپنا کام
نہایت سرگرمی سے کئے جاتے۔

ڈوما نے رعایا کی بہتری کیواسطے بے شمار قوانین کے مسودے
پیش کئے۔ مگر امپیریل کونسل نے ایک بھی منظور نہ کیا۔ حکومت کے

نقائص ظاہر کئے۔ مگر امپیریل کونسل نے ذرا بھی پیش نہ جانے دی۔

خفیہ احکام جاری کر کے دیش بھگتوں کو قتل کرانا تو روسی سرکار کا معمولی شیوہ ہی تھا۔ ایسے خفیہ احکام کو (پوگرام) کہا جاتا تھا۔ ڈوما نے ان پوگراموں اور بغیر مقدمہ چلائے پھانسی دینے کے برخلاف زبردست مطالبہ کیا۔ لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ الٹا ڈمالوستاک نامی گاؤں میں قتل عام کیا گیا جب ڈوما نے تحقیقات پر زور دیا تو ایک تحقیقاتی کمیشن مقرر کیا گیا جس نے رپورٹ کی کہ اس قتل کے اشتہارات تکمہ پولیس نے چھاپے تھے۔ اور قتل کی تاریخ کئی دن پہلے دیا تکی پلٹن کو بتادی تھی۔ مختصر یہ کہ کمیشن نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ اس قتل عام کی ذمہ واری سرکار پر ہے۔

اس کارروائی سے ڈوما پر سرکار بہت ناراض ہو گئی۔ ادھر ادھر ڈوما نے تمام ملک کے کسانوں کے نام ایک اعلان جاری کیا۔ جس میں کسانوں کی دکھی حالت کا ذکر تھا۔ اور اس کے سدھار کے جو طریقے ڈوما نے تجویز کئے تھے وہ بھی درج تھے۔ اور پھر وزیروں کی طرف سے جو مخالفت ہوئی وہ بھی درج کر دی تھی۔ اور اپنے راستے دہندوں کی معرفت یہ اعلان سارے ملک میں تقسیم کرا دئے۔ گویا سرکار کے برخلاف یہ ایک کھلا اعلان تھا۔

(اسی قسم کی یکے بعد دیگرے کارروائیاں بھلا زارشاہی کب گوارا کر سکتی تھی اس نے اپنا آخری ہتھیار اٹھایا اور بغاوت اور قانون خلاف ورزی

کے الزام میں اس نے ڈوما کو برخاست کر دیا۔
دوسرے دن حسب معمول جب ڈوما کے ممبر ہال میں پہنچے۔ انہیں ہر طرف فوج ہی فوج نظر آئی اور ڈوما کی برخاستگی کا حکم سنا دیا گیا جسے سب ممبران کا دل ہل گیا۔ اور ان میں سے دو صد کے قریب ممبروں نے ڈوما ہال کے پاس ہی ایک اور جگہ اجلاس کیا جہاں ایک اعلان پاس کیا گیا۔ جو حسب ذیل تھا

اعلان

"ڈوما کی برخاستگی کے بارے میں اظہار ناراضگی کے طور پر سب لوگ سرکار کے برخلاف بغیر ہتھیار کے کھڑے ہو جاویں۔ سرکار سے ہر قسم کا تعلق ہٹا لیا جاوے۔ ٹیکس اور مالگذاری دینے سے انکار کر دیا جاوے۔ لوگ فوج میں بھرتی ہونا چھوڑ دیں۔ سرکاری قرضوں میں کسی قسم کی مدد نہ کی جائے اور دوسری سرکاری نوکریوں سے بھی حتی الوسع پرہیز کیا جاوے"

آج اسی قسم کے پروگرام کو مہاتما گاندھی اور کانگرس بھارت میں استعمال کر رہی ہے۔ اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ عدم تشدد عدم تعاون کا کوئی نیا طریقہ نہیں۔ جس کو مہاتما گاندھی ہندوستان

میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یہ وہ آزمایا ہوا ہتھیار ہے جس کو روس جیسی وحشی حکومت اور زار جیسی جابر شخصیت کے واسطے ایک زبردست ہتھیار خیال کیا گیا۔ جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مہاتما گاندھی کی اختراع ہے۔ اور اس کو آزمانے کیواسطے وہ کروڑہا بندگان خدا کی جان خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جانا چاہئیے کہ مہاتما جی کی اختراع نہیں۔ بلکہ اس ہتھیار سے زار شاہی کو بھی سپرد صبا کرنے کی تجویز کی گئی تھی۔ اور زار کی بے رحم سفاک گورنمنٹ کے واسطے یہ زبردست ضربہ خیال کیا گیا تھا۔ یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ روس میں چونکہ زیادہ تر لوگ اس خیال سے اتفاق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ان کا یقین تشدد پر تھا۔ اس لئے اس فریق کو یہ طریقہ پسند نہ آیا۔ ان کی رائے میں اس موقع پر ہتھیار اٹھانا ہی مناسب معلوم ہوا۔ اس لئے انہوں نے مزدوروں اور کسانوں کے نام ایک الگ اعلان جاری کر دیا۔ جس میں اس امر کی تبلیغ کی گئی۔ کہ زار شاہی کے برخلاف بمب پستول اور دیگر ہتھیاروں کا استعمال کر کے اس کو سپرد صبا کیا جاوے۔

ان دونوں اشتہاروں کا اثر عوام پر کچھ بھی نہ ہوا۔ زار کے سابقہ مظالم سے عوام بہت خوفزدہ تھے۔ اس پر زار نے اپنی جبر کی پالیسی پھر شروع کر دی۔ سب جگہ فیلڈ مارشل لاء (میدان جنگ کا قانون) جاری کر دیا۔ یہ قانون عام مارشل لاء سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس قانون کے رو سے کسی تحقیقات یا عدالت کی ضرورت نہیں رہتی۔ چنانچہ ہر طرف سینکڑوں لوگ پھانسی پر لٹکائے جانے لگے۔ ہزاروں سائبیریا میں

جلا وطن کر دئے گئے۔ جیلخانوں میں قیدیوں کا تو کوئی شمار ہی نہ رہا۔ بہت سے قیدیوں کو اس قدر مارا گیا۔ کہ وہ اسی مار سے مر گئے۔ زار کے خفیہ پولیس کے آدمیوں کی اکساہٹ سے کئی سرکاری افسر قتل کروا دئے گئے۔ اور پھر اُس جرم میں بیشمار بھولے بھالے لوگ انصاف کے نام پر پھانسی پر لٹکا دئے گئے۔ غرضیکہ ملک میں سخت گڑبڑ پھیل گئی۔ اور زار شاہی کی اُمیدیں بر آئیں۔

جولائی ۱۹۰۶ء میں پہلی ڈوما برخاست کیگئی تھی پھر فروری ۱۹۰۷ء میں ڈوما کا نیا انتخاب ہوا۔ اب کے سرکار نے اس بات پر بڑا زور لگایا۔ کہ کسی طرح بھی عوام کے آدمی منتخب نہ ہو سکیں۔ کئی چالیں اس کیواسطے نوکر شاہی کی طرف سے چلی گئیں۔ جمہور کو انتخاب کیواسطے جلسے کرنیکی ممانعت کر دی گئی۔ لوگوں سے بہت سا حق انتخاب واپس لے لیا گیا۔ بہت سے لیڈر بیگناہ جیل میں ٹھونس دئے گئے۔ مگر باوجود اس قدر کوششوں کے پھر بھی پہلے سے زیادہ ممبر عوام کے منتخب ہو گئے۔ یعنی ۵۵۴ ممبروں میں سے صرف ایک سو ممبر سرکار کے منتخب ہو سکے۔ اس دفعہ چونکہ سوشلسٹ ڈیمو کریٹ پارٹی کے زیادہ آدمی منتخب ہوئے۔ اس لئے مزدوری پیشہ جماعت کو مالی بہتری کی زیادہ اُمید تھی۔ مگر ڈوما کے افتتاح ہوتے ہی زار کے ہینگ مین ـــ Hang man ـــ سٹالپن نے جو اب وزیر اعظم ہو گیا تھا۔ ایک تقریر کی۔ اور کہا کہ ڈوما کو اب گورنمنٹ کے برخلاف کسی قسم کا

ریزولیوشن پاس کرنے کی اجازت نہیں۔ اور نہ ہی ڈوما کمیونسٹ پارٹیوں یا اس
قسم کی دیگر سبھاؤں سے کوئی خط و کتابت کر سکتی ہے۔ نیز ڈوما کو سرکار
کے کسی معاملہ پر اظہار ناراضگی کرنے یا کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہے
گویا ڈوما سے پہلے سارے اختیارات جو اسے کبھی حاصل تھے۔ وہ سب اب
چھین لئے گئے۔ اس قسم کی ڈوما سے عوام کے واسطے ایک ڈھکوسلا ہی
رہ گیا تھا یعنی اس شخص کی طرح تھی جس کے تمام دانت نکال لئے گئے
ہوں۔ ڈوما کے ممبر بڑی گرم گرم تقریریں کرتے۔ مگر سرکاری کارروائی
پر اس کا ذرا بھی اثر نہ پڑ سکتا تھا۔

لیکن سرکار تو یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ بے اختیار ڈوما بھی اچھی
طرح سانس لے سکے۔ سٹالپن نے اچانک ایک قانون بنا کر ڈوما کے
چند قائم مقاموں پر یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ خفیہ طور پر زار کی بادشاہت
کے برخلاف فوجی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ لوگ سرکار کے حوالے کر دئے
جائیں اور حکم دیا کہ ڈوما کے باقی ممبر ہمیشہ کیلئے ڈوما سے نکال دئے جاویں۔
ڈوما ایسے حکم کو چپ چاپ کب سن سکتی تھی۔ انہوں نے سوچا۔ اگر اس طرح
جمہور کے سب ممبروں کو نکال دینے کا حق سرکار کو ہو گیا۔ تو پھر اس ناٹک
کا کیا فائدہ ہے۔ اس سے اس کا بالکل بند ہو جانا بہتر ہے۔ اس لئے
اس نے سٹالپن کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ دونوں پارٹیوں میں
خوب بحث شروع ہوئی۔ یہ خوف ہونے لگا کہ معاملہ طول کھینچ کر کچھ
روانہ ہو جاوے۔ جب فیصلہ ہوتے نہ دیکھا۔ تو زار نے اپنا آخری ہتھیار

استعمال کر کے ڈوما کی برخاستگی کا حکم دے دیا۔ پہلی ڈوما نے ۷۲ دن کام کیا۔ اور دوسری ۱۰۰ دن زندہ رہی۔ یہ تھی روس کی پارلیمنٹ کی حقیقت اگر روس زار کی حکومت سے اس قدر متنفر تھے۔ تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہو سکتی ہے ؟

تیسری ۔۔۔ کے مطابق پھر تیسری ڈوما کے انتخاب کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس دفعہ سرکار نے رائے دہندگان کے قواعد بدل دئیے۔ مزدوروں اور کسانوں کے حقوق جس قدر کم ہو سکتے تھے کم کر دئیے گئے۔ اور زمینداروں اور دولت مندوں کے حقوق بڑھا دئیے گئے۔ البتہ اس دفعہ سرکار کی کوششیں بارآور ہوئیں اور انجام کو رعایا کی نسبت سرکار کے آدمی زیادہ منتخب ہو گئے۔ اب ایسی ڈوما سے سرکار کو کوئی خوف نہیں ہو سکتا تھا۔ اور یہ ڈوما سابقہ ڈوماؤں کی نسبت زیادہ عرصہ تک کام کرتی رہی ؟

اس سے پہلے تو سرکار کو ڈوما کے نام سے خوف آتا تھا۔ مگر اب وہ بھی جاتا رہا۔ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۱ء کے آخر تک کا زمانہ روسی جمہور کیواسطے یاس و ناامیدی کا زمانہ تھا۔ نئے نئے قانون نافذ ہوئے۔ پبلک کے حقوق بھی غصب کر لئے گئے۔ اخبارات کے گلے گھونٹ دئیے گئے ۱۹۰۵ء کے ظالمانہ زمانہ میں بھی جو کتابیں اور مضامین کھلے طور پر چھپ سکتے تھے اب ان کے لئے جیل جانا پڑتا تھا۔ زار کی خفیہ سوسائٹیوں کا جال چاروں طرف پھیل گیا۔ ان کے آدمیوں پر سرکاری عدالتوں کا بھی کوئی

اختیار نہ تھا۔ انہیں ہر قسم کی کارروائیاں معاف تھیں۔ اس لئے وہ بے خوف ہو کر من مانے ظلم کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے جمہوریں اندر ہی اندر جوش بڑھتا گیا۔ پیٹروگراڈ اور ماسکو میں یہ جوش درجہ کمال تک پہنچ گیا اس جوش و خروش کی زیادہ لہر نوجوان خون میں دوڑ رہی تھی۔ اور خاصکر بیس برس سے کم عمر والے اس میں زیادہ شامل تھے

ایسے خوفناک اور یاس کے زمانہ میں بھی خدائی مرضی کے نظارے کہیں کہیں دیکھنے میں آ ہی جاتے تھے۔ انقلابی تحریک لوگوں کے دلوں کی تہ میں گھر کر چکی تھی۔ مزدور فرقہ میں زیادہ بیداری کے آثار نمایاں تھے۔ تجربہ کاروں کی انجمنیں بن رہی تھیں۔ ۱۹۰۵ء میں ان کی تعداد ۴۷۸ تھی۔ مگر ۱۹۱۰ء میں ۱۲۵۳ ہو گئی۔

۱۹۱۰ء کے خاتمہ کے ساتھ ہی مایوسی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ ۱۹۱۱ء شروع ہوتے ہی مختلف جگہوں کے طالب علموں نے قانون پھانسی کے برخلاف آواز اٹھائی۔ اور اظہار ناراضگی کے طور پر ہڑتالیں ہونے لگیں۔ ساتھ ہی مزدوری پیشہ کی بہتری اور کام کے گھنٹے کم کرنے کے واسطے لیبر یونین نے ہڑتالیں کرانی شروع کر دیں۔ اور ۱۹۰۵ء کی طرح تھوڑے ہی دنوں میں ان ہڑتالوں نے پولیٹیکل رنگ بدل لیا۔ لیکن ۱۹۰۵ء کی نسبت اب یہ کام لائق لیڈروں کی زیر نگرانی باقاعدہ اور سوچ بچا کر شروع کیا گیا تھا۔ ۱۹۱۱ء اور ۱۹۱۲ء پورے دو سال برابر ہڑتالوں کا زور رہا۔ اور سرکار پر رعایا کی خودداری استقلال اور

پختگی کا رُعب خوب بیٹھ گیا۔ ۱۹۱۳ء شروع ہوتے ہی ۱۹۰۵ء کے خونی اتوار کی یادگار ۶ جنوری کے دن سارے ملک میں نہایت جوش و خروش سے منائی گئی۔ شہر پیٹرو گراڈ میں پچیس ہزار مزدوروں نے کام بند کر کے شہر میں ایک شاندار جلوس نکالا۔ سارے مُلک میں جہاں جہاں کار خانے تھے۔ ایسے ہی جلوس نکلے۔ ماہ اپریل میں اور یکم مئی کو ایسی ہی اور یادگار میں تمام مزدوروں نے ہڑتال کر کے دیہات میں جلوس نکالے۔ جلسے کئے گئے اسی زمانہ میں جنگ بلقان شروع ہو گئی۔ اور اس کے حق میں اور برخلاف بھی اظہار خیالات ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ایک غیر مُلک کے جمہوریت کے برخلاف جنگ بند کرنے کے ریزولیوشن پاس ہونے لگے۔ ان باتوں کا اثر عوام پر اس قدر تھا۔ کہ باوجود کھُلم کھلا سرکار کے برخلاف نبرد آزما ہونے کے بھی سرکار میں اس کو دبانے کا حوصلہ نہ رہا۔ اور کچھ دیر تک حیران اور ششدر ہو کر ان کارروائیوں کو چُپ چاپ دیکھتی رہی۔ مگر کسی قسم کی مداخلت کرنے کا حوصلہ نہ ہوا*

اتنے میں جرمنی کا خوفناک جنگ چھڑ گیا۔ جس میں سب لوگوں کو باہمی تنازعت بالائے طاق رکھکر اب قومی اور ملکی حفاظت کی ضرورت آپڑی۔ اب لازمی ہو گیا۔ کہ اندرونی ترقی کے اور آپس کے تنازعات سب بند کر کے سارا ملک یکدل ہو کر اپنے آپ کو بچا دے۔ اگر یہ جنگ نہ چھڑ جاتی تو رُوس کے انقلاب کا عجیب و غریب نظارہ اسی وقت دنیا کو دیکھنا نصیب ہو جاتا۔ رُوس کی ۱۵ کروڑ آبادی خوب زور

اور سرگرمی کے ساتھ اس انقلاب کی تیاری میں ہمہ تن مصروف تھی۔ اور
زار شاہی کی من مانی کارروائیوں کو مٹانے پر تلی بیٹھی تھی۔ یہ روز بروز کے
ظلم برداشت سے باہر ہو گئے تھے۔ اور اب ان میں ایک ظلم برداشت
کرنے کی بھی تاب باقی نہ تھی مگر جنگ کا اقدام ہوتے ہی سب لوگوں کو
انقلاب کا کام ملتوی کر کے اس وقت سرکار کی مدد کے واسطے اپنے
ملک اور قوم کی خاطر جانیں لڑانی پڑیں۔ اور یہ سارا کام یکدم انقلاب
سے زار کی حمایت میں تبدیل ہو گیا۔ سب لوگ ہمہ تن جنگ کو کامیاب
بنانے میں مصروف ہو گئے۔ ہاں ایک چھوٹا سا گروہ اس وقت بھی
جنگ کے برخلاف تھا یعنی سوشلسٹ لوگ جو روس میں بالشویک نام
سے مشہور ہوئے تھے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت قلیل تھی گویا آٹے میں نمک
کے برابر بھی نہ تھے۔ مگر وہ اس زمانہ میں بھی اندر ہی اندر زار شاہی کے ختم
کرنے کی تیاریاں کرتے رہے۔ اور آخرکار ابھی جنگ ہو رہی تھی کہ
انہوں نے زار شاہی کا خاتمہ کر دیا۔

جنگ عظیم اور روس

جب سرویا میں آسٹریا کے ولی عہد سلطنت پر ایک بھاری سازش کے ذریعہ حملہ کیا گیا۔ جس سازش کی نسبت اخبار جان بل کے ذریعے یہ زار دنیا پر منکشف ہو گیا۔ کہ اس کا ہیڈ کوارٹر لندن میں تھا۔ اور وہاں سے ہی یہ تار ہلایا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ اس حملہ کے ذریعے دنیا کی ہولناک تباہی ہوا۔ جو صدیوں تک بھی بھول نہیں سکتی جس تباہی کا خیال کرتے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو محض چند خود غرض سلطنت کے بھوکوں کی حرص اور طمع نفسانی پورا کرنے کی غرض سے تمام دنیا کو دیکھنی نصیب ہوئی۔ اے نوع انسان تو اب بھی ہوش میں آ۔ اور ان خود غرض لالچی اور حرص کے بندوں کے پھندے سے آزاد ہونے کی کوشش کر تاکہ آئندہ پھر کبھی کروڑہا بندگان خدا کی جانیں ضائع نہ ہونے پاویں۔

آسٹریا نے یہ بے عزتی برداشت نہ کی۔ اور اس نے سرویا والوں سے اس کا جواب طلب کیا۔ مگر سرویہ نے بم پھینکنے والے کی حوالگی سے انکار کر دیا۔ اب جائے غور ہے۔ کہ سرویا آسٹریا کے مقابلہ میں ایک دن بھی ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا۔ سرویہ بیچارہ آسٹریا کے مقابلہ میں چیز ہی کیا تھا مگر باوجود اس کے آسٹریا کے مقابلہ میں

بے دھڑک کھڑے ہو جانا اور آسٹریا کے جائز مطالبہ کو بھی رد کر دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ معاملہ کچھ اور تھا۔ یعنی سرویا کی پیٹھ پر کوئی بھاری طاقت تھی جس کے بہکانے سے سرویہ نے یہ رویہ اختیار کیا۔ اور کھلے بندوں پہلے آسٹریا کے شہزادہ پر حملہ کر کے اور پھر اس کے قاتل کی حوالگی سے انکار کر کے آسٹریا کی سخت توہین کی۔ جو حد برداشت سے باہر ہو گئی۔ اور یاران فاطر کی مرادیں بر آنے میں اب کوئی کسر باقی نہ رہ گئی۔ دور دراز ملکوں میں جنگ کی تیاریاں مکمل ہونے لگیں۔ اور خلق خدا کی تباہی کا سمان بندھنے لگا۔

آخر آسٹریا نے مجبور ہو کر سرویہ کو اعلان جنگ بھیجا۔ مگر سرویا کو کیا خوف تھا۔ وہ تو یار لوگوں کے اکسانے پر پہلے ہی تیار تھا۔ اس کو کیا معلوم تھا۔ کہ اس جنگ میں سرویا کی زمین خون سے سرخ ہو جاویگی۔ اور سرویا کے فرزند ہر طرح سے تباہ و برباد ہو جاوینگے۔ اس نے فوراً اعلان جنگ منظور کر کے لڑائی شروع کر دی۔ آسٹریا اور اس کے ساتھ جرمنی بھی اس کی حمایت میں میدان جنگ میں اُتر آیا۔ یعنی خلق خدا کے خون سے زمین سرخ ہونے لگی۔

رُوس نے چونکہ انگلینڈ اور فرانس سے عہدنامہ کر رکھا تھا اس لئے اس عہدنامہ کے رو سے اس کو ان کا ساتھ دینا پڑتا تھا۔ اور ادھر سرویہ والے سلافی نسل کے تھے اور روس بھی سلافی خاندان کا تھا۔ اس لئے بھی اس نے سرویہ کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔ وہ سرویہ کی حمایت

میں آسٹریا کے مقابلہ پر آ گیا۔

یہ دو بھاری وجوہات روس کے اس طرف ہونے کی ہوئیں۔ مگر زار کی دلی خواہش جرمنی کی طرف تھی۔ کیونکہ روس اور جرمنی کا تعلق کئی پشتوں سے چلا آتا تھا۔ ۱۶۹۵ء سے ۱۹۱۵ء تک چھ زار ہوئے۔ اور ان میں سے پانچ جرمن میں بیاہے گئے۔ اس طرح گویا زار نکولس ۵/۶ جرمن تھا زار نکولس کی شادی بھی جرمنی میں ہی ہوئی تھی۔ اور اس پر زارینہ کا بڑا بھاری اثر بھی تھا۔

زار کے افسر بھی بہت سے جرمن کے ہی حمائتی تھے۔ کیونکہ قیصر نے کئی قسم کے لالچ وغیرہ برسوں سے ان لوگوں کو ڈال رکھے تھے۔ اور قیصر کے جاسوسوں کا روس میں مدت سے ایک قسم کا جال پھیلا ہوا تھا۔ جو ہر وقت جرمن کے مفاد میں مصروف رہتے اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ یہاں تک کہ زار کے بہت سے افسر خود بھی قیصر کے ایجنٹ تھے۔ گو زار دل سے جرمن کا ساتھی تھا۔ مگر بہت سی وجوہات تھیں جو اس کو جرمن کا ساتھ دینے سے روکتی تھیں۔ جن میں سے دو کا ذکر تو اوپر کیا گیا ہے۔ یعنی

(۱) سرویا اور روس کا ایک ہی نسل کا ہونا۔
(۲) انگلینڈ۔ فرانس اور روس کا عہد نامہ

علاوہ ان کے مندرجہ ذیل وجوہات بھی تھیں۔

(۱) چونکہ جرمن نے روس کی خام پیداوار حاصل کرنے اور اپنا تیار شدہ

مال روس میں فروخت کرنے کے واسطے اپنے بہت سے ایجنٹ خفیہ طور پر روس میں مقرر کر رکھے تھے۔ اور روس کی زمین خرید کر وہاں زمیندار بھی بنا دئے تھے۔ اور کئی ایک کو وہاں کارخانے کھول دئے تھے اس لئے روس کے زمیندار اور کارخانہ دار جرمن سے متنفر تھے۔ اور جرمن کی شکست چاہتے تھے۔

(۴) روس کی عام رعایا چونکہ شخصی حکومت کے برخلاف تھی۔ اور جرمنی میں شخصی حکومت تھی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک شخصی حکومت کو ضعف پہنچے تو دوسری جھٹ اس کی مدد کو آموجود ہوتی ہے اور جرمنی کئی دفعہ زارشاہی کی مدد کر چکی تھی اس لئے روسی رعایا جرمنی کی شکست کی دل سے خواہاں تھے۔ تاکہ زارشاہی سے وہ چھٹکارہ پاسکیں۔ اس لئے عوام جرمن کی طاقت کو نشٹ کر کے زار کی طاقت مٹادینے کے خیال سے جرمن کی مخالفت پر آمادہ تھے۔ ورنہ زار کی حکومت کی محبت کے خیال سے وہ ہرگز انگریزوں اور فرانس کے ساتھی نہ بنے تھے۔ ان کے دل میں ایک ہی خیال تھا کہ اس طرح زارشاہی کی طاقت کم ہو جاوے گی۔

گو جنگ میں روس نے اتحادیوں کا ساتھ دیا۔ اور لڑائی شروع بھی ہو گئی۔ مگر روس کی اندرونی حالت کچھ اور ہی تھی۔ اور اس میں کئی خیالات کے لوگ موجود تھے۔ بالخصوص چار قسم کے خیالات کے لوگ عام طور پر پائے جاتے تھے۔

(۱) سوشل ڈیموکریٹ جو قطعی طور پر جنگ کے برخلاف تھے۔ کیونکہ جنگ عام طور پر دوسرے ملکوں میں اپنی سلطنت پھیلانے یا اپنی تجارت کو بڑھا کر دوسرے ممالک کی دولت لوٹنے کے لئے ہی کئے جاتے ہیں۔ اور یہ اس فریق کے اصول کے خلاف ہے۔ ان کا اصول تو ساری دنیا میں آزادی انصاف اور مساوات کا پرچار کرنا ہے۔ مگر وہ بھی اس موقع پر محض اس واسطے چپ ہو رہے کہ اگر جرمنی شکست کھا گیا تو زار شاہی کے واسطے ان کو بہت سہولتیں حاصل ہو جاوینگی۔ اور پھر وہ روس میں آزادی اور مساوات قائم کر سکیں گے۔ اس فریق کا سردار کرینسکی تھا۔ جو بعد میں روسی پبلک کا وزیر اعظم مقرر ہوا۔

(۲) اسی فریق کا ایک حصہ تو قطعی طور پر جنگ کے برخلاف تھا۔ اور وہ کسی حالت میں بھی کسی فریق کا مددگار رہنے کو تیار نہ تھا۔ وہ تو اپنے اصول کا پابند تھا۔ کہ دنیا میں جنگ محض دوسروں کی تباہی اور بربادی کے واسطے ہی ظالم اور خودغرض لوگ شروع کرتے ہیں۔ اس لئے کسی فریق کی بھی مدد نہ کرنی چاہئے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جب ڈوما میں جنگ کے اخراجات کے واسطے روپیہ کی منظوری کا سوال پیش ہوا تو ان لوگوں نے صاف الفاظ میں کہدیا کہ

"ہم تو ہر طرح سے جنگ کے خلاف ہیں"۔

اور یہ کہہ کر ڈوما سے اٹھ کر چلے گئے۔

(۳) یہ مسٹر لینن کا فریق تھا۔ جس کو بالشویک کہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف جنگ

کے برخلاف ہی تھے۔ بلکہ ان کی دلی خواہش تھی۔ کہ لڑائی میں روس کو شکست ہو اور جرمن کی فتح۔ وہ کہتے تھے کہ ہم چونکہ روسی ہیں اس لئے دل سے زار کی شکست چاہتے ہیں۔ ان کا یہ مقصد نہیں کہ قیصر کے ساتھ ان کو محبت تھی۔ ان کو تو زار سے سخت نفرت تھی۔ ان کا خیال تھا کہ جب تک زار کو شکست نہ ہو ملک میں بیداری پورے طور پر پیدا ہو نہیں سکتی۔

یہ چوتھا فریق روس اور جرمن دونوں کی شکست چاہتا تھا۔ ان کا منشا تھا کہ زار کے ساتھ قیصر بھی خاک میں مل جاوے اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ مغربی میدان میں تو جرمن کو شکست ہوتی رہے۔ اور مشرقی یعنی روس کے میدان میں جرمن فتحیاب ہوتے رہیں لیکن ایسا کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ ایک ہی طاقت فتحیاب بھی ہو اور شکست بھی کھاوے۔

ان سب جماعتوں میں بالشویک فریق مگر تعداد کے لحاظ سے بہت کم تھے۔ مگر کام میں کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ یہ لوگ جب کام شروع کرتے ہیں تو زمین آسمان ایک کر دیتے ہیں۔ نہ ان کو دن سوجھتا ہے نہ رات۔ گرمی سردی ان کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتی۔ جب یہ کسی کام میں لگ جاتے ہیں تو مکمل کئے بغیر دم نہیں لیتے۔ لیکن اس کام میں تو ان کو ایک اور طرح سے بھی مدد مل گئی۔ وہ یہ کہ جس طرح یہ لوگ روس کی شکست چاہتے تھے۔ اسی طرح مگر اس کے بالکل برخلاف روسی افسر بھی روس کی شکست کے خواہاں تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ قیصر کی فتح سے ہی زار کا تخت مضبوط اور قائم رہ سکتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ بھی

اپنی طرف سے وہی کام کر رہے تھے جو بالشویکوں کی منشا کے مطابق تھا۔
بالشویکوں کا لیڈر لینن ان دنوں رُوس سے باہر تھا۔ وہ سوئٹزرلینڈ میں سوشل ڈیمو کریٹ نام کا ایک اخبار نکال رہا تھا۔ اور اس اخبار کے ذریعے اپنے ساتھیوں میں کھلے طور پر پرچار کر رہا تھا۔ کہ بحری اور بری فوج میں بغاوت پھیلا دیں۔ اور میدان جنگ میں لڑنے والی فوج کو ہر طرح ورغلانے کی کوشش کریں۔ اور اس میں شک نہیں کہ بالشویکوں نے اس کام کو کرنے میں ذرا کسر بھی اٹھا نہ رکھی ؛

آغاز جنگ کے پہلے ہی سال یعنی ۱۹۱۴ء میں ہی سرکار نے فوجوں میں بغاوت پھیلانے کے الزام میں پانچ بالشویک لیڈروں کو گرفتار کر لیا۔ جس کی ڈوما نے یک زبان ہو کر مخالفت کی۔ مگر اس کی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔ جس سے ڈوما کا دل پھر سے ٹوٹ گیا۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ رُوس بہت جلد ہار جاویگا۔ مگر جب بجائے شکست کے روز بروز روسی سپاہی آگے بڑھتے ہی گئے۔ اور گلیشیا کا بہت سا حصّہ ان کے قبضہ میں آگیا۔ تو ان روسی افسروں نے جو ابتک اس خیال کے بھروسے پر تھے کہ روس ہار جائیگا۔ اب عملی کام شروع کر دیا۔ اور ہر طرح سے رُوسی فوج کا حوصلہ پست کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسی راہیں اختیار کیں۔ جن سے روسی فوج کو کافی سامان جنگ اور گولا بارود نہ پہنچ سکے۔ کافی خوراک بھی نہ ملنے پائے۔ زخمیوں کی خاطر خواہ مرہم پٹی نہ ہو سکے۔

اور اگر سامان جنگ بھیجا بھی جاوے تو ٹھیک وقت پر نہ پہنچ سکے۔ ان کاموں کے متعلقہ محکموں میں ان لوگوں نے سخت گڑبڑ پھیلا دی۔ اور ادھر روسی جرنیل نے اپنے پاؤں بھی ڈھیلے کر دئے۔ یہ نظارہ دیکھ کر لوگوں کو ۱۹۰۵ء کی جنگ جاپان کی یاد تازہ ہونے لگی۔ جبکہ ایک دفعہ پچاس ہزار روسی سپاہیوں کو ننگے پاؤں ہی مارچ کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ ان کے بوٹ وزیر جنگ کے جیب میں جا پڑے تھے۔ مانچوریا میں جب سینکڑوں صندوق گولا بارود کے پہنچے تو کھولنے پر سب پتھروں سے بھرے ہوئے نکلے۔ اس جنگ میں مشہور جرنیل کروپاٹکن نے ساٹھ لاکھ روبل کمائے تھے۔ ایک روبل ڈیڑھ روپیہ کے برابر ہوتا ہے +

افسروں کی یہ کرتوتیں دیکھ کر ملک کی جمیستوؤں (میونسپل کمیٹیوں) نے ہر طرح سے امداد دینے کا بندوبست کیا اور میدان جنگ میں تین ہزار سٹیشن کھول دئے۔ جہاں سپاہیوں کی خوراک کا کافی ذخیرہ جمع کر دیا گیا۔ موزے اور بوٹ مہیا کئے گئے۔ زخمی سپاہیوں کے واسطے ہسپتال اور وٹرنری ہسپتال کھول دئے۔ میدان جنگ سے واپس اٹھا لانے کے واسطے موٹریں اور لاریاں مہیا کی گئیں۔ غرضیکہ جہانتک ممکن تھا سپاہیوں کی آرام وحفاظت وغیرہ کا بندوبست کر دیا گیا۔ مگر باوجود اس قدر بندوبست اور انتظام کے نوکرشاہی کی طرف سے ایک لفظ بھی ان کی کارکردگی کے شکریہ کا نہ نکلا۔ بلکہ الٹا انکے مطالبات رد

کر دئیے گئے۔ اور بعض اوقات ان کو تکلیفیں بھی دی گئیں ✦

ان ساری باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۵ء میں آسٹریا اور جرمنی کی مشترکہ فوج کے زوردار حملہ کرنے پر پولینڈ، لتھوینیا کے صوبے کورلینڈ اور لوینیا کا بہت سا حصہ اور اس طرح روس کا بہت سا علاقہ چند ہی دنوں میں جرمنی کے قبضہ میں آگیا۔ اور روس گویا نیست ونابود معلوم ہونے لگا ✦

اس حالت پر وچار کرنے کیلئے جولائی ۱۹۱۵ء میں ڈوما کا اجلاس منعقد ہوا۔ ڈوما کے ممبر جو سپاہی بنکر میدان جنگ میں لڑ رہے تھے اسی سپاہیانہ وردیاں زیب تن کئے اجلاس میں آ ڈٹے۔ اور آنکھوں دیکھے سارے حال ڈوما میں آ سنائے۔ شوشلسٹ ڈیموکریٹ لیڈر مسٹر ملیوکاف نے جوش بھرے الفاظ سے مندرجہ ذیل تقریر کی ✦

"آج ہماری مادرِ وطن سخت مصیبت میں پھنس رہی ہے۔ جمہور کی بدقسمتی سے جو خوف لوگوں کو معلوم ہوتا تھا وہ درست نکلا۔ پوشیدہ راز بھی ظاہر ہو گئے ہیں۔ اور جھوٹے گھوڑوں سے سرکار کی بے ایمانی اور بدنیتی کا یقین ہو گیا ہے۔ مگر ان بے بنیاد گھوڑوں سے ملک کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ لوگ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ سارا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا جاوے۔ اور آئندہ کے واسطے اس حالت کا نام ونشان ہی مٹا دیا جاوے اور وہ ہم سے امید کرتے ہیں۔ کہ ہم ان کی خواہشات کو پورا کریں"

مگر کرینسکی تو اور بھی اس سے آگے بڑھ گیا اور بولا کہ
"میں تو جمہور کی طرف سے ہاتھ جوڑ کر عاجزانہ طور پر عرض کرتا ہوں
کہ آپ لوگ جمہور کی حفاظت کا بوجھ اٹھا دیں۔ اور جمہور کی حکومت
قائم کرنے کیلئے اپنا سر ہتھیلی پر رکھکر لڑیں۔ اور ملک کی آبرو اور
عزت بچا دیں"

اسی طرح سارے ملک میں جلسے ہوئے کارخانہ داروں نے بھی
اسی مطلب کے ریزولیوشن پاس کئے۔ ایک نئی جماعت ترقی کن پیدا ہو
گئی۔ جسکا نام انجمن حفاظت تھا۔ سارے ملک سے ہی مطالبہ ہونے لگا۔
لیکن زار کی بے سمجھی نے ایک نہ مانی۔ بلکہ حکم ثانی ڈوما کے اجلاس
کی ممانعت کر دی۔

اس سے جمہور کے دل پر سخت صدمہ پہنچا۔ مگر لڑائی کے ایام کی
وجہ سے وہ اندر ہی اندر اس کو پی گئے۔ اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔
زار شاہی کے اس قسم کے یکے بعد دیگرے ظلم اس کی جڑوں کو اندر
ہی اندر کھو کھلا کر رہے تھے۔ اور اس کی عقل پر پردہ پڑا ہوا تھا۔
لیکن وہ اس کو محسوس نہیں کرتی تھی۔ روزانہ اس قسم کے واقعات ہوتے
تھے۔ مگر وہ آنکھیں بند کئے اپنے ہی خیال میں غرق عرت ظلم پر ہی
بھروسہ کئے نت نئے ظلم کرنے سے باز نہ آتی تھی۔

میدان جنگ میں سرکاری افسر ہر قسم کی بے ایمانیاں کر رہے
تھے اور ہر طرح سپاہیوں کا دل توڑتے تھے۔ اور ادہر زار کی

مشیر کمیٹی کے افسر زار کو انقلاب کا ڈر دکھلا کر اس سے جیسا چاہتے سخت قانون بنوا لیتے - اور عوام کو لُوٹتے تھے - میونسپل کمیٹیوں کے اجلاس زبردستی بند کرا دئے گئے - ٹیکسوں کی روزانہ بھرمار ہونے لگی - اور وہ بھی زیادہ تر غریبوں پر - باوجود پیداوار کثرت سے ہونے کے اناج کا بھاؤ سخت گراں رہنے لگا - تاکہ لوگ قحط سے تنگ آ کر شور مچاتے رہیں - اور زار شاہی کو انقلاب کا ڈر بنا رہے - اور سپاہیوں کی میدان جنگ میں ہر طرح حوصلہ شکنی کی جاتی - ان کو ہر ایک چیز سے تنگ رکھا جاتا سامان جنگ موقع پر نہ پہنچایا جاتا - مطلب یہ کہ جرمن فتحیاب ہوں اور زار شاہی کسی طرح قائم رہ جاوے - اور وہ من مانی کرتے رہیں ؛

زار نے روزمرہ کی شکستوں سے تنگ آ کر اور کوئی صورت کار نہ دیکھ کر نومبر ۱۹۱۶ء میں ڈوما کا اجلاس جو بند کر دیا گیا تھا پھر طلب کیا اس وقت زار اور عوام دونوں کے سامنے یہی ایک سوال تھا کہ آیا روس اتحادیوں سے الگ ہو کر جرمنی کے ساتھ صلح کر لیوے یا نہ - بالشویکو کے سوا باقی سب لوگ کیا امیر کیا غریب ملکی محبت کی خاطر ایک ہو گئے تھے - سوشلسٹ زمیندار کارخانہ دار - مزدور - کسان سب لوگ الگ صلح کے حق میں تھے - ادہر بالشویکوں کی طرح سرکاری افسروں کا فریق اور پردہ صلح کے برخلاف تھا - ڈوما ان سب باتوں کو برداشت نہ کر سکتی تھی - مسٹر پال ملیوکاف نے کھلے اجلاس میں وزیر اعظم پر لیفٹ اور غداری کا الزام لگایا اور ایک زبردست تقریر میں

اُس کے ثبوت میں کئی ایک حوالے دئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اس کے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود بھی وہ وزیر اعظم کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔

یہاں پر یہ ذکر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ زارینہ ایک بڑے ہوشیار اور چالاک شخص مسمّی روس پوٹن کے اڈے چڑھی ہوئی تھی۔ جو قیصر کا ایجنٹ خیال کیا جاتا تھا اس شخص کا ذکر مفصل طور پر آگے چلکر کیا جاویگا۔ وزیر داخلہ اس کا ہی ایک ساتھی زارینہ کے کہنے پر مسمّی پروٹ پوپاک مقرر کیا گیا تھا۔ جو روس پوٹن اور زارینہ کی مرضی کے مُطابق کام کر رہا تھا۔ اور زارینہ قیصر کے خاندان سے تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اگر اسوقت جرمنی کے ساتھ صُلح کر لی گئی یا جرمن ہار گیا تو انقلاب پسند لوگ یکدم بلوا کر کے ہم لوگوں کا ستیاناس کر دینگے۔ اس لئے ایسی کوشش کی گئیں۔ جس سے روسی فوج میدان جنگ میں بالکل چکنا چُور ہو جاوے اور جمہور کی قوت ٹوٹ جاوے ؛

دسمبر ۱۹۱۶ء میں ڈوما کا جب اجلاس ہؤا تو پھر یہ معاملہ پیش ہؤا۔ کہ جرمنی سے اتحادیوں کو چھوڑ کر صلح کر لی جاوے یا نہ۔ کیونکہ ۱۲ دسمبر کو جرمنی نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ وہ روس سے علیٰحدہ صُلح کرنے پر تیار ہے۔ اس پر وچار ہونے کے بعد ڈوما نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ روس اتحادیوں کو چھوڑ کر ہرگز صُلح نہیں کر سکتا۔ دوسرا ریزولیوشن ڈوما نے یہ پاس کیا۔ کہ وزرات ہر ایک معاملہ میں ڈوما کے آگے جوابدہ رہے۔ اس

معاملہ کی منظوری زار کی منظور نظر امپیریل کونسل نے بھی دے دی۔ کیونکہ روس پوٹین اور پروٹ فوفاک کی کارستانیوں سے سارے افسر بدظن تھے۔ اور تنگ آ چکے تھے۔ ان کے واسطے ملامت کا ووٹ پاس ہُوا۔ اور میونسپل کمیٹیوں وغیرہ کے جنہوں نے میدان جنگ میں مدد دیکر بھاری خدمات سرانجام دی تھیں۔ شکریہ کے ریزولیوشن پاس ہوئے *

راس پوٹین اور اس کا قتل

یہ شخص سائبیریا کے ایک غریب کسان کا لڑکا تھا۔ اُس کا اصلی نام گریگری نودِکھ تھا۔ مگر اس کی گندی اور میلی پوشاک اور رہائش کی وجہ سے اس کے ساتھی لڑکے اس کو راس پوٹین کہکر پکارنے لگے۔ جس کے لفظی معنی گندا کتا ہوتے ہیں۔ اس کا یہی نام اور یہی طرز زندگی مرتے دم تک قائم رہا۔ اسکی زندگی کا پہلا حصہ شرارتوں میں ہی گذر گیا۔ مگر پھر وہ ڈاڑھی اور جٹا بڑھا کر سادھو رُوپ بن گیا اور جسم پر کمبل اوڑھے سارے روس میں چکر لگاتا رہا۔ اور اُس نے یہ مشہور کر رکھا تھا۔ کہ روس پوٹین بڑا اولیا اور کراماتی ہے اس کے ہاتھ لگنے سے بیماریاں بھاگ جاتی ہیں۔ تھوڑے دنوں میں اس کے گرد بہت سے چیلے چانٹے اور خاصکر عورتوں کا گروہ جمع ہوگیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس نے اپنا مذہب جاری کردیا۔ جس میں ماس۔ شراب کا خوب استعمال کرکے

عورت مرد خوب ہار سنگار کر کے خدا پرستی کے واسطے اکٹھے ناچتے تھے۔ اس قسم کے مذہب اکثر جگہوں پر ایسے خیالات کے لوگوں خاصکر شہوت پرست عورتوں کو بہت پسند آجاتے ہیں۔ اور شہوت پرست لوگ جھٹ پیرو بن جاتے ہیں۔ یہ مذہب روس میں بہت پھیل گیا۔ یہانتک کہ بڑے بڑے سردار اور امیر گھرانوں کی عورتیں بھی اس کی بارگاہ میں حاضر رہنے لگیں۔ تھوڑے ہی دنوں بعد زارینہ اور خود زار بھی اس کے مذہب میں شامل ہو گئے اور اس کے خاص چیلے بن گئے زارینہ کے خیالات اور جذبات بالکل اس مذہب کے مطابق تھے۔ ایکدفعہ زار کا اکلوتہ بیٹا بیمار ہو گیا۔ زارینہ اس کو اپنے مرشد کے پاس لیگئی۔ وہ اس کے علاج سے بالکل تندرست ہو گیا۔ اس وقت سے روس پوٹین کا مہاتما پن خوب مشہور ہو گیا۔ وہ ہمیشہ شیخی مارا کرتا تھا۔ کہ میں صرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی ولی عہد کے سب دکھ دور کر دونگا۔ ان وجوہات سے راس پوٹین کی زار اور زارینہ کے ہاں بہت چلتی تھی اور وہ دونوں اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔

اگر وہ نیک آدمی ہوتا تو وہ اس بات کا فائدہ اٹھا کر کچھ تعلیم حاصل کر کے اور اچھے کام کر کے دنیا میں ہمیشہ کیواسطے اپنا نیک نام چھوڑ جاتا۔ مگر وہ تو خود بڑا لالچی اور شہوت پرست تھا۔ روس کے کتنے ہی امیر گھرانوں کی عزت اس نے مٹی میں ملادی تھی۔ اس کے لالچی ہونے کا فائدہ اٹھا کر قیصر نے اس کو اپنی طرف کر لیا۔ اور اس کے ذریعہ سے جو

چاہتا کروا لیتا تھا۔ اس کو رشوت دے کر کوئی بھی جو چاہے پنچ سے پنچ کام کرا سکتا تھا۔

اس لئے اس کا انجام بھی اس کی زندگی کے بالکل مطابق ہی ہؤا۔ رُوس کے لوگ اس سے اس قدر متنفر ہو گئے تھے کہ کئی دفعہ اس کے قتل کی خبریں مشہور ہوئیں۔ لیکن جنگ چھڑ جانے اور اس کے جرمن کی حمایت کرنےکی وجہ سے تو اب اس کو بھی اپنی زندگی خطرہ میں نظر آنے لگی۔ اس واسطے اس نے لوگوں سے ملنا جلنا تقریباً بند کر دیا تھا۔ اور اپنے مکان کے چاروں طرف سخت پہرہ بٹھا دیا۔ ایام جنگ میں اس نے رُوسی رعایا کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔

۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء کی رات کو پرنس یسوپوف نے اس کو ضیافت کی دعوت دی۔ اور اس کو اپنی موٹر میں بٹھا کر اپنے مکان پر لے آیا۔ کھانے کے بعد پرنس نے دو اور سرداروں کے ساتھ حسب معمول شراب کی بوتلیں کھولیں۔ اور دور چلنے لگا۔ اس وقت پرنس نے شائستگی کے ساتھ راس پوٹین سے کہا کہ ہم نے تمہیں قتل کرنے کیلئے بلایا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم خود اپنے آپ کو گولی سے ہلاک کر لو۔ ورنہ ہم کو یہ تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ اور ایک پستول بھر کر اس کے آگے رکھدیا۔ اُس نے پستول اٹھا لیا اور گولی چلائی کس پر۔ اپنے آپ پر نہیں پرنس پر۔ اس کا یہ نشانہ خطا گیا۔ کہ جھٹ ہی اس کے جسم پر تین گولیاں لگیں۔ اور وہ دھڑام سے زمین پر آگرا۔ گولیوں کی آواز سنکر پولیس دوڑی آئی۔ مگر پرنس نے کہدیا کہ

ایک پگلا کُتا تھا۔ اُس پر گولی چلائی گئی ہے۔ اس پر پولیس والے واپس لوٹ گئے۔ اس کے بعد لاش دریا میں بہادی گئی۔ اور پھر خود ہی پولیس کو بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی گئی۔ شہر میں خبر ہونے پر دوسرے دن ایک بڑا بھاری جلسہ ہؤا اور اس میں راس پوٹین کے قتل پر قاتلوں کو مبارکباد دی گئی۔ جمہور نے اس واقعہ کو بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اس قتل سے روس کے سر سے ایک زبردست بلا ٹل گئی جس نے روس کی تباہی و بربادی میں نمایاں حصّہ لیا تھا۔

امپیریل کونسل میں تبدیلی

راس پوٹین کے قتل کے تھوڑے ہی دن بعد یعنی ۱۹۱۷ء کے شروع میں زار نے امپیریل کونسل کے ان ممبروں کو جنہوں نے ڈوما کی مرضی کے مُطابق رائے دی تھی کونسل سے نکال دیا۔ اور ان کی جگہ اپنی مرضی کے اور آدمی جو جمہور کی آواز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ اس کے برخلاف چلتے۔ ممبر مُقرر کر دئے۔ اور جنوری میں جو ڈوما کا اجلاس منعقد ہونیوالا تھا اس کو ایک ماہ کیواسطے ملتوی کر دیا۔ پریس پر سنسر بٹھا دئے۔ شہر میں پولیس اور بڑھا دی۔ اور مناسب موقعوں پر مشین گن چڑھا دی گئیں۔ افسوس کہ ادھر میدان جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے کیواسطے تو توپیں مہیا نہ ہوسکتی تھیں۔ مگر اپنے بھائیوں پر گولوں کی بوچھاڑ کرتے کیواسطے

رُوسی وزیر نشانہ جما رہے تھے۔ ملک میں سخت ابتری پھیل گئی۔ شہر پیٹروگراڈ میں اناج آگے ہی کافی موجود نہ تھا۔ مگر جنگ کی وجہ سے اور کارخانے کھل جانے کے باعث دیہات سے بہت سے مزدور بلائے گئے تھے۔ اور قحط کی وجہ سے سارے شہر میں صرف ایک دو دو کانوں پر ہی ایک دن کے واسطے روٹیاں خرید کی جاسکتی تھیں۔ اس لئے ان دو کانوں پر اس قدر بھیڑ لگی رہتی تھی کہ شام کو کام سے فارغ ہو کر کارخانوں سے آنے والے مزدوروں کو ساری رات دکان کے باہر کھڑے رہنے کے باوجود بھی روٹی نہ ملتی اور سورج نکلنے پر بھی خالی پیٹ ہی کارخانے میں حاضر ہونا پڑتا۔ لیکن بیچاروں کو روٹیاں نصیب نہ ہوتیں۔ آخر یہ حالت کب تک قائم رہ سکتی تھی۔ پنجابی مثل ہے۔ پیٹ نہ پئیاں روٹیاں سبھے گلاں کھوٹیاں۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ مزدور لوگ ہڑتالیں کرنے لگے۔ دیہات میں ہزاروں آدمی بھوک سے بلکنے لگے۔ آخر ۷ فروری کو تین لاکھ مزدوروں کی ہڑتال ہوگئی۔ لیکن لیڈروں کی کوشش سے اس وقت بھی لوگ شانت رہے۔ اور اس قدر تنگی کے باوجود لوگوں کی طرف سے کوئی سختی نہ ہوئی۔ ۸ مارچ ۱۹۱۷ء کا دن نکل آیا۔ شہر پیٹروگراڈ میں بالکل اُداسی چھائی تھی۔ یہ بات کسی کے وہم گمان میں بھی نہ آسکتی تھی۔ کہ آج سے آٹھ دن بعد کایا پلٹ جاویگی۔ اور برسوں کی محنت کا پھل چکھنے کا دن آجائیگا۔ اور یہ حالت بدل کر نقشہ دگرگوں ہو جاوے گا۔ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

انقلاب عظیم

۱۰ مارچ کو سنیچر کی وجہ سے جب مزدور کارخانوں سے واپس آئے اور ہفتہ بھر کی مزدوری ملنے کے باعث سے خوشی سے سڑکوں پر سیر کرتے پھرتے تھے۔ تو ہڑتالی لوگ بھی ان میں آشامل ہوئے۔ حتیٰ کہ شہر کے تقریباً سب کارخانوں میں ہڑتال کی ٹھہر گئی۔ بھوک کی وجہ سے ہڑتالیوں نے ایک دوکان لوٹ لی۔ اور پولیس نے کچھ آدمی گرفتار کر لئے۔ مگر فوج کے کاسک سواروں نے پولیس سے ان آدمیوں کو چھڑا کر عوام کے سپرد کر دیا۔

۱۱ مارچ کو اتوار کا دن تھا۔ جب لوگ صبح کو اٹھے تو چاروں طرف دیواروں پر سرکاری اعلان چپکے پائے:۔

بازاروں میں کوئی بھیڑ نہ لگے اگر بھیڑ ہوئی تو پولیس گولیاں چلاکر منتشر کر دیگی۔ سب مزدور اپنے اپنے کام پر واپس چلے جاویں۔ ورنہ میدان جنگ میں خندقوں میں بھیج دئے جاویں گے،،

لوگ اس اعلان کو پڑھ کر بھی خائف نہ ہوئے اور بازاروں اور سڑکوں پر ویسی ہی بھیڑ لگی رہی گویا کہ کوئی اعلان ہوا ہی نہیں۔ عوام پر اس اعلان کا مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ پولیس نے اپنے حکام کے حکم سے لوگوں پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ جس سے دو صد آدمی ہلاک ہو گئے۔

پھر ایک پلٹن کو گولی چلانے کا حکم ملا۔ مگر اس نے حکم ملتے ہی بجائے
لوگوں پر گولی چلانے کے حکام پر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ اور وہ جمہور
میں شامل ہو گئے۔

اس وقت ڈوما کا اجلاس ہو رہا تھا۔ صاحب صدر نے میدان جنگ
میں زار کے نام پیٹرو گراڈ کی حالت کے متعلق تار روانہ کیا۔ اور لکھا کہ
حالت نازک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو جس پر عوام کا اعتماد ہو۔ مکمل اختیارات
عطا فرمائے جائیں۔ تاکہ حالت بہتر ہو سکے۔ مگر اس کا اثر الٹا ہوا۔ وزیر اعظم
پرنس کالیٹزن نے ڈوما کی موقوفی کا حکم بھیج دیا۔ جس کو ماننے سے ڈوما نے
صاف انکار کر دیا اور ایک چھوٹی سی کارکن کمیٹی بنا کر اس کے روزانہ
اجلاس ہونے لگے۔ اور ایک ریزولیوشن اس مطلب کا پاس کر کے شائع
کر دیا گیا۔

"آج سے ڈوما ہی روس میں از روئے قانون منتظم اور با اختیار کمیٹی ہے"

انقلاب کا نقارہ بج گیا۔ ۱۲ مارچ ۱۹۱۷ء کو راستوں میں بھاری ہجوم
جمع ہو گیا۔ آج پھر سوار پلٹن کو گولیاں چلانے کا حکم ملا۔ اور کل کی طرح آج بھی حکم
دینے والوں ہی پر گولیاں چلیں۔ زار کی سب سے عزیز اور قابل اعتماد گارد جس کا
نام بریٹ جنگی گارد تھا سب سے پہلے عوام سے آملی۔ اور اس کے بعد بہت سی پلٹنیں
لوگوں میں آشامل ہوئیں۔ انہوں نے اسلحہ خانوں پر قبضہ کر لیا۔ اور بے ہتھیار لوگوں
میں یہ ہتھیار بانٹ دئے۔ اب لوگ بھی سرکاری فوج اور پولیس کی طرح باہتھیار
ہو گئے۔ اور شاہی فوجوں کے ساتھ مل جانے سے ان کے دل سے خوف بالکل اٹھ گیا۔

قریب پچیس ہزار فوج عوام سے آملی تھی۔ جنکی مدد سے لوگ یکے بعد دیگرے سرکاری عمارتوں پر قبضہ کرتے گئے۔ سب سے پہلے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے جیلخانوں پر قبضہ کر کے پولیٹیکل قیدی رہا کردئے گئے۔ لوگوں نے خوشی کے جشن منائے۔ اس کے بعد سرکاری دفاتر اور خفیہ پولیس کے دفتروں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور تمام کاغذات جو جمہور کے برخلاف وہاں جمع کر رکھے تھے۔ آگ کی نذر کردئے گئے۔ پولیس کے تھانے تمام دن جلتے رہے۔ اور رعایا پر گولیاں چلانے والی پولیس کی ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر خبر لی گئی۔

اب پیٹرو گراڈ میں ڈوما کا راج ہو گیا۔ اور ڈوما کے پریذیڈنٹ نے پہلے سے زیادہ زوردار الفاظ میں زار کو تار بھیجا۔ مگر اس کے کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ وزیراعظم کے تار پر زار میدان جنگ سے پیٹرو گراڈ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ اور ایک بڑی بھاری فوج لوگوں کو دبانے کے واسطے بھی آرہی ہے۔ ادہر ڈوما کا اجلاس شروع تھا۔ فوج اور مزدور پارٹی کے نمائندے اب یہ جاننے کے واسطے کہ آگے کیا کریں۔ وہاں بیٹھے تھے۔ ڈوما نے اس روز شانتی قائم رکھنے اور قانون اور قاعدہ کی پابندی کے واسطے ہی زور دیا۔ سرکاری آدمی یکے بعد دیگرے ڈوما کے سامنے انصاف کے واسطے گرفتار کر کے لائے جاتے تھے۔ آخرکار پروٹوپوپاف آیا۔ اس وقت رات کے بارہ بج چکے تھے یہ خود بخود آحاضر ہوا اور دربانوں سے اندر جانے کی اجازت مانگی۔ نام پوچھنے پر اپنا نام پروٹوپوپاف اپنا نام بتایا۔ اور کہا کہ میں کمیٹی کے ماتحت ہوتے آیا ہوں۔ اور جمہور کی کامیابی کا خواہاں ہوں۔ پرماتما کی لیلا بھی دلچسپ ہے۔ یہی شخص پہلے

جمہور کا آدمی تھا۔ اور جب ایک ڈیپوٹیشن انگلینڈ گیا تھا تو یہ بھی اس کا ممبر تھا اور انگلینڈ میں اس قدر زبردست تقریریں کیں کہ بہت سے لوگ وہاں روس کی جمہور کی طرف دار ہو گئے تھے۔ مگر واپسی پر یہ راس پوٹین کا آدمی بن کر زار کا خاص آدمی بن گیا۔ اور رعایا پر اس قدر ظلم کئے کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ اسواسطے لوگ اس کو پاگل وزیر کہا کرتے تھے۔

۱۳ مارچ کی صبح ہوئی۔ مزدوروں نے اپنی ایک الگ کونسل بنائی جس کا پریذیڈنٹ شیڈج اور نائب صدر کونسکی مقرر ہوئے۔ اس میں اور ڈوما میں صرف اس قدر فرق تھا۔ کہ ڈوما میں نرم فریق زمیندار اور دولتمند تعداد میں زیادہ تھے اور مزدوروں کی کونسل میں جس کا دوسرا نام سوویٹ کونسل بھی تھا۔ زیادہ تعداد درمیانہ درجہ اور غریب لوگوں کی تھی۔ مگر ان دونوں کے کام میں کوئی بڑا اختلاف نہ تھا۔ اس وقت شہر میں اناج کی سخت قلت تھی۔ اور یہ دونوں سبھائیں ملکر اس کا انتظام کرتی تھیں۔ گو سوویٹ کونسل میں تقریباً اور سب قسم کے لوگ شامل تھے مگر بالشویکوں کا اس میں بالکل کوئی حصہ نہ تھا۔ اور نہ ہی یہ لوگ ابھی تک ان پارٹیوں یا سبھاؤں میں شامل ہوئے۔

۱۳ کی شام کو ماسکو سے بھی تار آ گیا کہ وہ اپنے آپ کو ڈوما سے ملحق کرتے ہیں اور اس کے حکم کی فرمانبرداری کرینگے۔

ابھی سرکاری عمارتوں اور دفتروں کو جلانے کا کام جاری تھا۔ کہ لوگوں نے بحری چھاؤنی کو گھیر لیا۔ اور چھتیس گھنٹے تک محصور رکھا۔

سینٹ پیٹر کے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ اور باقی بچے ہوئے سرکاری افسر بھی سب گرفتار کر لئے گئے ٭

دوسرے دن ۱۴ مارچ کو ڈوما اور سوویٹ کونسل کا اجلاس ہوا۔ اور انتظام ملک کی بابت بحث ہوئی۔ ڈوما کا خیال تھا کہ زار کو تخت سے علیحدہ کر کے اس کی جگہ شاہی خاندان کا کوئی آدمی تخت پر بٹھا کر انگلینڈ کی طرح پارلیمنٹ بنالی جاوے۔ مگر کونسل اس کے سخت برخلاف تھی۔ وہ تو ریپبلک بنانا چاہتی تھی۔ سارا دن بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ مگر کوئی بات طے نہ ہو سکی ٭

۱۴ مارچ کو جنرل آیوانوف جس کو زار نے فوج دیکر پیٹروگراڈ کی حالت سدھارنے کے واسطے روانہ کیا تھا۔ ابھی وہ رستہ میں ہی تھا کہ اس کی ٹرین روک دی گئی اور اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ اسی طرح زار کی ٹرین بھی پیٹروگراڈ سے کچھ دور پسکوف سٹیشن پر روک لی گئی۔ جنرل وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ زار نے اس کو بلا کر کہا کہ اس کو جمہور کے مطالبات منظور ہیں۔ اور پاس ہی میز پر اس مطلب کا لکھا ہوا حکم جس پر زار کے دستخط اور مہر لگی ہوئی تھی دکھلایا۔ مگر جنرل نے گردن ہلا کر کہا۔ اب اس کا بھی وقت گذر گیا۔ اب تو تخت سے برطرف ہونا پڑیگا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ گیا ٭

۱۵ تاریخ دوپہر کو ڈوما اور سوویٹ کونسل میں بھی سمجھوتا ہو گیا اور یہ بات طے ہوئی کہ زار تخت سے دست بردار ہو جاوے۔ اور ڈوما سلب

فریقوں کی ایک عارضی گورنمنٹ قائم کرے اور یہ عارضی گورنمنٹ Government ملک کا انتظام کرے۔

اسی وقت ایک وزارت قائم کیگئی۔ جس میں زیادہ تعداد نرم فریق کے آدمیوں کی تھی۔ اس کا صدر (پریذیڈنٹ) بھی نرم فریق کا پرنس جارج سلوف منتخب کیا گیا۔ اور لیبر پارٹی کا صرف ایک کرنسکی ہی منتخب ہو سکا۔

۱۵ تاریخ دیپروار کا دن روس کی تاریخ میں ایک شاندار اور مبارک دن تھا۔ جب کہ زار شاہی کا خاتمہ اور آزاد گورنمنٹ کی بنیاد پڑی اور اس قدر دیش بھگتوں کی قربانیاں آخر کار کامیاب ہوئیں۔ زار نے تخت سے استعفےٰ دیدیا۔

شام کو ڈوما کی طرف سے گچکوف اور شولگن زار کو ملنے گئے۔ زار اس وقت ٹرین میں بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ انہوں نے ساری کہانی شروع سے لیکر مفصل زار کو سنائی۔ زار نے سب بات سنکر ان سے سوال کیا۔ اب تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ تب گچکوف نے جواب دیا۔ نئی گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ آپ اپنے ولی عہد کو گدی دے دیویں۔ اور اپنے بھائی گرانڈ ڈیوک میکائیل کو ایجنٹ بنادیں اور خود تخت سے دستبردار ہو جاویں۔ زار نے پل بھر سوچ کر ایک لمبی آہ بھری اور پھر ہاتھوں سے آنکھیں ڈھانپ لیں۔ اور کہا میں ولی عہد سے الگ ہونا نہیں چاہتا میں اپنے بھائی کو گدی دیتا ہوں۔ کاغذ دے دو اور کاغذ پر زار نے مفصلہ ذیل عبارت لکھی۔

"خدا کی منشا کے مطابق ہم نکولس دوم تمام روس کے شہنشاہ پولینڈ
کے زار اور فن لینڈ کے ڈیوک اپنی قابل اعتماد رعایا کو مطلع کرتے ہیں۔ کہ
آج تین برس سے ہمارے دشمن ہمارے اس عزیز ملک کو فتح کرنے
کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ کہ
خدائے پاک کی مرضی سے ایک اور مشکل امتحان روس کے سر پہ آپڑا ہے۔
ملک کی اندرونی گڑبڑ کی وجہ سے لڑائی میں مشکلیں آپڑی ہیں۔ روس کی قدرتی
ترقی۔ اس کے بہادر سپاہیوں کے کارنامے نمایاں۔ اس کے فرزندوں کے
جان ومال اور ہمارے اس عزیز وطن کی حفاظت کیلئے جس قدر بھی
ممکن ہو سکے قربانیاں کر کے اس جنگ میں کامیاب ہونا ضروری ہے۔ دشمن
کی یہ آخری زبردست کوشش ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہمارے بہادر
سپاہی اتحادیوں کی مدد سے اس کو جیت لیں گے۔

ایسے نازک وقت پر فتح حاصل کرنے کیلئے ہماری رائے میں جمہور
کی ساری طاقت اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ امپیریل ڈوما کی رائے کے
مطابق ہمیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ مادر وطن کی بہتری کی خاطر
ہم تخت سے دستبردار ہو جاویں۔ اور اختیارات دے دیں۔

ہم اپنے عزیز بیٹے کو اپنے سے جدا رکھنا نہیں چاہتے۔ اسلئے
ہم اپنے بھائی گرینڈ ڈیوک میکائیل الیگزینڈر روچ کو تخت کا مالک قرار
دیتے ہیں۔ ان کا اور ان کے بعد اس تخت پر بیٹھنے والے کا بھلا ہو۔
ان کو تخت سپرد کرتے وقت ہم اپنے بھائی سے یہ بات کہنی چاہتے

ہیں کہ وہ جمہوری مجلس کے قائم مقاموں کے ساتھ ہم رائے ہو کر راج کریں۔ اور عزیز مادر وطن کا دھیان کرتے ہوئے ان کے سامنے اسی قسم کی قسم کھائیں۔

نیز اپنی فرزند روسی رعایا سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ مشکل وقت میں وہ اپنے بادشاہ کا حکم مانتے ہوئے اپنے پاک فرض کو بجالاویں اور روسی رعایا کو روس کی روز افزوں ترقی کیواسطے اپنے قائمقاموں کی مدد کرنی چاہیئے ۔

"خدائے پاک روس کی مدد کرے"

یہ دستبرداری لکھ کر زار نکولس جو پندرہ کروڑ روسی رعایا کا حکمران تھا۔ آن کی آن میں حکومت سے برطرف ہوگیا۔ خدا کی شان کیسی عجیب ہے۔ آج سے پہلے وہ شخص جو دنیا میں سب سے بڑی سلطنت کا مالک اور مطلق العنان تھا۔ آج بالکل بے یار و مددگار۔ بے پر اور بے سہارا ہوگیا۔ اس موقع پر جو دلیری جو حوصلہ اور فراخ دلی اس نے دکھائی۔ اگر وہ اپنی حکومت کے ایام میں بھی اس پر عمل پیرا ہوتا تو اسے یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔

پرماتما کی لیلا کیسی عجیب ہے۔ سارے روس کا مالک زار آج الگ ایک کونے میں بیٹھا ہے۔ سرکاری افسر جو لوگوں پر دن دہاڑے مظالم ڈھایا کرتے تھے۔ آج ان کا کہیں نام و نشان بھی نظر نہ آتا تھا۔ اگر کچھ دکھائی پڑتے تھے تو جیل کی دیواروں کے اندر۔ اور وہ انقلاب پسند جو پوشیدہ طور پر اپنی زندگی کے دن گزارا کرتے تھے جو کہ ظاہر ہو جانے پر پھانسی

انکی منتظر کھڑی تھی آج گرینڈ ڈیوک اور پرنس پر حکومت کر رہے تھے فوجیں انہیں کے حکم کے ماتحت تھیں۔ سارا روس انکے ہی اشارہ پر چلتا تھا۔

جمہور کی فتح ہوگئی۔ شخصی حکومت کا ہمیشہ کیلئے روس میں خاتمہ ہو گیا۔ لیکن بڑا کام تو ابھی آگے تھا۔ یعنی ملک کے انتظام کو باقاعدہ اور درست کرنا۔ جو کچھ کہ اب تک ہوا۔ یہانتک تو ہر ایک فریق کیا ڈوما۔ کیا فوج۔ کیا مزدور اور کیا باقی لوگ سب متفق الرائے تھے۔ مگر مشکل مرحلہ ابھی آگے تھا جو طے ہونا باقی تھا۔

اب معاملہ روس کی باگ ڈور سنبھالنے کا تھا۔ ڈوما میں زیادہ تعداد طبقہ امرا کی تھی۔ وہ لوگ دور اندیش مدبر اور معاملہ فہم تو تھے مگر ان میں کام کرنیکی ہمت بہت کم تھی۔ ایسے موقعوں پر جس دلیری قربانی اور سرگرمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ان میں عنقا صفت تھی۔ عوام کے خیال میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی تھی کہ زارشاہی کا خاتمہ ہوتے ہی ہمارے سب دکھ اور مصیبتیں دور جاینگی۔ اس لئے ان کو تو وہی بات پسند آسکتی تھی۔ جو ان کی خواہشات کو پورا کرے اسکے سوا وہ کسی بات کو بھی منظور کرنے کو تیار نہ تھے۔ ڈوما جو امرا کی ہی مجلس تھی۔ وہ کسی طرح بھی غربا کے مطالبات پورے نہ کر سکتی تھی۔ البتہ لیبر یونین یعنی سوویٹ کونسل پر لوگوں کو یہ امید ہو سکتی تھی کہ وہ انکے بندھن ڈھیلے کر سکیگی۔ مگر اس کے ممبر سب ناتجربہ کار تھے۔ کیونکہ اس سے پہلے ان کا ملک کے انتظامی معاملات میں کوئی دخل نہ تھا۔

———

مارکسٹ تحریک

ہر ایک آدمی دُنیا کو اپنے ہی رنگ سے دیکھتا ہے۔ اور مختلف انسانوں کی نگاہ میں مختلف دکھائی دیتا ہے۔ سنتوں مہاتماؤں کی نگاہ میں دنیا گناہوں سے پُر ہے۔ ایک موچی کی نگاہ میں دُنیا مرمت طلب جوتوں سے بھری پڑی نظر آتی ہے۔ بادشاہوں کی نگاہ میں دنیا میں سوائے رعیت کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک محقق کی نگاہ میں دنیا محض تجربات اور تحقیقات کیواسطے ہی پیدا شدہ نظر آتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک آدمی دنیا کو اپنے ہی نکتہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اپنے ہی خیال کے مطابق اس میں مناسب اصلاح کا خواہشمند رہتا ہے +

ابتدائے آفرینش سے لیکر آجتک افلاس کا مسئلہ دُنیا کے سامنے رہا ہے۔ اور ہر ایک شخص جس کے دل میں نوع انسانی کی بہتری اور بہبودی کا خیال پیدا ہؤا۔ اس نے اس افلاس کے معمہ کو حل کرنیکی اپنی فہم و فراست کے مطابق کوشش کی۔ ڈاروِن نے دُنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ قدرت ساری مخلوق کیواسطے کافی سامان خوراک پیدا نہیں کرتی۔ دنیا کے کمسریٹ کا انتظام نہایت ناقص اور خراب ہے۔ جس کیوجہ سے تمام جاندار خوراک کی کمی کے باعث ہمیشہ قحط میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ اس سے نجات یا خلاصی پانیکی خواہش بنی رہتی ہے۔

قدرت کی نباتاتی پیداوار کی کمی کے باعث انسان نے دوسری جاندار ہستیوں کو اپنی خوراک بنایا اور شکار کو ایک خوراک کا ذریعہ تجویز کیا۔ مگر اس حالت

ہیں شکار کرتے کرنے بعض اوقات حضرت انسان کو خود بھی شکار ہو جانا پڑا پھر اپنی
خوراک کے مختلف ذریعے تجویز ہوئے۔ قدرت کی نباتاتی پیداوار کے علاوہ خوراک کے
واسطے گلّہ بانی شروع کی لیکن جب اسطرح بھی خوراک کافی مقدار میں میسر نہ ہوئی
تو اس سے بھی قدم آگے بڑھایا اور نیا دَور شروع ہوتے ہی اشیاء کی حالت تبدیل
ہوگئی۔ اور افلاس کو دور کرنے کی خاطر زراعت کی ایجاد ہوئی۔ اور زراعت کے ذریعے
ایک دانہ سے ہزار دانے پیدا ہونے لگے مگر پھر بھی انسانوں کا افلاس دُور نہ ہوا۔
بلکہ دن بدن حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ اور باوجود زراعت کی زبردست
اختراع و ایجاد کے حضرت انسان افلاس کے پنجہ میں اسی طرح گرفتار ہے۔ یہ کیا
وجہ ہے کہ مفلسی سے اس کا چھٹکارا نہیں ہوتا۔ جُوں جُوں ہم گذشتہ زمانہ کی طرف
نگاہ دوڑاتے ہیں۔ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو اس ظالم اور موذی افلاس
کے ہاتھوں نالاں اور گریاں ہی پاتے ہیں۔ روم جیسے ایران اور زمانہ قدیم کے دیگر
ممالک کے باشندوں نے اس افلاس کے ہولناک اور بھیانک نظارے دیکھے۔ مگر
کسی طرح سے بھی نجات نہ ملی۔ ہندوستان قدیم کے رشی، منی، سنت اور مہاتما ان
پریشانیوں کو روزمرہ دیکھتے رہے۔ مگر انہوں نے اسطرف دھیان دینے کی تکلیف گوارا
نہ کی۔ وہ کسانوں کے پیدا کردہ اناج اور دیگر اشیاء پر گذارہ کرتے رہے۔ مگر ان کو
ہی دنیا کی مادی اشیاء کی محبت میں پھنسنے کا ملزم ٹھہرایا۔ اور انکو ہی ہر وقت کوساکہ
یہ لوگ دُنیا کے موہ اور لالچ میں پھنسکر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ سارا دن
اس مردار دنیا کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مگر ان مہاتماؤں کو ہرگز یہ خیال نہ آیا کہ
انکی ساری فلاسفی کا دارومدار انہی دنیا دار لوگوں کی محنتوں پر منحصر اور مبنی ہے۔

اگر یہ دنیا دار اور کسان لوگ بھی آج انکی طرح دنیاوی دھندوں سے پیٹ کرانا بیج وغیرہ اشیاء پیدا کرنی چھوڑ دیں اور مویشیوں کی پرورش کی پرواہ نہ کریں تو انکی یہ ساری فلاسفی دھری رہ جاوے۔ کیونکہ کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا سنت اور مہاتما کیوں نہ ہو مکتی نروان یا اسی قسم کے کسی اور درجے کو حاصل کرنیکی خاطر جب تک ریاضت اور بندگی میں مصروف رہتا ہے۔ اگر باقی انسانوں کی پیدا کردہ اشیاء اس کو خوراک کیواسطے نہ ملیں تو اس کی یہ ریاضت اور تپسیا کبھی پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ کوئی انسان بھی بغیر آب ودانہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ان کا کسانوں اور دوسرے لوگوں پر یہ طعن کہ وہ دنیا کے موہ میں پھنس کر اپنا جنم بے فائدہ ضائع کر رہے ہیں۔ کہاں تک مبنی بر انصاف ہو سکتا ہے۔

● مارکسسٹ تحریک کا بانی جس کے نام سے یہ تحریک ظہور میں آئی ۱۸۶۸ء میں جرمنی میں پیدا ہوا۔ یہ ایک وکیل کا لڑکا تھا۔ اس کا باپ یہودی سے عیسائی ہو گیا تھا۔ کارل مارکس نے جب دنیا کی طرف دھیان کیا تو افلاس کے نظارے چاروں طرف اس کی نظر پڑتے ہی اس کا دل کانپ اُٹھا۔ اور یورپ کی اس قابل رحم اور خطرناک حالت کا خیال جس کو ہمارے ہندوستان کے باشندے وہم میں بھی نہیں لا سکتے سامنے آتے ہی کئی قسم کے خیالات اسکے دل میں دوڑنے لگے۔ موجودہ زمانہ کا یورپ جو دنیا میں تہذیب اور شائستگی پھیلانے کا ٹھیکہ دار ہے۔ اس کے اندر انسانوں کی حالت اس قدر قابل رحم اور ناگفتہ بہ ہے کہ ان کا خیال کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انگلینڈ والے جو اپنے آپ کو تہذیب

کا سب سے بڑا ٹھیکہ دار خیال کرتے ہیں۔ اس کی ساری آبادی کا ایک تہائی حصہ سال بھر رات کو پیٹ پر پتھر باندھ کر کروٹیں لیتا رہتا ہے۔ کیونکہ ان کے پاس کھانے کے واسطے کوئی چیز بھی نہیں ہوتی +

دھلی کے مغل شہنشاہ نے جو اپنے محل کی دیواروں پر یہ شعر کندہ کرایا تھا کہ

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

چونکہ دنیا کی تمام نعمتیں اسکو حاصل تھیں اور فردوس میں جسقدر آرام اور آسائش کا ہونا بتلایا جاتا ہے۔ وہ سب اس وقت وہاں میسر تھیں۔ مگر جیسے ہم آجکل کے پیرس لنڈن اور نیویارک کی حالت پر دھیان دیتے ہیں۔ جو کہ تہذیب کے بڑے مرکز سمجھے جاتے ہیں اور وہاں کے ان گلی کوچوں کے نظارہ کو دیکھتے ہیں۔ جہاں کہ غریب اور مفلس لوگ رہتے ہیں تو اس غلاظت اور گندگی کا خیال آتے ہی بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے ؎

اگر دوزخ بر روئے زمین است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

دنیا سخت حیران اور ششدر ہے۔ کہ جب دنیا کے سب ممالک سے انگلستان زیادہ دولتمند ہے۔ تو وہاں کے مزدور لوگ اس قدر مفلس اور نادار کیوں ہیں۔ اور اس کی آبادی کا تیسرا حصہ سال بھر بھوکا کیوں رہتا ہے۔ جب اس کی تجارت درآمد برآمد روز افزوں اس قدر ترقی کر رہی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ہر سال وہاں کے بہت سے کاریگر اور مزدور لوگ جاڑوں میں اپنی اولاد

کا گلا کاٹ کر خودکشی کرنے پر کیوں مجبور ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ انکے پاس سردیوں میں تن ڈھانپنے کے واسطے کافی کپڑا اور ظالم پیٹ کے واسطے کافی اپند صبح یعنی خوراک نہیں ہوتی۔ امریکہ کا دانی مسٹر کارنیگی جبکہ یکدم خیراتی کاموں کے واسطے تین کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ خیرات میں دے سکتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی دن نیو یارک میں ۲۴ آدمی کسی جرم میں گرفتار کرکے پولیس چوکی میں لائے جاتے ہیں۔ تو ان سب کی جائداد جو ان کی جیبوں میں ہی پڑی تھی۔ تلاشی لینے پر صرف پانچ پیسے نکلتی ہے۔ سخت تعجب کا مقام ہے کہ وہ انگلستان جس کی سلطنت میں کبھی آفتاب غروب ہی نہیں ہوتا۔ مگر شہر لنڈن کے اکثر محلوں میں اس کے آجتک کبھی درشن ہی نہیں ہوئے +

مسٹر مارکس ہمیشہ اسی قسم کے سوالات کے حل میں مستغرق رہتا تھا۔ اور یہ سوالات ہر وقت اسکی طبیعت کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ ضرور ان سوالات کو حل کریگا۔ اس نے یورپ کے مزدوروں کی مدد کیواسطے ہمت کی کمر باندھ لی۔ اور اپنے والدین کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ اپنے ایام طالب علمی میں ہی ان سوالات کے حل سوچنے میں مشغول رہنے لگا۔ اس کے یہ خیالات اس کے باپ کے دل کو نہایت ہی بڑے محسوس ہوتے تھے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی بھی والدین اپنے بچے کو وہمی اور اسی قسم کے بیکار مصیبت کاموں میں پڑتا دیکھکر کبھی خوش نہیں ہوتے۔ مہاتما بدھ کے ماں باپ کو یہ ہرگز پسند نہ تھا کہ انکا بیٹا راج پاٹ تیاگ کر ایک لنگوٹ بند سادھو بن جاوے۔ اور جنگلوں میں خاک چھانتا پھرے۔ وہ تو اپنے سے بڑھکر

شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ میں اُس کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اسطرح مارکس کے والدین کی خواہش اس کو وکیل بنانے کی تھی۔ مگر مارکس کا دل کسی اور ہی طرف لگا ہوا تھا۔ اسکے دل میں مزدوری پیشہ لوگوں کی قابل رحم حالت دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ وہ ان کو اس تباہ کن افلاس کے پنجے سے نجات دلانے کی فکر کرتا تھا۔ اور ان کو اس زندہ درگور حالت سے نکالنا چاہتا تھا۔ اس کے دل میں عجیب وغریب قسم کے حالات اٹھتے تھے۔ اور وہ افلاس کے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر ہر وقت غور کرتا رہتا تھا۔ وہ خیال کرتا تھا۔ کہ یہ کیا وجہ ہے کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ نکمے ہیں۔ وہی سب سے زیادہ دولتمند ہیں۔ کیوں ایک قلی جو سارا دن محنت کرتا رہتا ہے۔ شام کو صرف تین آنہ مزدوری حاصل کرتا ہے۔ جبکہ ایک امیر کرسی پر لیٹے ہی شام کو ہزارہا روپے کا حقدار ہو جاتا ہے۔ کیوں روئی کے کارخانہ کے مزدور کو رات کو پیٹ بھر روٹی میسر نہیں ہوتی۔ جبکہ اس کارخانہ کا ایک حصہ دار سال کے خاتمہ پر ہزارہا روپے منافع کے حاصل کر لیتا ہے۔ اگرچہ وہ سارا دن لاتیں پر لات رکھے مزے سے پڑا رہتا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ ایک کسان جو ساری دنیا کے واسطے اناج پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کے اپنے کھانے کے واسطے اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ یا ایک کسان جو گندم پیدا کرتا ہے۔ مگر اس کے کھانے کے واسطے اسکو جو بھی نصیب نہیں ہوتے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ جو گائے بھینسوں کی بڑی محنت سے پرورش کرتے ہیں۔ دودھ دوہتے ہیں۔ اور مکھن نکالنے کی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ مگر اس قدر محنت ومشقت کے بعد ان کے اپنے استعمال کے واسطے چھاچھ بھی نہیں رہتی۔ یہ کیا اندھیر ہے کہ ایک کسان جو دن رات آندھی

اور بارش میں ہر وقت سخت محنت کرتا رہتا ہے۔ ہمیشہ غریب مفلس اور مقروض ہی رہتا ہے۔ حالانکہ اسی جگہ کا ایک ساہوکار جو سارا دن اپنی دکان پر ٹانگیں لمبی کئے پڑا رہتا ہے۔ اور کسی وقت اپنی بہی میں کچھ اندراج کر چھوڑتا ہے۔ دن بدن دولتمند اور موٹا ہوتا جاتا ہے۔ یا ایک غواص جو اپنی جان کو خطرہ میں ڈالکر موتی نکالنے کی خاطر سمندر کی تہ میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور بحر ہند یا خلیج فارس کے عمیق پانی کی تہ تک پہنچتا ہے۔ لیکن سخت تعجب اور حیرانی کا مقام ہے کہ دنیا نے آجتک کبھی اس کو یا اس کے بیوی بچوں کو موتیوں کی مالا پہنتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ موتیوں کے بیوپاری جو بڑے بڑے شہروں میں موتیوں کی خرید و فروخت ہی کرتے ہیں۔ راجہ بنکر شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اُن کے بنگلے اور کوٹھیاں لاکھوں روپے کے آرائشی سامان سے آراستہ کی جاتی ہیں۔ وہ مزدور جو کانوں سے کوئلہ نکالنے کا کام کرتے ہیں ہمیشہ گندے نادار اور مفلس ہی رہتے ہیں۔ اور اُن کو شاذ و نادر ہی پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوتا ہے۔ مگر اس کوئلہ کمپنی کا ایک حصہ دار جس کو یہ بھی پتہ نہیں کہ کوئلہ کی کان کہاں اور کدھر واقع ہے۔ اپنے منافع سے دُنیا کے مختلف ممالک کی سیر کرتا پھرتا ہے۔ اور اپنے اس دورہ میں لاکھوں روپے صرف کر دیتا ہے۔ یہ کیا وجہ ہے۔ کہ دنیا میں سخت محنت کا کام کرنے والوں کو مزدوری بہت تھوڑی ملتی ہے! اسی قسم کے بیڈھب سوالات تھے۔ جو مارکس کی زندگی کو سخت پریشان کرتے رہتے تھے اور اس واسطے اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے والدین کی مُرادیں پُوری نہیں کر سکتا۔ اگر وہ باقی دنیا کو بامُراد کرنا چاہتا ہے۔ تو ضرور

اس کو اس ایک گھر کو تو نا مراد بنانا ہی پڑیگا - وہ جو دنیا کو روشن کرتے ہیں -
ان کا اپنا گھر ہمیشہ تاریک ہو ہی جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اپنی اولاد اور خاندان کی
خاطر قربان کرنا پڑتا ہے۔ مگر اپنے خاندان کے فوائد کو اپنی قومی مفاد کے مقابلہ میں قائم
نہیں رکھ سکتے - اسی طرح جب ہم دنیا کی بھلائی کے واسطے کمربستہ ہوتے ہیں۔
تو اس سے نچلے درجہ کے سب کام مثلاً ذاتی - خاندانی یا قومی بہتری ان سب
کو تو قربان ہی کرنا پڑے گا۔

اگلے وقتوں کے لوگ الجھن اور گورکھ دھندوں سے گھبراتے تھے
اسی واسطے انہوں نے ان سب خرابیوں کو سوسائٹی میں دیکھتے ہوئے -
اس کا یہ حل تجویز کیا کہ دولتمندوں کو خیرات اور نیکی کا وعظ سنایا - اور غریبوں
کو صبر اور شانتی کی تلقین کی - اور اس دنیا میں غریبی کی تکلیفوں کا بدلہ آئندہ دنیا
میں بہشت یا سورگ بتایا اور حضرت عیسےٰ مسیح نے بھی یہی اپدیش دیا۔

(۱) مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے۔
(۲) مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں - کیونکہ وہ تسلی پاویںگے -
(۳) مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہونگے -
(۴) مبارک ہیں وہ جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وہ خدا کے فرزند ہیں -
(۵) مبارک ہیں وہ جو ستائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان پر خدا کی رحمت اور برکت ہوگی

اسی طرح حضرت مسیح دو مختلف اشخاص میں سے ایک کو دوزخ کی آگ
کا ڈر بتاتے ہیں - اور دوسرے کو حضرت ابراہیم کی گود میں بیٹھنے کی بشارت
دیتے ہیں - اسی طرح دنیا کے دوسرے بزرگ اور فلاسفر بھی تیاگ اور ویراگ

کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائدار ہے۔ دولت ڈھلتا پرچھاواں ہے۔ یہ دولت نامراد چیز ہے۔ نہ تو یہ بادشاہوں کے لالچ سے بچ سکتی ہے۔ اور نہ چور اور ڈاکوؤں سے ہی اس کی حفاظت ہوسکتی ہے۔ اس سے جہانتک ہو سکے دور رہنا ہی اچھا ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے رشی منی اور پیغمبر۔ یوگی اور تپسوی سب اسی قسم کا وعظ کر کے اپنے آپ کو اس الجھن سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے۔ اور ان کا سارا زور تیاگ ویراگ اور دُنیا سے دور رہنے پر ہی لگ گیا۔ بعض نے دنیا کے دکھوں کو پہلے جنم کے بُرے کرموں کا بدلہ بتلایا ÷

اسی طرح پُرانے زمانہ کے لوگ اس بیماری سے لاپرواہی کے ساتھ گذر گئے مگر مرض کی تشخیص اچھی طرح نہ کی۔ وہ مادی پدارتھوں کی نابرابری سے گھبرا کر جلدی سے اس معاملہ پر سے گذر گئے۔ اور اس مسئلہ کو ٹھیک طرح پر حل کرنے کی کوشش نہ کی۔ مگر موجودہ دُنیا چونکہ اب افلاس سے عاجز آگئی ہے۔ اور اس کی دن بدن سختی تباہی کن نظارے پیش کر رہی ہے۔ وہ اس کا صحیح حل تلاش کرنے کی فکر میں ہے۔ وہ بیل کے خوف سے ڈر کر پیچھے ہٹنا نہیں چاہتی۔ بلکہ اس کو سینگوں سے پکڑنا چاہتی ہے۔ تاکہ آئندہ سینگ مارنے کا خطرہ دور ہو جاوے ÷

مارکس نے اس مسئلہ پر نہایت غور سے وچار کیا۔ اور اس نے اپنی ساری عمر اسی میں صرف کر دی۔ اس نے اپنے والدین کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس نے اپنی تعلیم ختم کرتے ہی اپنے خیالات کے پرچار کیواسطے اخبار نویسی کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کے ان خیالات سے جرمنی حکومت اس سے بدظن ہو گئی ÷

کارل مارکس کی بیوی بھی اسکی ہم خیال تھی۔ اس کو غریبوں کے ساتھ مارکس سے بھی زیادہ محبّت اور ہمدردی تھی۔ بلکہ اکثر اوقات مارکس جب مصائب سے گھبرا جاتا تو وُہ اس کو دلیری اور ڈھارس دیکر اس کا حوصلہ بندھاتی رہی ۱۸۴۲ء میں جب مارکس نے اخبار نویسی کا پیشہ اختیار کیا تو جرمنی میں ظالم نوکر شاہی حکمران تھی۔ عوام کو وہاں کسی طرح کی آزادی نہ تھی۔ اور جرمنی کے تمام خوددار اور ترقی یافتہ خیالات کے لوگ اس حکومت کو مٹانے کے منصوبے باندھ رہے تھے۔ مارکس نے ان لوگوں کی صف میں ایک ممتاز درجہ حاصل کر لیا۔ اور اخبار رینش گزٹ کی ایڈیٹری کا چارج لیکر نہایت دلیری۔ سنجیدگی اور متانت سے اس کو ایڈٹ کرنا شروع کر دیا۔ جب اس کے حملے براہ راست سرکار پر ہونے شروع ہو گئے تو حکومت اس کو برداشت نہ کر سکی۔ چنانچہ ماہ اپریل ۱۸۴۳ء میں یہ اخبار سرکار نے زبردستی بند کرا دیا۔

اب مارکس نے جب دیکھا کہ وُہ اپنے آزاد اصولوں کا پرچار جرمنی میں رہ کر کسی طرح نہیں کر سکتا۔ اور ادھر فرانس میں انہی اصولوں کا پرچار کرنے کیواسطے چند اخبارات جاری ہو گئے۔ اور انہوں نے دُنیا کو اس افلاس سے نجات دلانیکی تجاویز پیش کرتے ہوئے موجودہ سوسائٹی کے نقائص بتلانے شروع کر دئے۔ اور صاف الفاظ میں یہ لکھدیا۔ کہ جبتک سوسائٹی کا انتظام مالدار اور بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے افلاس کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ عوام کو اپنے اوپر بھروسہ اور اعتماد کرنا چاہئے۔

اور سوسائٹی کا تمام انتظام انکو امرا کے ہاتھ سے چھین کر خود اپنے ہاتھوں میں لے لینا چاہئے۔ اور مفلس مزدوروں کی تنگی اور افلاس کے علاج کے واسطے کامیونسٹرم کا اجرا کیا جاوے +

کامیونزم (communion) اس مذہب یا تحریک کا نام ہے جو یورپ کے تمام مزدوروں نے سارے یورپ کو افلاس سے نجات دلانے کیواسطے جاری کیا تھا۔ اس تحریک کے پیرو امرا سے سخت متنفر اور ناراض تھے کیونکہ امیر لوگ غریبوں کی ساری کمائی ہڑپ کر جاتے ہیں۔ اور غریب بیچارے خالی پیٹ رہ جاتے ہیں۔ اس تحریک نے یہ فیصلہ کیا کہ دُنیا سے تمام بادشاہوں اور امیروں کا خاتمہ کر دیا جاوے۔ اور عملی پالٹیکس کو شروع کیا جاوے۔ کیونکہ کورا پالٹیکس جو آجتک خالی باتوں اور ریزولیوشنوں تک ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مزدوروں کی کوئی بھی بہتری نہیں کر سکتا۔ چونکہ مارکس کے خیالات اس تحریک سے بالکل ملتے تھے۔ اس لئے وہ جرمنی سے پیرس چلا آیا۔ جو کہ آزادی کے پجاریوں کا مکہ سمجھا جاتا ہے۔ جہاں پر چاروں طرف سے آزادی کے پروانے اور مساوات کے شیدائی کھچے چلے آتے ہیں۔

پیرس آتے ہی مارکس کی زندگی کا نیا دور شروع ہو گیا۔ اور وہاں آکر ایک آزاد اخبار "ڈاوریش" کی ایڈیٹری کا چارج لے لیا۔ جو وہاں سے جرمن کی آزادی کی تحریک کو ترقی دینے کیواسطے جاری کیا گیا تھا۔ چونکہ یہ اخبار کھلے طور پر آزادی کا پرچار کرتا تھا۔ اور دنیا بھر کی حکومتوں اور امرا کے برخلاف زوردار پرچار کرتا تھا۔ اس کو فرانس کی گورنمنٹ برداشت نہ کر سکی۔

چنانچہ ۱۸۴۵ء میں مارکس اور اس کے اخبار کے تمام مضمون نگاروں کو فرانس سے باہر نکال دیا گیا۔
اب پیرس سے مارکس اپنے بیوی بچوں سمیت برد سیلز میں چلا آیا۔ اور وہاں آکر دوسرے پولیٹیکل جلا وطنوں سے ملکر کام کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ تمام یورپ میں کامیونزم کا تھوڑا بہت پرچار ہو گیا تھا۔ اس لئے مارکس نے یورپ کے تمام ممالک کے کامیونسٹ لوگوں سے تعلقات قائم کر لئے۔ اور وہاں سے ایک اخبار ڈچنر بردسیلنر زٹینگ جاری کر کے اپنے مذہب کا پرچار کرنا شروع کر دیا۔ اور سارے یورپ کی ایک مشترکہ کامیونسٹ لیگ کی بنیاد ڈالی۔
ادھر فرانس میں انقلاب ہو گیا۔ اور فرانس کے بادشاہ لوئی فلپ کو پیرس سے بھیس بدل کر بھاگنا پڑا۔ اور فرانس میں جمہوری حکومت قائم ہو گئی۔ مارکس کی تعلیم کا اثر جب بلجیم کی گورنمنٹ پر بھی پڑنے لگا۔ تو اس کو وہاں سے بھی دیش نکالا مل گیا۔ اور اب اس کو وہاں سے کوچ کر کے کسی دوسرے ملک میں پناہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ فرانس میں انقلاب ہو جانے پر فرانس کے لوگوں نے مارکس کو واپس پیرس آنے کی درخواست کی۔ اس لئے وہ پیرس واپس چلا آیا۔ اور چند ماہ وہاں رہ کر اپنے ملک جرمنی میں چلا گیا۔ اور وہاں جا کر نیو نیشن زیٹنگ اخبار جاری کر کے اپنے مشن کی تبلیغ کرنے لگا۔ اور اپنے دوست اور ساتھی انجیر کے ساتھ ملکر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔
۱۸۴۸ء کے موسم گرما میں کولون میں مارکس نے ایک ڈیموکریٹ کانگرس

منعقد کی۔ ان کی اس کارروائی اور اخبار کے حملوں سے تنگ آکر ۷ فروری ۱۸۴۹ء کو مارکس اور اس کے ساتھی پر مقدمہ بنایا گیا۔ مگر جیوری نے اس کو بری کردیا۔ لیکن اس سے دوسرے ہی دن ۹ فروری کو اس پر بادشاہ کے برخلاف مسلح بغاوت کا جرم لگا کر پھر گرفتار کر لیا گیا۔ مارکس نے اپنی صفائی میں بڑی زبردست تقریر کی جس سے جیوری نے متاثر ہو کر اس کو پھر بری کر دیا۔ مگر جرمن حکومت مارکس کی وہاں موجودگی کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ ماہ مئی میں اس کو جرمنی سے دیس نکالے کا حکم مل گیا اور وہ وہاں سے پھر پیرس میں چلا آیا۔ ابھی اس کو پیرس میں آئے ایک ہی ماہ ہوا ہو گا۔ کہ اس کو وہاں سے بھی کوچ کرنا پڑا۔ اس کی بیوی اپنی ڈائری میں اس کے متعلق یوں رقمطراز ہے۔

"ہم پیرس میں ایک ماہ رہے وہاں ہمیں رہائش کیواسطے کوئی جگہ نہ مل سکی ایک دن صبح سویرے ہی ایک پولیس سارجنٹ یہ پروانہ لایا۔ کہ مارکس اور اس کی بیوی چوبیس گھنٹے کے اندر پیرس چھوڑ دیں۔ اب وہاں سے اپنا تھوڑا بہت سامان سمیٹ کر ہم اپنے دن گذارنے کیواسطے لنڈن کی طرف روانہ ہو گئے۔ تاکہ وہاں ہی چند دن محفوظ گذار سکیں"۔

مارکس اپنی زندگی میں ہمیشہ افلاس سے تنگ ہی رہا۔ اور یہ اس کیواسطے کوئی نئی بات نہ تھی۔ دنیا کا کون بڑے سے بڑا ریفارمر ایسا گذرا ہے۔ جس پر تنگدستی نے اپنا وار نہ چلایا ہو۔ مینزینی۔ سن یاٹ سین وغیرہ سب لوگ اس کا نشانہ بنے۔ حتٰے کہ حضرت عیسٰےؑ اور حضرت محمدؐ صاحب بھی اس افلاس کے ہاتھوں

سے نہ بچ سکے اس لئے مارکس کیواسطے یہ کوئی نئی بات نہ تھی +
قیام لنڈن میں مارکس کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ اور اس کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ رہا۔ آخر بھوک سے لاچار ہوکر اس نے ریلوے میں ایک کلرک کی جگہ کیواسطے درخواست کی لیکن اس کا دستخط خراب ہونیکی وجہ سے اس کی یہ درخواست بھی نامنظور ہوگئی۔ اور یہ بات ہمیشہ یادگار زمانہ رہیگی۔ کہ کارل مارکس جس نے دنیا کی بہتری کیواسطے اپنی ساری عمر قربان کردی۔ اور جو دنیا کے مدبروں۔ فلاسفروں اور مصنفوں میں ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ وہ ریلوے کا ایک معمولی کلرک بھی نہ بن سکا۔ اس کے چند دن بعد وہ نیویارک ٹریبون کا نامہ نگار بن گیا اور ایک پونڈ ہفتہ وار اس کو ملنے لگا۔ وہ لوگ جو ایک بار انگلستان ہو آئے ہیں۔ وہاں کے اخراجات کا اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ ایک پونڈ کے ساتھ ہمارا زبردست فلاسفر کس طرح اپنا اور اپنے بال بچوں کا گذارہ کرتا ہوگا +
۱۸۵۲ء کے موسم بہار میں جب اس کی لڑکی فرانسسکا کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت مارکس کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ افسوس کہ گھر میں مردہ پڑا ہوا اور اس کے کفن اور دیگر ضروریات کے واسطے پائی بھی نہ ہو۔ مارکس کی بیوی اس کے متعلق لکھتی ہے۔ کہ ایک فرانسیسی پناہ گزین نے جو فرانس کی گورنمنٹ کے مظالم سے تنگ آکر وہاں ان کے پڑوس میں رہتا تھا۔ اس کو اپنی ساری حالت بیان کرنے پر اس نے ہمیں دو پونڈ دئے۔ جس سے اس مردہ لڑکی کی لاش دفنائی جاسکی +
ایک دفعہ وہ جس مکان رہتے تھے مالک مکان نے ان کا سارا

سامان قرق کرا کر انکو گھر سے نکال دیا۔ یہانتک کہ انکے بستر ے اور کھانے پینے کے برتن بھی نیلام ہوگئے۔ اور آخر ایک ہوٹل کے مالک نے جو جرمنی تھا ان کو اپنے ہوٹل میں رہائش کے واسطے جگہ دی ؂

ایک دفعہ جب مارکس اپنی ضروریات زندگی کیلئے اپنی بیوی کے پرانے زمانہ کے چاندی کے چمچے فروخت کرنے کیواسطے بازار میں گیا۔ اور دلال کو اپنے کام کیواسطے کہا۔ تو دلال نے اس خیال سے کہ یہ غریب اور تلاش آدمی جس کے پھٹے پرانے کپڑے ہیں۔ ایسی قیمتی چیز کہاں سے لے آیا ہے۔ اس نے مارکس کو پولیس کے حوالے کردیا۔ اور مارکس بڑی مشکل سے پولیس والوں کی تسلی کر کے اس بلا سے رہا ہؤا۔ اسی قسم کے دلال کا ایک واقعہ میزنی کو بھی پیش آیا تھا۔ یورپ ایسے ایسے غریب اور جلاوطنوں کا نہایت ہی مرہون منت و ممنون احسان ہے۔ جو عوام کی بہتری کی تحریک کو ایسے کڑے اور مصائب کے ایام میں بھی اپنی زندگیاں قربان کر کے آگے بڑھاتے رہے ہیں۔ مارکس روئے زمین سے تین چیزوں کو نابود کرنا چاہتا تھا۔ کرایہ۔ سود اور منافع اور ساری عمر اسی کام میں مشغول رہا ؂

ایک دو دفعہ مارکس نے غریبی سے تنگ آکر اور اپنے بال بچوں کا خیال کر کے تجارت کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کی بہادر اور دلیر بیوی نے اس کو ایسا کرنے سے روکا۔ جو مارکس کی زندگی اور اُس تحریک کیواسطے ایک سخت صدمہ ثابت ہوتا۔ اگر مارکس بیوپار میں لگ جاتا۔ تو اس تحریک کا شاید اسی وقت خاتمہ ہو جاتا۔ اس کی بیوی نے اس کو اس نہایت خطرناک

غلطی سے بچایا۔

جرمن گورنمنٹ نے مارکس کو روپیہ سے خریدنے کی ہر چند کوشش کی۔ جیسا کہ ہمیشہ ہر ایک گورنمنٹ کا قاعدہ ہے۔ کہ ملکی کام کرنے والوں کو بوجہ غریب ہونیکے روپیہ سے خریدنے کی کوشش کرتی ہے۔ مگر سچے اور با اصول محبِ وطن کبھی روپیہ سے خریدے نہیں جا سکتے۔ جرمن گورنمنٹ کی یہ چال بھی کارگر نہ ہو سکی۔ مارکس نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ کہ میں کسی طرح بھی گورنمنٹ کا کسی کام میں ہاتھ بٹانا نہیں چاہتا۔

۱۸۶۴ء میں مارکس نے دوسرے ساتھیوں کی صلاح سے تمام ممالک کے مزدوروں کی ایک سوسائٹی قائم کی۔ جس کا نام انٹرنیشنل ورکنگ مین ایسوسی ایشن رکھا گیا۔ اور جس میں اٹلی کے مزدوروں کی طرف سے میزینی بھی ڈیلیگیٹ بنایا گیا تھا۔ گو تھوڑے عرصہ بعد وہ اس سے الگ ہو گیا۔ کیونکہ وہ اس کے سارے اصولوں سے متفق نہ تھا۔ مگر انٹرنیشنل نقطہ کی بنیاد کے واسطے یہ سوسائٹی دنیا میں ہمیشہ یادگار رہیگی۔ اس سوسائٹی کے قائم ہونے سے یورپ کے تمام ممالک کے مزدور متحد ہو گئے۔ اور مارکس کا نعرۂ جنگ۔

"تمام ممالک کے مزدور متحد ہو جاویں"

سارے یورپ میں گونجنے لگا۔ مگر سرکار ایسی آزادانہ سپرٹ کو کب برداشت کر سکتی ہے۔ مختلف ممالک کے لیڈر جو اس سبھا میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ اپنے اپنے ممالک میں حکومت کے ہاتھوں ستائے جانے لگے۔ یورپ کے مختلف ممالک میں اس کے سالانہ اجلاس ہوتے رہے۔ مگر چونکہ عوام تیزی سے چلنا

چاہتے تھے۔ بہت سے لوگ اس سوسائٹی سے الگ ہو گئے۔ اور آخرکار روسی انقلاب پسند پارٹی اور اس کے لیڈر بکونن کے ساتھ اختلاف رائے ہو جانے سے اس ایسوسی ایشن کا بالکل ہی ۱۸۷۲ء میں خاتمہ ہو گیا۔

مارکس نے بہت سا لٹریری کام کیا۔ بیشمار اشتہار۔ پمفلٹ رسالے مضامین۔ خطوط اور کتابیں لکھیں۔ جن میں سے قیمت لاگت اور منافع اور پولیٹیکل ایکانومی پر تبصرہ خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مگر اس کا شاندار کام اس کی کتاب "سرمایہ" ہے۔ جس کو سوشلزم میں وہی درجہ حاصل ہے جو عیسائیت میں انجیل کو۔ اس کتاب کی پہلی جلد تو مارکس کی زندگی میں ہی شائع ہو گئی تھی۔ مگر دوسری اور تیسری اس کی موت کے بعد اس کے دوست اینجلس نے اس کے نوٹوں کو جمع کر کے شائع کیں۔

۱۸۸۱ء میں اس کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اور ۱۸۸۳ء میں وہ خود بھی اس جہاں سے رحلت فرما گیا۔

بوجہ ناداری اور افلاس اس کی صحت عموماً خراب ہی رہی۔ جسطرح روسیو ڈارون۔ ہربرٹ سپنسر۔ کاسٹ اور ایسے ہی بہت سے دوسرے فلاسفر ہمیشہ اسی بات سے برسرپیکار رہے۔ مارکس بھی اس سے کسطرح بچ سکتا تھا۔

مارکس کی یہ تحریک سارے یورپ کے رگ و ریشہ میں گھس چکی تھی۔ اور اب یورپ میں روزانہ مختلف ریفارمر مارکس کے اصولوں کا پرچار کرنے لگے۔ اور اس کی مختلف تحویلیں عوام کے سامنے پیش ہونے لگیں۔ اور کئی ایک فرقے یورپ کے مختلف ممالک میں پیدا ہو گئے۔ کامیونسنٹ۔ سوشلسٹ

مینشویک ۔ سوشلسٹ ۔ ڈیموکریٹ اور اسی طرح بے شمار تحریکیں یورپ میں پیدا ہوگئیں ۔

● بالشویک تحریک کا لیڈر مسٹر لینن بھی اپنے آپ کو مارکس کا ہی پیرو مانتا ہے ۔ اس نے مارکس کی کتب اور کام کا مطالعہ کیا اور وہ سچے دل سے اس کا مرید بن گیا ۔ اور مارکس کے مذہب کا عمل پر چار کرنا شروع کر دیا ۔ لینن کا دعوےٰ ہے کہ وہ مارکس کے مت سے ایک انچ بھی باہر نہیں جاتا ۔ وہ تو مارکس کے اصولوں پر ہی پوری طرح عمل کر رہا ہے ۔

مارکس کے مت اور بالشوازم میں ایک رتی بھر بھی اختلاف نہیں مارکس دنیا سے سرمایہ کو نابود کرنا چاہتا ہے ۔ اور بالشویک بھی دنیا میں کوئی سرمایہ دار نہیں رہنے دینا چاہتے ۔ مارکس کہتا ہے ۔ کہ زمین سب انسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے ۔ اور بالشویک بھی یہی کہتے ہیں ۔ کہ زمین اس کی ہے ۔ جو کاشت کرتا ہے ۔ زمین کی ملکیت کا حق دنیا میں کسی کو نہیں ہے ۔ خدا نے زمین ۔ پانی اور ہوا سب انسانوں کے واسطے یکساں پیدا کئے ہیں ۔ اور ان پر کسی انسان کی ملکیت نہیں ہونی چاہئے ۔ مارکس کسی کو بڑا چھوٹا بنانا نہیں چاہتا ۔ وہ دنیا کو تلقین کرتا ہے ۔ کہ سب انسان اپنے اوپر بھروسہ کرنا سیکھیں اور دنیا کے سب کام کرنے والے لوگ متفق اور متحد ہو جاویں ۔ بالشویک اس کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں ۔ مارکس نے دنیا میں یہ اعلان کیا ۔ کہ

”وہ جو افلاس سے آزاد ہونا چاہتے ہیں ، وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنا سیکھیں ۔ ان کو اس کیواسطے خود ہی ٹکر لگانی پڑے گی ۔“

بالشویک دنیا کی آنکھوں کے سامنے اس بات کا ثبوت دے رہے ہیں
اور سب کو ڈنکے کی چوٹ ایسا کرنے کو للکارتے ہیں۔ مارکس نے دنیا کو باواز بلند کہا

"تمام ممالک کے مزدوری پیشہ لوگو متحد ہو جاؤ۔ تم کو اپنی زنجیریں
اور بیڑیاں توڑنے کے سوا اور کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ
تم کو دنیا حاصل ہو جاوے گی۔"

بالشویک تمام دنیا کے سامنے اس کی عملی مثال موجود ہیں۔ اور بالشوزم
ساری دُنیا کو اسیاوات کی دعوت دیتا ہے۔ مگر یورپ کی نوکر شاہی اس سے
کانپتی ہے۔ کہ مبادا ایسا ہو جانے پر ان کے حلوا مانڈہ میں فرق پڑ جاوے
اسی واسطے وہ بالشویکوں کو دوسرے رنگ میں دُنیا کے سامنے پیش کرتی ہے
رُوسیو نے یورپ کے لوگوں کے واسطے جو کچھ اٹھارہویں صدی
میں کیا تھا۔ مارکس نے وہی انیسویں صدی میں کیا۔ اور بالشوزم اب وہی
کچھ اس بیسویں صدی میں یورپ نہیں نہیں تمام دنیا کے اندر کرنا چاہتا ہے؟
لینن مارکس کا پکا معتقد ہے۔ اور وہ مارکس کے اصُولوں کی سچے
دل سے پیروی کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ وہ مارکس کے اصولوں
سے ایک انچ بھی ادہر اُدہر نہیں ہوتا۔ مارکس دنیا سے بدی اور افلاس دور
کرنا چاہتا تھا۔ لینن دنیا میں مساوات اور آزادی کا عملی سبق دے رہا ہے۔
وہ سرمایہ شاہی کا خاتمہ کر کے غریبوں کا افلاس دُور کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح
حضرت مسیح گناہ گاروں اور عوام کا دوست تھا۔ اور ماہی گیروں اچھوتوں
اور گمراہ عورتوں کا رہنما۔ اسی طرح بالشوزم بھی کمزوروں کا محافظ اور

غریبوں کا ساتھی ہے۔ جس طرح مہاتما بدھ نے راجا کے ہاں پیدا ہو کر غریبوں کی زندگی کو ترجیح دی۔ اسی طرح بالشوزم تمام شاہی اختیارات حاصل کر کے غریبوں کی امداد کرنی چاہتا ہے۔ اور ان کو بھی ویسا ہی امیر اور صاحب اقبال بنانا چاہتا ہے۔ مارکس نے مارکسسٹ تحریک کو جاری کر کے دنیا کے واسطے ایک رستہ تیار کر دیا تھا۔ جس پر چل کر اب بالشویک دنیا کو تمام دکھوں سے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مہاتما جو دنیا میں آزادی اور مساوات کا پرچار کرتے ہیں۔ دنیا کے نجات دہندہ مانے جاتے ہیں۔ گو ان کی زندگی میں ان کی عزت اور توقیر نہ ہو۔ مگر وقت آنے پر ان کا ایک ایک لفظ مقدس کتاب کا حکم بن جاتا ہے۔ اور ان کے پیرو دنیا میں شانتی اور امن قائم کر کے ان کا نیک نام ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح مارکس نے جو کام اپنی زندگی میں کیا۔ اب بالشویک اس کو عملی صورت دے کر روس کی ستم رسیدہ پرجا کو آزاد اور خوشحال بنانا چاہتے ہیں ؞

مارکس کے اصولوں کا اگر آج ساری دنیا میں عملی پرچار ہو جاوے تو آج ہی افلاس کا معمہ حل ہو جاوے۔ دنیا میں کوئی مفلس اور غریب نظر نہ آوے۔ سب اپنے حسب ضرورت اشیاء حاصل کر سکیں۔ پھر ایسا ہرگز نہ ہو۔ کہ ایک تو موسم گرما میں خس کی ٹٹی لگائے اندر بیٹھا ہو۔ اور دوسرا اس کو پنکھا کرتا رہے۔ بالشویک اس تفریق کو دنیا سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ ان کا اصول ہے۔ کہ جب قدرت نے سب انسان ایک جیسے پیدا کئے ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ایک آقا ہو اور دوسرا غلام ایک سردار ہو۔ اور دوسرا نوکر۔ ایک امیر ہو اور

دوسرا غریب۔ ایک تو باغوں میں پھولوں کی خوشبو سے دماغ معطر کرے۔ اور دوسرا گندی نالیاں صاف کرتا پھرے۔ اور پھر شام کو اس کو پیٹ بھر روٹی بھی نصیب نہ ہو۔ ایک حاکم اور دوسرا محکوم۔ مارکس اس تفریق کو دنیا کے تختہ سے دور کرنا چاہتا تھا۔ اب بالشویک اس کے اس ارشاد کی تکمیل کر رہے ہیں۔

مارکس کی زندگی اور اس کے اصولوں کا مختصر ساذکر ہم نے اس باب میں کر دیا ہے۔ بالشوزم کے تمام اصول اور عملی کام اس کتاب کے آئندہ اوراق میں بوضاحت بیان کر دئے جاویں گے۔ جس سے ناظرین کو بالشوزم اور اس کے سارے حالات اچھی طرح معلوم ہو جاوینگے۔ اور دنیا میں آجکل ان کے متعلق جو غلط فہمی پھیلائی گئی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے دور ہو جاوے گی۔

جسطرح دنیا کے دوسرے مہاتماؤں کی زندگی سادہ اور عوام کے لئے ایک آدرش ہوتی ہے۔ اسیطرح بالشویک لیڈر مسٹر لینن کی زندگی سادہ اور عملی مساوات کا نمونہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو بالکل ویسا ہی خیال کرتا ہے۔ جیسا کہ روس کے ہر ایک باشندے کو وہ ہرگز اپنے حصّہ سے زیادہ روٹی یا کسی اور چیز کا خواہشمند نہیں۔ وہ ہر ایک باشندے کو۔ وہ ہر ایک قانون و قاعدہ پر جس کی وہ ملکی مفاد کے واسطے ضرورت سمجھتا ہے۔ پہلے اس پر خود عمل کرتا ہے۔ اور بعد میں دوسرے لوگوں سے کرانا چاہتا ہے۔

مارکس اور اس کے اصولوں کا ذکر اس کتاب میں کرنیکی ضرورت اس واسطے محسوس ہوئی تاکہ دنیا کو یہ پتہ لگ جاوے۔ کہ بالشویک تحریک

درحقیقت مارکس کے جاری کردہ اصولوں کا ہی نتیجہ ہے۔ اور وہ مارکس کو ہی اپنا گرو مانتے ہیں

خانہ جنگی اور بالشویکوں کا ظہور

پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ روس کے لوگوں نے ایک ہفتہ کے اندر دنیا کی سب سے بڑی مطلق العنان شخصی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ روسی لوگ برسوں سے کوشش کر رہے تھے۔ مگر کامیابی کا کہیں نام ونشان بھی نظر نہ آتا تھا۔ آخرکار جب وقت آیا۔ تو خود انقلاب پسندوں کو بھی اس بات کا پتہ نہ لگ سکا۔ کہ ان کی ساری محنتیں ایک ہی ہفتہ کے اندر رنگ لے آئینگی۔ اور آناً فاناً روس کی کایا پلٹ جاویگی۔ صدیوں کی غلامی ایک دم آزادی سے بدل جائیگی۔ اور زار شاہی کا اتنا بڑا اور مضبوط درخت اس طرح یکدم جڑوں سے اکھڑ کر زمین پر آگر یگا۔ اس انقلاب کے ہوتے ہی لوگ کچھ گھبرا سے گئے۔ کیونکہ جو بات اچانک اور جھٹ پٹ واقع ہو جاوے۔ اس سے انسان بھوچکا سا رہ جاتا ہے۔ بہت دیر تک اندھیری کوٹھڑی میں رہنے کے بعد اگر کسی آدمی کو یکدم سورج کی روشنی کے سامنے لایا جاوے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اور یہ بات عام قوم پرستوں سے سننے میں آئی ہے کہ جب وہ ایک دو ماہ جیل کی زندگی گذار کر آتے ہیں۔ تو وہی دنیا جس سے وہ جیل میں دھکیلے گئے تھے۔ اب ان کو بالکل نئی اور اور ہی معلوم ہونے لگتی ہے۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ جب کسی آدمی کو اچانک کوئی بڑی خوشی کی خبر سنائی گئی تو اس خوشی کے نشہ میں ہی اس کی موت ہو گئی جسکو شادی مرگ

کہا جاتا ہے۔ تو اس طرح اچانک روس کی حالت میں تبدیلی آ جانے پر روسی لوگوں اور ان کے لیڈروں پر گھبراہٹ طاری ہو جانا۔ یا ان کا ششدر رہ جانا غیر قدرتی نہ تھا۔ بلکہ ان کا تعجب نہ کرنا غیر قدرتی ہوتا۔ چونکہ آنکھیں اس قدر تیز روشنی کو دیکھنے کی عادی نہ تھیں۔ اسلئے ان کا چندھیا نا لازمی تھا۔ خدایا ایسی خوشی دنیا کے تمام انسانوں کو عطا کر۔ ظلم و جبر کا خاتمہ کر دے اور روس کی طرح یہ دن ہر ایک ملک کے باشندے دیکھیں۔ اور تیرا شکریہ بجالا دیں ÷

گو یہ انقلاب روس میں اچانک تھا۔ مگر غیر متوقع نہیں تھا۔ کیونکہ عرصہ سے روسی لوگ لگاتار اس کو ششش کر رہے تھے۔ روس نے بہت بڑی قیمت اس کے واسطے ادا کی تھی۔ ہزارہا دیش بھگت جانیں نثار کر چکے تھے۔ لاکھوں بندگان خدا سائبیریا کے جنگلوں میں پڑے سڑ رہے تھے۔ جیلخانوں میں قیدیوں کا شمار ہی نہ تھا۔ روس کی زار شاہی حکومت نے نت نئے ظلم کر کے ہی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ روس کے مشہور دیش بھگت مہاتما کونٹ ٹالسٹائی کی قربانی کوئی معمولی قربانی نہ تھی۔ جو اپنی ساری عمر بھر اسی دھن میں لگا رہا۔ جب وہ لوگوں کو اس طرح بیگناہ پھانسی پر لٹکتے یا جیلوں میں سڑتے دیکھتا۔ تو بہت خوش ہوتا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ غلامی سے چھٹکارہ پانے کا یہی ایک واحد ذریعہ ہے۔ مہارشی کونٹ ٹالسٹائی کہتا ہے کہ۔

"جیلوں کی تپسیا۔ زندہ جلایا جانا۔ اور تختہ پھانسی پر

لٹکایا جانا دنیا میں یہ تین، سب سے بڑی اور موثر دلیلیں ہیں۔ جو کہ کسی سچائی کو تسلیم کروانے میں انسانوں کے دلوں کو اپیل کر سکتی ہیں۔ اور اگر آپ اپنے تئیں ان تین قسم کی سزاؤں کو برداشت کیواسطے تیار نہیں کر سکتے۔ اور اس سے گریز کرتے ہو۔ تو یاد رکھو۔ تم دوسروں کو اپنے اصول کا قائل کرنے اور اپنی کامیابی کا واحد ذریعہ ہاتھ سے کھو بیٹھے ہو"۔

یہی اصول آجکل مہاتما گاندھی ہندوستان میں استعمال کرنیکی تعلیم دے رہے ہیں۔ یہ سنہری اصول کہ خود تکلیف اٹھاؤ مگر دوسرے کو تکلیف مت دو خدا کی درگاہ میں بہت جلد مقبول ہو سکتا ہے۔ خدا کی خلقت کو دکھ نہ دینا اور خود ظلم برداشت کرنا اس سے بڑھکر دنیا میں کسی چیز کی اور کیا قیمت ہو سکتی ہے؟

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ ڈوما کے سارے ممبر طبقہ امرا کے ہی تھے عوام کا صرف ایک ہی ممبر کرنسکی تھا۔ جو سویٹ کونسل کیطرف سے منتخب ہوا تھا۔ لیکن سویٹ کونسل ساری کی ساری عوام کے قائم مقاموں کا مجموعہ تھی۔ جس میں لیبر یونین اور فوج کے قائم مقام تھے۔ تو اس طرح فوجی سپاہی جو انقلاب میں شامل ہو گئے تھے۔ سارے کے سارے سویٹ کونسل کے اشارے پر چلنے والے تھے۔ انقلاب کے بعد جب گڑبڑ کی حالت ہو جاتی ہے تو انتظام وہی فریق قائم رکھ سکتا ہے۔ جس کے ساتھ فوجی طاقت ہو۔ اور جو جمہور کی پاسداری کرے؎

ڈوما کو اختیارات ملتے ہی اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام پولیٹکل اور مذہبی قیدیوں کی رہائی کا حکم جاری کر دیا۔ یہودیوں کیواسطے جو سخت قانون بنائے جا چکے تھے۔ وہ سب منسوخ کر دئے گئے۔ ساری رعایا کو ہر قسم کی مذہبی آزادی جو زار شاہی نے چھین لی تھی عطا کر دی گئی۔ فنلینڈ کو سیلف گورنمنٹ دیدی گئی۔ پولینڈ کو بھی مجلس مشاورت کی قائمی کی شرط پر آزاد کر دیا گیا۔ قتل اور پھانسی کی سزائیں موقوف کر دی گئیں پہلے صوبوں کے گورنر سرکار مقرر کیا کرتی تھی۔ اب وہاں کے منتخب شدہ کونسل کے پریذیڈنٹ کو گورنر کے اختیارات بھی سونپ دئے گئے۔ مٹھوں اور زار کے خاندان کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ فوج میں بھی بہت سی ریفارم (اصلاح) کی گئی۔ پرانے جابرانہ قوانین منسوخ کر کے نئے اس قسم کے قانون بنائے گئے۔ جس سے فوجیوں کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہو گئیں افسر بھی سپاہیوں میں سے منتخب کرنے کا قانون بنایا گیا۔ سپاہیوں اور افسروں کے تنازعات کا تصفیہ کرنے کیواسطے سپاہیوں اور افسروں کی ایک مشترکہ کونسل بنائی گئی۔

مگر اس سارے انتظام میں دو بڑی خامیاں تھیں۔ ایک تو کسانوں کیواسطے کچھ نہیں کیا گیا تھا۔ وزارت نے یہ تو اعلان کر دیا کہ ملک بھر کی ساری زمین ہم کاشتکاروں میں تقسیم کر دینا چاہتے ہیں۔ مگر اس پر عملدرآمد کچھ بھی نہ کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وزارت میں ممبروں کی بہت بڑی تعداد زمیندار فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ دوسری کمزوری یہ کہ

مزدوروں کی حالت سدھارنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ ڈوما نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ جس سے وہ مزدوروں اور کسانوں کا دل بھی ہاتھ میں لیتی۔ عوام تو صرف تین چیزیں چاہتے تھے زمین۔ روٹی اور امن۔ اس کے سوا ان کا کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ مگر ڈوما نے اس کی طرف کافی توجہ ہی نہ دی۔

میدان جنگ میں فوج کے جرنیلوں نے فوراً ہی اس انتظام کو منظور کر لیا۔ جن ایک دو جرنیلوں نے اس کو تسلیم نہ کیا۔ ان کی جگہ نئے مقرر کر دئے گئے۔ سپہ سالار اعظم الیگزینڈر مقرر کیا گیا۔

۲۲ مارچ کو امریکہ اور دوسری مغربی سلطنتوں نے اس وزارت کو روسی سرکار کی حیثیت سے تسلیم کر لیا۔ مگر اندرون ملک میں اس وزارت کی حالت دن بدن نازک ہوتی گئی۔ لیبر یونین اور دیگر فوجی لوگ اس کی مخالفت پر آمادہ ہونے لگے۔ سب سے زبردست سوال اس وقت جو سامنے تھے وہ جنگ کا سوال تھا۔ سوویٹ کی رائے میں اگرچہ اپنی حفاظت کی خاطر جنگ کرنا لازمی تھا۔ مگر دوسروں کی آزادی چھین لینا معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ اور نہ ہی پوشیدہ صلح کی ان کے ہاں گنجائش تھی۔ ایک وزیر نے یہ رائے ظاہر کر دی کہ قسطنطنیہ روس کو ملنا چاہیئے۔ اس سے اور کئی دیگر باتوں سے جمہور کے دل میں شک ہونے لگا کہ جنگ جاری رکھنے کا مطلب دوسرے ممالک پر قبضہ کرنے کا ہے۔ جوں جوں یہ شک بڑھتا گیا۔ عوام وزارت

سے بددل ہوتے گئے۔

۲۹ اپریل کو ملک کے سوویٹ خیالات والوں کی ایک بھاری کانگریس ہوئی جس میں ڈوما پر اعتماد ظاہر کیا گیا۔ لیکن جنگ کے جاری رکھنے کے متعلق یہ ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا کہ نہ تو دوسروں کا ملک چھینا جاوے۔ اور نہ ہی ان سے تاوان وغیرہ طلب کیا جاوے۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی طے پائی۔ کہ جب تک وزارت اس اصول پر کام کرتی ہے۔ اور ملک کا کام آگے بڑھتا ہے۔ تب تک لوگ اس کی حکومت کو مانیں۔ لیکن اگر وہ ان اصولوں سے انحراف کرنے لگے تو سوویٹ کونسل کو اختیار ہوگا۔ کہ اسکو راہ راست پر لاوے۔ اور جمہور روس اس میں سوویٹ کونسل کی ہر طرح سے امداد کرینگے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سوویٹ اپنے آپ کو وزارت سے بڑا مانتے تھے۔ اور سوویٹ کونسل کا خیال تھا۔ کہ رعایا کی حفاظت کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر ہے۔ چند دنوں کے بعد ڈوما نے اتحادیوں کو ایک نوٹ لکھا۔ کہ وہ جنگ کے متعلق اپنی پالیسی کا اظہار پھر ایک دفعہ کھلے طور پر کردیں۔ جس سے سوویٹ کونسل کو وزارت کے متعلق شک کو اور بھی تقویت مل گئی۔ اور سوویٹ کونسل کے کئی ایک ممبر کھلم کھلا وزارت کی موقوفی کے متعلق اظہار خیالات کرنے لگے۔

لینن کی آمد

اپریل کے آخیر میں لینن سوئٹزرلینڈ سے پیٹروگراڈ

اس کے آنے میں جرمنی نے بہت امداد کی۔ اس کے اور اس کے ساتھ آنیوالے دوسرے آدمیوں کیواسطے جو روس سے جلاوطن کئے گئے تھے۔ جرمن نے گاڑی کا انتظام کیا۔ اس لئے ہر جگہ یہ بات مشہور ہوگئی کہ یہ تو جرمنی کا ایجنٹ ہے۔ لیکن یہ بالکل جھوٹ تھا۔ لینن کا خیال تھا۔ کہ روس کو چاہئے۔ کہ فوراً جرمنی کے ساتھ صلح کر کے اپنے ملک کے اندرونی انتظام کو سدھارے۔ اس لئے وہ روس کی مزدور پارٹی کو ہمیشہ یہ صلاح دیتا رہتا کہ وہ لڑائی میں بالکل امداد نہ کریں۔ اس کا مطلب جرمن کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانے کا نہ تھا۔ بلکہ روس کی بہتری مطلوب تھی اور چونکہ اس بات میں جرمنی کو بھی فائدہ تھا۔ اس لئے جرمنی نے اس کی واپسی میں اس کی مدد کی۔ دنیا میں ہر ایک اپنا فائدہ ہی مدنظر رکھتا ہے۔ لینن کو روس پہنچنے کی سخت ضرورت تھی۔ اور بغیر جرمنی کے اور کوئی ذریعہ روس میں داخل ہونے کا نہ تھا۔ اور جرمنی جنگ سے تنگ آکر روس سے صلح کرنی چاہتا تھا۔ تاکہ وہ اس طرف سے بے فکر ہوکر اتحادیوں کے ساتھ فرانس کے میدان میں دو ہاتھ کر سکے۔ اس واسطے دونوں ایک دوسرے کی مدد کے محتاج تھے۔

لینن بھی چونکہ طبقہ عوام میں سے تھا۔ اس لئے اس کو اُمرا پر بالکل اعتبار نہ تھا۔ اس نے آتے ہی اس بات پر زور دینا شروع کیا۔ کہ وزارت کو جو موٹے پیٹ والوں کی ہے یک قلم ہٹا دینا چاہئیے۔ کیونکہ یہ وزارت کبھی بھی جمہور کا پیٹ پالنے کی فکر نہیں کرے گی۔

ماہ مئی میں ٹراٹزکی بھی امریکہ سے واپس آگیا۔ لینن اور اس کے

خیالات ہر ایک معاملہ میں ملتے تھے۔ (اور سویٹ لوگوں پر ٹراٹسکی کا بڑا بھاری رسوخ تھا۔ اس کے متعلق صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہوگا۔ کہ ۱۹۱۷ء کی سویٹ پارٹی کا پریذیڈنٹ ٹراٹسکی ہی بنایا گیا تھا۔) لینن اور ٹراٹسکی ملکر کام کرنے لگے اور اس طرح سویٹ کونسل میں بالشویکوں کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔

اس کے بعد روس میں ہر ایک فریق کی کانگرسیں ہونے لگیں۔ فوجیوں کی کسانوں کی۔ سویٹوں کی۔ الگ الگ کانگرسیں منعقد ہونے لگیں۔ ان اجلاسوں میں ہر ایک اپنے اپنے حقوق پر زور دیتا اور اپنے زیادہ قائم مقام چنے جانے کا ریزولیوشن پاس کرتا تھا۔

غرض کہ روس کی حالت عجیب سی ہوگئی۔ بے شک زار شاہی کا تو خاتمہ ہوگیا۔ مگر انتظام میں سخت ابتری پھیل گئی۔ کسی کو ایک دوسرے پر اعتبار نہ تھا اور سب اپنی اپنی جگہ پر سہمے تھے۔ امیر لوگ اپنی امارت چھوڑنے پر تیار نہ تھے۔ زمیندار زمینیں دبائے بیٹھے تھے۔ سرمایہ دار مزدوری پیشہ لوگوں کے پسینہ کی کمائی کھانے کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ کب گوارا کرتے تھے۔ کہ مزدور لوگ ان کے پنجہ سے نکل جائیں۔ صرف بالشویک ہی جمہور کے سچے خیر خواہ تھے۔ اور دلیری سے کھلے بندوں اس قسم کا پرچار کرتے تھے۔ ان کو صرف اپنے اصول کا خیال تھا۔ اور کسی قسم کی قید یا موت کا خوف مطلق انکے پاس تک نہ پھٹک سکتا تھا۔

سب سے زیادہ اہم مسئلہ جنگ کا مسئلہ تھا۔ تمام لوگ اب یہ خیال کئے بیٹھے تھے۔ کہ ملک کی حفاظت کے واسطے جنگ کا جاری رکھنا نہایت

ضروری ہے۔ گو جمہور اور جنگ میں لڑنے والے سپاہی اکتا گئے تھے۔ مگر اس کو چھوڑ نہیں سکتے تھے سوویٹ کو چونکہ شک ہو گیا تھا کہ لڑائی صرف حفاظت ملکی کے واسطے ہی نہیں ہو رہی بلکہ دوسروں کے ملک پر قبضہ کرنا بھی اس کا ایک منشا ہے۔ اس لئے سوویٹ کونسل نے لڑائی کے متعلق چند ایک پابندیوں کے قانون پاس کئے۔ جس سے ڈوما کو اختلاف تھا وزیر جنگ گچکوف اور وزیر جمہوریہ ملیوکوف نے اس پر ناراض ہو کر اپنے عہدوں سے استعفے داخل کر دئے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ مبادا سوویٹ کا پلڑا بھاری رہے۔ ان استعفوں سے اب دوبارہ وزرات مرتب کرنے کی ضرورت پڑی۔

۱۰ مئی کو پیٹروگراڈ میں تین کانگرسیں منعقد ہوئیں۔ ایک پیٹروگراڈ کے سوویٹوں کی۔ دوسری میدان جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے قائم مقاموں کی۔ اور تیسری کسانوں کے ڈیلیگیٹوں کی۔ ان تینوں مجلسوں میں جنگ کے متعلق زوردار مباحثے ہوئے۔ گو بالشویکوں نے جنگ کو جاری رکھنے کی مخالفت کی۔ مگر ابھی ان کا اتنا زور نہ تھا۔ ان تینوں کانگرسوں میں ابھی جنگ جاری رکھنے کا ہی فیصلہ ہوا۔ اور یہ بھی قرار پایا کہ یکدم زور سے جنگ کر کے فیصلہ کر دیا جاوے۔ سوویٹوں کی کانگرس میں جنگ جاری رکھنے کے علاوہ یہ بھی پاس ہوا کہ وزرات مرتب کرنے میں جو سوویٹ ممبر منتخب کئے جاویں۔ وہ ڈوما کے آگے جوابدہ نہ ہوں۔ بلکہ وہ سوویٹ کونسل کے ہی ماتحت رہیں۔ ان کی یہ شرط منظور کر لی گئی۔ اور وزرات مرتب ہو گئی۔ اب کے سوویٹ کے چھ ممبر منتخب ہوئے۔ امرا طبقہ کے سات اور دیگر طبقوں کے دو کل پندرہ

ممبر بنائے گئے۔ وزیر جنگ کرنسکی مقرر کیا گیا۔ جو سوویٹ کونسل کا پریذیڈنٹ تھا۔
کرنسکی نے جنگ کو زور شور سے جاری رکھنے کا ہر طرح سے بندوبست کر لیا۔
سامان جنگ کافی مقدار میں بھجوایا۔ خود میدان جنگ کے ہر ایک موقع پہنچ
سپاہیوں کا حوصلہ بڑھانا شروع کیا۔ اور بھی ہر طرح سے سپاہیوں کی ضروریات
پوری کرنے کا نہایت عمدہ بندوبست کیا۔ سپہ سالار اعظم بھی اپنا ہی ہم
خیال بروسلاف مقرر کیا اور دشمن پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی گئی۔

۲۲ جون کو تمام سوویٹوں کی پیٹروگراڈ میں ایک کانفرنس ہوئی جس
میں بالشویکوں کے لیڈر مسٹر لینن۔ ٹراٹسکی وغیرہ نے بڑی زوردار اور
جوشیلی تقریریں کیں۔ اور ایسے واقعات بیان کئے۔ جس سے لڑائی سے
تنگ آئے ہوئے لوگوں کے دل جنگ سے متنفر ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ
لیبر پارٹی کو اس لڑائی کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ ہم لوگوں کا تو ایک ہی مقصد
ہونا چاہئے۔ یعنی سرمایہ داروں کی تباہی اگر آپ لوگ خواہش کریں گے
تو جرمن کی لیبر پارٹی بھی قیصر کو صلح پر مجبور کر دیگی۔ اور چونکہ ہم لوگوں کا مقصد
دنیا میں ایک ہی ہے۔ یعنی دنیا بھر کے تمام مزدوروں کی بہتری۔ اس لئے ہمیں
فوراً لڑائی سے اپنا ہاتھ کھینچ لینا چاہئے۔ نہ کہ نئے سرے سے حملہ کر کے
ناحق جانیں ضائع کرنا۔ لیکن ان کی ان سرگرمیوں کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا
بلکہ کرنسکی کی حوصلہ افزائی کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

کرنسکی کے پروگرام کے مطابق جولائی میں پہلا حملہ کیا گیا۔ اور اس
میں پہلے پہل کامیابی نظر آئی۔ پہلے ہی حملہ میں دشمن کے چھتیس ہزار

سپاہی روسیوں نے قید کر لئے۔ لیکن یہ فتحیابی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ کیونکہ اب تک روسی سپاہیوں کی تعداد جو قید ہو چکے تھے۔ یا لڑائی میں مارے گئے۔ تیس لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔ ادھر بالشویک اپنے خیالات نہایت سرگرمی سے عوام میں پھیلا رہے تھے۔ اور سپاہی لوگ لڑائی سے تھک کر چور ہو چکے تھے۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ روسی سپاہی خندقیں خالی کر کے دشمن کا رستہ خود بخود ہی صاف کرنے لگے۔ بہت سی پلٹنوں نے اپنے افسروں کو گولی مار کر مار دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلا فتح کیا ہوا علاقہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ اور دشمن بے خوف آگے بڑھنے لگے۔

جب یہ خبر وزرات میں پہنچی کہ روسی فوج میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ اور وہ خود بخود پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اس وقت امراکے وزیروں نے استعفے داخل کر دئے۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ بدنامی ان کے سر نہ آوے۔ بلکہ کرنسکی اور سویٹ لوگ ہی بدنام ہوں۔ اتنے میں میدان جنگ کو چھوڑ کر بہت سے سپاہی پیٹروگراڈ میں واپس آگئے۔ اور بالشویکوں کے اکسانے پر بلوے شروع کر دئے۔ وزرات نے اس خرابی کا سارا بوجھ بالشویکوں پر مضبوب دیا۔ اور بہت سے بالشویک لیڈر ٹراٹسکی وغیرہ گرفتار کر لئے گئے۔ مگر لینن بچ کر نکل گیا۔ اور بلوے باہر کی کاسک فوج کی مدد سے بند کرائے گئے۔

۲۰ جولائی کو پرنس پلاف نے وزیر اعظم کے عہدہ سے استعفا دے دیا۔ اب کرنسکی کے سوا اور کوئی آدمی اس عہدہ کو سمجھالنے کے قابل نظر نہ آتا

تھا۔ کیونکہ حالت خراب ہو رہی تھی۔ دشمن زور سے آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اندرون ملک میں پھوٹ اور فرقہ بندیاں زوروں پہ تھیں۔ صوبہ یوکرینیاں بھی روس سے الگ ہوکر آزاد ہو بیٹھا۔ ہر طرف بغاوت ہونے لگی۔ ایسے وقت میں وزیراعظم کا عہدہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر کرنسکی جیسا باحوصلہ اور مستقل مزاج مدبر ذرا نہ جھجکا فوراً ہی وزیراعظم کا عہدہ منظور کر لیا۔

کرنسکی نے چارج لیتے ہی بالشویکوں کے اخبار بند کر دئے۔ اور ہر طرح سے انکو دبانا شروع کیا۔ اور فوجوں میں قانون کی وقعت برقرار رکھنے کیواسطے اس نے باغی اور مغرور سپاہیوں کے واسطے پھر سے پھانسی کی سزا شروع کردی۔ اور عوام کے قائم مقام جو اننے دن گڑ بڑ کیوجہ سے منتخب نہ ہو سکے تھے۔ ۳۱ دسمبر کو پھر سے انتخاب کا اشتہار جاری کردیا اور نئے سرے سے وزرات مرتب کرنے کی کوشش کی۔

غرض کہ ملک کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ لوگوں کا اعتبار بہت کچھ اٹھ چکا تھا۔ سپاہی دشمنوں کو آگے بڑھنے سے بالکل نہ روکتے تھے۔ بلکہ اپنے افسروں کو قتل کرکے دشمن سے مل جاتے تھے۔ ادھر ملک کے اندر اشانتی چھپی ہوئی تھی۔ کارخانوں میں گولہ بارود چالیس فی صدی سے کم تیار ہونے لگا۔ خود بہت سے وزیروں کے دل ہل گئے تھے۔ اگست کے دوسرے ہفتے میں چیرنوف وزیر نے استعفےٰ داخل کر دیا۔ حالت کو نہایت خراب دیکھ خود کرنسکی بھی مستعفی ہو بیٹھا۔ اب بڑی مشکل کا

سامنا تھا۔ امرا کے فرقہ پر سے لوگوں کا اعتبار بالکل اٹھ چکا تھا۔ اور
بالشویکوں پر بھی ابھی لوگ اعتماد نہیں کرتے تھے۔ بس صرف ایک سوویٹ
پارٹی ہی قابل اعتماد خیال کی جاتی تھی۔ اور اسی پر ہی بھروسہ ہو سکتا تھا
آخر کرنسکی کو ہی اس عہدہ کے واسطے مجبور کیا گیا اور وزارت مرتب کرنے
کی ترغیب دی گئی۔ نئی وزارت جوں توں کر کے کھڑی کی گئی۔ اب امرا کے
بھی قائم مقام آ شامل ہوئے۔ اور سب لوگوں نے ملکر جس طرح بھی ہوا
حالت درست کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اور یہ صلاح ٹھیری کہ سب قسم کے
لوگوں کی سارے روس کی ایک کانفرنس کیجاوے۔ چنانچہ ۲۶ اگست کو
ماسکو میں ایک غیر معمولی قومی کانفرنس کرنیکی تجویز کیگئی۔ اب وزارت کیواسطے
ضروری تھا کہ اس کے ہی ہم خیال لوگ کانفرنس میں ڈیلیگیٹ بن کر آسکیں
اس لئے تجویز کیا گیا کہ صرف سوویٹ ہی اپنے نمائندوں کا انتخاب کرسکتے ہیں
اور دوسرے لوگوں کے نمائندے سرکار کی طرف سے نامزد ہونگے۔ ایکہزار
چار سو کے قریب ڈیلیگیٹ کانفرنس میں پہنچے۔ تین دن تک زور شور سے
مباحثہ ہوتا رہا۔ کرنسکی بڑا طرار تھا۔ اس میں لوگوں کو اپنی طرف کر لینے کی
خاص دسترس تھی۔ ادہر اس کے برخلاف بولنے والوں کی تعداد بہت ہی
قلیل تھی۔ امریکہ کے پریزیڈنٹ ولسن نے بھی تار بھیجکر اس کانفرنس سے
اتفاق ظاہر کیا۔ اور روسی جمہور کو یقین دلایا۔ کہ "ہم سب طرح سے پولیٹیکل
اور مالی امداد کر کے تمہارا ساتھ دینگے"۔ آخری دن وزارت پر اعتماد کا
ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اور فوج کے وزارت کی مرضی کے بغیر پہلے سے صلح

کرلینے کو ناوا جب ٹھرایا گیا اس طرح گویا ماسکو کانفرنس ایک طرح کامیاب ہوئی۔ مگر دوسری طرف لیبر یونین اور سپاہیوں کے دل کرنسکی سے بھی بدظن ہوگئے۔ کانفرنس اور کرنسکی نے یہ فیصلہ تو کیا کہ لڑائی جاری رکھی جاوے۔ اور صلح نہ کی جاوے۔ مگر عوام کا دل ہل جانے اور گولہ بارود تیار نہ ہونے کی وجہ سے لڑائی کو جاری رکھکر سوائے روسی سپاہیوں کی جانیں ضائع کرنے کے اتحادیوں کو اور تو کوئی فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔

ادھر مزدوروں اور کسانوں کا برا حال تھا۔ اور ماسکو کانفرنس سے ثابت ہوگیا کہ کرنسکی کی وزرات بھی طبقہ امرا سے مل گئی ہے۔ جمہور صرف تین چیزیں مانگتے تھے۔ زمین روٹی اور امن۔ مگر کرنسکی کی گورنمنٹ اس میں بالکل ناکامیاب رہی۔ بالشویکوں نے اس بات کا خوب فائدہ اٹھایا۔ اور ان باتوں کا خوب زور سے پرچار کیا۔ جس سے وہ لوگ بھی جو پہلے کرنسکی کے حق میں تھے۔ اب اس سے بگڑ کر بالشویکوں سے آملنے لگے۔ اور ان کی تعداد خوب زور سے بڑھنے لگی۔

ادھر روس کی فوج کے سپہ سالار کارنیلاف نے بھی بغاوت اختیار کرلی۔ وہ کرنسکی گورنمنٹ سے منحرف ہو گیا۔ اور اس کا ارادہ ہوا کہ خود اس کے بہت سے حصہ کا مالک بن جاوے۔ اور فوج لیکر پیٹروگراڈ پر چڑھ آیا۔ اب بالشوکوں نے جو اس سے پیشتر کرنسکی گورنمنٹ کے برخلاف تھے۔ کارنیلاف کے برخلاف کرنسکی کی مدد کی۔ کیونکہ وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کہ زار کے پنجہ سے رہائی ملنے کے بعد اب ایک اور شخص روس

کا خود مختار حاکم بن بیٹھے۔ کیونکہ وہ تو پرجا کا راج قائم کرنا چاہتے تھے؟

میدان جنگ میں جب روسی سپاہ دل چھوڑ بیٹھی۔ تو جرمنوں نے جھٹ آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ علاقہ ریگا پر قبضہ کر کے دریا ڈینوب کو عبور کر لیا۔ اور پیٹرو گراڈ کل ساٹھ میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ ادہر جرمنی بیڑا بھی بحیرۂ بالٹک میں آموجود ہوا۔ اب اگر جرمن چاہتے تو یکدم پیٹرو گراڈ پر حملہ کر سکتے تھے۔ مگر وہ حملہ یکدم اس واسطے نہ کرتے تھے۔ کہ مبادا روسی لوگوں کے آپس کے اختلافات مٹ کر بالشویک اور دوسرے لوگ ایک ہو جاویں اور ہماری ساری کی کرائی خاک میں مل جاوے ان کا خیال تھا۔ کہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا نیسے پیٹرو گراڈ کو خطرہ میں دیکھکر روسی اتحادیوں کے بغیر پوچھے جرمن سے الگ صلح کر لینگے۔ اور اس طرح اس طرف کی لڑائی ختم ہو جاوے گی۔ اور پھر وہ آزادی سے بے کھٹکے فرانس کے میدان میں لڑ سکیں گے۔

پیٹرو گراڈ شہر میں روز کانفرنسیں ہوتی تھیں۔ بالشویک لوگ خوب زور شور سے اپنے اصولوں کا پرچار کرتے تھے۔ کرنسکی کی طبیعت شاہانہ ہو گئی تھی۔ اور وہ زار کے سرائی محل میں بڑی شان اور کروفر سے رہتا تھا۔ ان دو تین مہینوں میں ہی طاقت کا نشہ اس کے سر میں سما گیا تھا۔ اور دوسرے لوگوں سے بڑے تکبر اور نخوت سے پیش آنے لگا۔ جب وہ محل سے باہر نکلتا تو خاصہ جلوس بنجاتا۔ گویا کہ اس کی گراوٹ کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ بالشویک بار بار کانفرنسیں کرنے لگے۔ کیونکہ وہ یہ معلوم کرنا چاہتے

تھے۔ کہ عوام کے دل کس قدر ان کے اصولوں کے قائل ہوتے ہیں۔ سویٹوں نے ایک کانفرنس نیشنل ڈیموکریٹک کانفرنس منعقد کی ۔ جس میں صرف مدعو شدہ نمائندے ہی حاضر ہو سکتے تھے ۔ مگر اجلاس ختم ہونے پر معلوم ہوا۔ کہ بالشویک عنصر باوجود اس کوشش کے بھی بہت بڑھ گیا ہے ۔

اب چوتھی بار وزارت مرتب ہوئی۔ سویٹ مطالبہ کرتے تھے ۔ کہ صرف ہمارے ہی قائم مقام لئے جاویں۔ مگر کرنسکی نے یہ بات نہ مانی ۔ جس سے بہت سے سویٹ کرنسکی کے برخلاف ہو گئے ۔

ایک پارلیمنٹ بھی بنائی گئی جس کا کام وزرات کو صلاح مشورہ دینا ہوتا تھا۔ گویا ایک صلاح کار کمیٹی تجویز ہوئی۔ جس کے آگے وزرات کسی طرح سے جوابدہ نہ تھی۔ مگر اس کے مشوروں پر غور کرنا اور دھیان دینا وزرات کے واسطے لازمی قرار دیا گیا۔ ۱۸ اکتوبر سے ۷ نومبر تک یعنی پورا ایک مہینہ یہ پارلیمنٹ قائم رہی اس کے بعد بالشویکوں نے اس کو موقوف کر دیا ۔

انقلاب ہوتے ہی ڈوما نے یہ اعلان کر دیا تھا۔ کہ سرکاری اور زمینداروں کی زمینیں کسانوں میں تقسیم کر دی جاویں۔ مگر ابھی تک اس پر کوئی کاروائی نہ کی گئی تھی۔ جس سے کسان لوگ بے قرار ہونے لگے۔ اور آخرکار انھوں نے خود ہی کمیٹیاں کر کے زمینوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ میدان جنگ میں سپاہیوں کے دل بالکل ٹوٹ گئے تھے کیونکہ اس لگاتار خرابی سے تنگ آ کر وہ بھی بالشویک خیالات کے بن گئے تھے۔

ملک کے خیالات میں نمایاں تبدیلی ہوگئی تھی۔ جمہور کا خیال تھا۔ کہ اب سارے اختیارات سوویٹ بالشویکوں کے سپرد کر دئے جاویں۔ اس لئے زمیندار اور دولتمند لوگ چاہتے تھے۔ کہ بہتر ہے۔ اب تو شہر پیٹروگراڈ پر جرمنوں کا قبضہ ہو جاوے جس سے جمہوران لوگوں کے بالکل ہی برخلاف ہو گئے تھے۔

اب بالشویک کھلے طور پر کرنسکی کی وزرات کے برخلاف پرچار کرنے لگے۔ مگر کرنسکی میں اس قدر جرأت نہ پڑتی تھی جو انکو ایسا کرنے سے منع کرتا۔ کیونکہ حالت یہاں تک بگڑ چکی تھی۔ کہ اگر وہ ایسا کر بیٹھتا۔ تو کل کا بھانڈا آج ہی پھوٹ پڑتا۔ اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہو جاتی۔

بالشویکوں کا زور اور پیٹرگراڈ پر قبضہ

شہر پیٹروگراڈ میں سب سویٹ بالشویک بن گئے تھے۔ اب انہوں نے مطالبہ کیا کہ کارکن کمیٹی سویٹوں کی قومی سبھا کی منشا کے مطابق بنائی جاوے۔ جس کے واسطے ۷ نومبر کی تاریخ مقرر کیگئی۔ کانفرنس میں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس دفعہ بالشویکوں کا بہت زور ہے۔ اور سارا کاروبار اب سوویٹ پارٹی کے ہاتھ میں ہی سپرد کرنا پڑے گا۔

اس لئے کرنسکی نے بالشویکوں کا زور توڑنے کے واسطے یہ تجویز سوچی۔ کہ جو فوج شہر کی حفاظت پر تعینات ہے۔ چونکہ اس میں بالشویک عنصر غالب ہے۔ اس لئے اسکو شہر سے باہر میدان جنگ میں بھیجدیا جاوے۔

اس چال کا بالشویکوں کو بھی پتہ لگ گیا۔ اور چونکہ سوویٹ کونسل اب بالکل ان کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لئے انہوں نے وہاں ایک ریزولیوشن پاس کر دیا کہ ایک سپیشل ملٹری ریوولیوشنری کمیٹی بنائی جاوے جو یہ رپورٹ کرے۔ کہ آیا شہر کی حفاظتی فوج باہر بھیجی جا سکتی ہے ۔یا نہیں۔ اس کمیٹی میں کثرت بالشویکوں کی ہی تھی۔ کمیٹی نے رپورٹ کی ۔کہ ابھی شہر سے باہر فوج بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کرنسکی منشوک کا یہ منصوبہ بھی خاک میں مل گیا۔ بلکہ بالشویکوں کے ہاتھ ایک ایسی کمیٹی آ گئی ۔جو شہر کی فوج پر حکومت کرے ؎

میدان جنگ سے سپاہیوں کے تمام مقام یہ پیغام لائے کہ اگر ۱۵ نومبر تک کوئی فیصلہ نہ ہوا تو سب پلٹن واپس آ جاوینگی۔ ۲۸ اکتوبر کو بالشویکوں کا ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں لینن بھی جو اب تک روپوش تھا شریک ہوا۔ اس میں فوجوں کے پیغام سنائے گئے ۔اور آخر یہ فیصلہ ہوا کہ ۷ نومبر کو کرنسکی کی وزارت بزور شمشیر توڑ کر زبردستی انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا جاوے ۔اور کرنسکی گورنمنٹ کا خاتمہ کر دیا جاوے۔ کیونکہ وہ ملک کی منشا کے مطابق کام نہیں کر سکی ؎

بالشویکوں کا شہر پر قبضہ

فوجی کمیٹی نے شہر کی حفاظتی فوج کے باہر نہ بھیجنے کے فیصلہ کے بعد تمام اسلحہ خانوں پر خواہ وہ سرکاری تھے یا درسگاہوں کے سب پر اپنے کمشنر مقرر کر دئے۔ اور چھاؤنیوں پر بھی اپنے حقوق جما لئے۔ سرکاری افسروں نے کمشنروں کی مخالفت کرنی چاہی۔ مگر سپاہیوں کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اس طرح دو ہی تین دن میں تمام پلٹنوں اور سٹور پر بالشویکوں کے کمشنروں کا قبضہ ہو گیا۔ اب سوویٹوں میں بالشویکوں کی طاقت اس قدر بڑھ چکی تھی۔ کہ کرنسکی اور اس کی وزرات بھی ان کے خلاف کاروائی کرنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ حالت اس قدر بدل گئی کہ سارے شہر پیٹرو گراڈ پر بالشویکوں کا راج نظر آنے لگا۔

یہ بات شہر میں عام مشہور تھی۔ کہ ۷ نومبر کو بالشویک بلوا کریں گے اور ٹیبلائڈ اخبار تک پھاڑ پھاڑ کر چلانے لگے۔ کہ سرکار کو اب بہت جلد اس کا تدارک کرنا چاہئے ورنہ موقع ہاتھ سے نکل جانے پر کچھ نہ بن سکیگا یہ سب کچھ سرکار کو بھی اچھی طرح معلوم تھا۔ مگر وہ بندوبست کیا کرتی۔ قہر درویش بر جان درویش۔ کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔ ۴ نومبر کو بالشویک لوگوں نے ایک بڑا بھاری جلوس نکالا۔ جس سے ان کا منشا یہ تھا۔ کہ ایک تو ان کو بھی اپنی طاقت معلوم ہو جائیگی۔ اور دوسرے فریق مخالف بھی اس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جائے گا۔

۶ نومبر کی صبح کو ہی بالشویکوں نے ٹیلیفون ایکسچینج آفس پر قبضہ کر لیا۔ اور دروازہ پر دو توپیں نصب کر دیں۔ شہر کے محافظ قلعوں پیٹر اور پال پر تو آگے ہی ملٹری ریولیوشن کمیٹی کے افسروں کا قبضہ تھا۔ اور وہاں ان کے دفتر تھے۔ کرنسکی نے باہر سے بائیسکل سوار پلٹنیں منگائیں مگر انہوں نے شہر سے چند میل فاصلے پر ہی بالشویکوں کو پیغام بھیجا۔ کہ ہمیں شہر میں طلب کیا گیا ہے۔ کیا کیا جائے۔ بالشویکوں نے جواب دیا۔ جہاں ہو۔ وہیں پڑاؤ ڈال دو۔ اور اپنے نمائندے یہاں بھیجدو۔ ان کے نمائندے آئے۔ اور بالشویکوں کیساتھ بات چیت کر کے واپس چلے گئے شام کو ساری پلٹنیں سویٹ کی جے کے نعرے لگاتی ہوئیں شہر میں آ داخل ہوئیں +

اب تو بالشویکوں (سویٹوں) کی کامیابی میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہ گیا تھا۔ کرنسکی گورنمنٹ نے باہر سے فوجیں بلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ جو فوج باہر سے بلائی جاتی شہر میں داخل ہوتے ہی بالشویکوں سے مل جاتی۔ اور اس طرح بالشویکوں کی طاقت میں اضافہ ہو جاتا۔ شہر میں جس قدر آدمی اپنے ہم خیال مل سکے۔ ان کی ایک پلٹن تیار کر لی۔ اور رات کو چپکے سے ایک دو فوجیں باہر سے بھی بلا لیں۔ کیونکہ جلدی ہی خون خرابہ ہونیکے نشان صاف نظر آ رہے تھے۔ کمیٹی نے اپنے ہیڈ دفتر سمالنے انسٹیٹیوٹ کے اردگرد بیشمار فوج جمع کر رکھی تھی۔ شہر کی ہر ایک پلٹن کے قائم مقام ہیڈ آفس میں ہر وقت بیٹھے رہتے تھے جہاں سرخ فوج ہر وقت پہرہ دیتی رہتی۔ اور بالشویک لیڈر ٹرانسکی کمینوف وغیرہ ہر طرف پلٹنوں کو ہدایات جاری کرتے

رہتے تھے۔ اس طرح ظاہرا طور پر سارے شہر پر تقریباً بالشویکوں کا ہی قبضہ نظر آتا تھا۔ ۷ نومبر کی صبح ہونے سے پہلے ہی بالشویکوں نے سرکاری بنک پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور بنک کے پہرہ دار سپاہی بالشویکوں سے مل گئے۔ سات تاریخ طلوع آفتاب سے پہلے لینن بھی ہیڈ آفس میں آموجود ہوا اب بالشویکوں کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ صبح ہوتے ہی تمام سرکاری عمارات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا گیا دوپہر کو وزرات کے دفتر یعنی ونٹر پیلیس پر جہاں کرنسکی رہتا تھا۔ سرخ فوج نے گھیرا ڈال دیا۔

ایک بجے ملٹری ریولیوشنری کمیٹی کی طرف سے ٹرانسکی نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ

"کرنسکی کی گورنمنٹ برخاست اور آئندہ باضابطہ سویٹ حکومت قائم ہونے تک ملٹری کمیٹی ہی گورنمنٹ کی خدمات سرانجام دیگی"

کرنسکی کی وزرات کا اجلاس سرمائی محل میں اس غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔ کہ بالشویکوں کو باغی قرار دے کر ان کے برخلاف کارروائی باضابطہ طور پر کرے۔ ابھی یہ اجلاس ختم بھی نہ ہوا تھا۔ کہ پیٹر اور پال قلعوں سے اس محل پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ بالشویکوں نے محل پر دھاوا بول دیا۔ کرنسکی تو بچ کر نکل گیا۔ مگر باقی سب وزیر گرفتار کر لئے گئے۔ اور محل پر بالشویکوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور اس طرح بالشویکی انقلاب کا پہلا کام نہایت کامیابی کے ساتھ بغیر کسی قسم کی خرابی کے ختم ہوا۔

پیٹرو گراڈ میں اب ساری طاقت ملٹری ریولیوشنری کمیٹی کے

ہاتھ میں آگئی۔ کرنسکی نے جو پھانسی کی سزا کا دوبارہ اجرا کر دیا تھا۔ اس کمیٹی نے اسے منسوخ کر دیا۔ اور پلٹنوں کی پرانی کمیٹیاں منسوخ کر کے نئی کمیٹیاں مقرر کر دیں۔ گو پیٹروگراڈ میں تو کمیٹی کا راج ہو گیا۔ مگر شہر کے باہر ریلوے تار اور ٹیلیفونوں پر ابھی ان کا کوئی اختیار نہ تھا۔ ان محکموں کے افسر زمیندار اور سردار لوگ بالشویکوں کے برخلاف تھے۔ اس واسطے باہر کے تمام علاقے سے تعلقات منقطع ہو گئے ؛

۸ نومبر کو سوویٹ کا ایک خاص اجلاس ہؤا۔ تاکہ اس تبدیلی کی جمہور سے باضابطہ منظوری حاصل کی جاوے۔ اجلاس میں آزاد خیال پارٹی کے لوگ اور کسانوں کے نمائندے (سوشلسٹ ریپبلکن) بھی آئے۔ کرنسکی کے خیالات کا ایک آدمی بھی نظر نہ آتا تھا۔ بحث مباحثہ کے بعد ایک کونسل مرتب کی گئی۔ جس کا نام کونسل آف دی پیپلز کمشنرز (جمہور کے قائم مقاموں کی کونسل) مقرر ہؤا۔ لینن اس کونسل کا پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا اور ٹراٹسکی کو عہدہ وزرات پر مامور کیا گیا۔ اور اس طرح شہر میں بالشویکوں کا باضابطہ راج قائم ہو گیا ؛

چار دن بعد کرنسکی نے کچھ کاسک پلٹن اکٹھی کر کے پیٹروگراڈ پر چڑھائی کر دیا جب بالشویکوں کو خبر ملی۔ کہ کرنسکی فوج لئے آرہا ہے۔ تو انہوں نے شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہی سرخ فوج لے کر اس کا مقابلہ کیا۔ کرنسکی کی فوج لڑائی میں ہار گئی۔ اور میدان بالشویکوں کے ہاتھ آیا۔ اس فوج کا سپہ سالار اور بہت سے افسر بالشویکوں نے گرفتار کر لئے۔ مگر کرنسکی اپ

بھی بچ کر نکل گیا ۔

زمینداروں ، سرداروں اور دولتمند لوگوں نے شہر میں کچھ گڑبڑ کرنی چاہی اور سرکاری انجینئرنگ سکول پہ قبضہ کرکے وہاں اپنی چھاؤنی بنا لی ۔ لیکن سرخ فوج کی توپوں کے گولوں کی تاب نہ لاکر تھوڑی دیر میں ہتھیار ڈال دیئے ۔

دو ہی دن کے اندر شہر میں بالکل امن قائم ہو گیا ۔ مخالف فریق کے اخبار بند کر دئے گئے ۔ اور ان کے لیڈر گرفتار کرکے جیل میں ڈالدئے ۔ اور شہر پہ ہر طرح سے مکمل بالشویکی راج قائم ہوکر بالکل امن اور شانتی قائم ہو گئی ۔

بالشویکی راج شہر میں تو قائم ہو گیا ۔ مگر چونکہ باہر ان کے بہت سے مخالف موجود تھے ۔ اس لئے اس کی قائمی میں لوگوں کو بہت شک تھا ۔ کئی بار اندیشہ پیدا ہونا تھا ۔ کہ بالشویک راج کا خاتمہ ہو جاوے گا ۔ اور کئی خطرناک وقت بھی آئے ۔ دشمنوں نے بے شمار چالیں ان کے برخلاف چلیں ۔ اتحادی ان کی مخالفت پر خوب تلے رہے ۔ اور ایک فریق مخالف کی مدد بھی کرتے رہے ۔ مگر ابھی تک بالشویک روز افزوں ترقی کرتے ہی نظر آتے ہیں ۔ آج اس راج کو قائم ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں ۔ مگر یہ راج ہر طرح کے مصائب اور سازشوں کا مقابلہ کرتا ہوا دن بدن مضبوط ہوتا جاتا ہے ۔ اب تو دوسری طاقتوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا ہے ۔ اور جینوا میں جو یورپ کی سب سے بڑی کانفرنس منعقد ہوئی ۔ اس میں بالشویک قائم مقام مدعو کئے گئے ہیں ۔ اتحادی جن کو پہلے قاتل اور سفاک کہہ کر پکارتے تھے ۔ آج ان کی

جینیوا کانفرنس بھی ان قاتلوں کی شمولیت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں قاعدہ ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ جس کی تیغ اس کی دیگ۔ جب تک بالشویک کمزور تھے۔ یا ان کی طاقت دیرپا معلوم نہ ہوتی تھی۔ وہ قاتل اور سفاک تھے۔ جب دنیا کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہ تو کسی طرح بھی مٹائے نہیں مٹتے۔ بلکہ ان کی طاقت روز بروز زور پکڑ رہی ہے۔ تو سب نے انکے راج کو باضابطہ اور جائز تسلیم کر لیا ہے۔ امریکہ اور فرانس بھی ان کا لوہا ماننے لگ گئے ہیں +

بالشویک لیڈر لینن نے ساری دنیا میں اپنا ایک جال پھیلا رکھا ہے وہ کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ ترکوں کے ساتھ ان کا خاص سلوک ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے۔ کہ ترک کمزور ہیں۔ ایسا نہ ہو دوسرے ممالک کے لوگ ان کی ہمسایہ قوم پر غلبہ پا جائیں اور اس سے بالشویکوں کو نقصان پہنچ جاوے۔ ترک بھی بالشویکوں کے ساتھ خاص اخلاص سے پیش آتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہی لوگ ہیں۔ جن پر پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی باقی تمام قومیں لالچ سے اندھی ہو رہی ہیں۔ اور دوسروں کا ملک ہڑپ کر جانے کا خاص پاگل پن سب کے سر پر سوار ہو رہا ہے۔ مگر بالشویک ساری دنیا میں آزادی اور مساوات کا پرچار کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بالشویکوں کا بنیادی اصول ہے۔ مسٹر لینن خود مساوات کا اس قدر قائل اور عامل ہے۔ کہ وہ بیمار ہونے کی صورت میں بھی اپنے حصے سے زیادہ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی استعمال کرنا جائز نہیں

خیال کرتا۔ وہ خود مساوات مجسم ہے۔ اور جب تک کوئی شخص اپنے کہنے پر عامل نہ ہو۔ دوسرے لوگ کبھی اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہو سکتے۔ آج تقریباً تمام روس میں بالشوزم پھیل چکا ہے۔ اور ترکستان۔ اور وسط ایشیا کے بہت سے علاقے بھی اس اصول کے قائل ہو چکے ہیں۔ ایران میں ان کے بہت سے آدمی پائے جاتے ہیں۔ زار روس نے دوسرے ممالک کے جن حصوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ بالشویکوں نے انتظام حکومت ہاتھ آتے ہی۔ ان سب کو آزاد کر دیا۔ آج ایران کے سر سے روس کا سارا دباؤ ہٹ گیا ہے۔ ترکستان آزاد کر دیا گیا ہے۔ پولینڈ اور فنلینڈ نے اپنی الگ جمہوری حکومتیں قائم کر لی ہیں۔ اگر بالشوزم کا ظہور نہ ہوتا تو وسط ایشیا کے یہ کمزور ممالک کبھی آزادی کا مزہ چکھ نہ سکتے اور شاید افغانستان بھی ایک آزاد اور خود مختار حیثیت حاصل نہ کر سکتا اس وقت افغانستان اندرون ملک میں جس قدر ترقی کر رہا ہے۔ اس میں سے بہت کچھ ترقی بالشویکوں کی بدولت ہی حاصل ہوئی ہے۔ بالشویکوں کا خیال ہے۔ کہ دنیا میں آزادی اور مساوات قائم کر کے اونچ نیچ کی تفریق مٹا دی جاوے۔ اور سلطنت پرستی کا بالکل خاتمہ کر دیا جاوے۔ ساری دنیا ایک مشترکہ خاندان کی حیثیت میں رہے۔ اور ہر ایک اپنی طاقت بھر کام کر کے ضروریات زندگی حاصل کر سکے۔ اس دنیا میں نہ کوئی بادشاہ ہو اور نہ کنگال۔ سب بھائی بھائی ہو جاویں۔ بالشویکوں کے اصولوں کا مفصل ذکر اس کتاب میں آگے چلکر کیا جاوے گا۔

لینن

بالشویک تحریک کا مفصل حال شروع کرنے سے پہلے بیجا نامناسب نہ ہوگا۔ کہ اس دہرم کی روح رواں مسٹر نکولی لینن کی نسبت اختصار کے ساتھ چند ضروری باتیں ناظرین سے عرض کردی جائیں *

نکولی لینن کا جنم ۱۰ اپریل ۱۸۷۰ء کو مقام سمبرسک واقع علاقہ والگا میں ایک زمیندار گھرانہ میں ہوا۔ اسکا باپ کاشتکار خاندان سے تھا۔ اور اس کی والدہ بھی اسی فرقہ کی تھی۔ لینن کا باپ علاقہ والگا میں ایک سکول کا ڈائرکٹر تھا۔ اور شریف طبع ہونیکی وجہ سے استادوں اور شاگردوں میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ لینن کا بھائی الیگزینڈر علی نوف الیگزینڈر دوم زار روس کے حکم سے ۱۸۸۷ء میں پھانسی دیا گیا تھا۔ تو لینن کی والدہ اس کے ساتھ اور بھی زیادہ محبت کرنے لگی۔ اور لینن نے بھی اپنی ماتا کی اخیری زندگی میں جہاں تک ممکن ہوسکا اس کو خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا

مسٹر لینن سمبرسک کے ورزش سکول میں تعلیم حاصل کرکے کازان یونیورسٹی کی قانونی جماعت میں داخل ہوگیا۔ کیونکہ صدر مقام کی یونیورسیٹیوں نے بوجہ ایک پھانسی شدہ شخص کا بھائی ہونیکے اس کو داخل کرنے سے انکار کردیا تھا۔ ابھی اس کو داخل ہوئے ایک مہینہ ہی گذرا ہوگا۔ کہ وہ طالبعلموں کی تحریک انقلاب میں حصہ لینے والی جماعت کا سرگرم ممبر ہونے کی وجہ سے خارج کردیا گیا لیکن باوجود اس کے چار سال بعد

اس نے وکالت کی ڈگری حاصل کر لی۔

چند دن پریکٹس کر کے ہی اس نے اس پیشہ کو ترک کر دیا۔ کیونکہ اس کا میلان طبع کسی اور طرف تھا۔ کازان یونیورسٹی چھوڑنے کے بعد وہ پیٹروگراڈ چلا آیا۔ اور مارکس مذہب میں شامل ہو کر گہری سوچ میں پڑ کر اس کو کامیاب بنانے کی غرض سے تمام اطراف سے اس تحریک کے ممبران کا کھوج لگانا شروع کیا۔ مگر اس وقت ان کی تعداد بہت قلیل تھی لینن نے ایک دو سال میں چند ایک کا پتہ لگا کر پیٹروگراڈ میں ان کی ایک کارکن جماعت قائم کر لی۔ اور کام میں مشغول ہو گیا۔ کیونکہ وہ کام کا بھوکا تھا۔

پیٹروگراڈ میں اس نے لیبر یونین (مزدور جماعت) کی بنیاد ڈالی۔ اور مزدوری پیشہ جماعت کی سٹرائیکوں میں سرگرم حصہ لینے لگا۔ اس وقت اس نے سب سے پہلا پمفلٹ دی ٹائمز شائع کیا۔ جس کو زار کی حکومت نے ضبط کر لیا۔ لینن اس کام میں ہمہ تن مصروف ہو گیا اور دن رات لگاتار مزدوری پیشہ جماعت کے حوصلہ بڑھانے میں سرگرم کوشش کرنی شروع کر دی اور ہر وقت ان کے جھونپڑوں میں ہی گھومتا رہتا تھا۔ یہ سرگرمیاں زار کو کب گوارہ تھیں۔ اس نے لینن کو گرفتار کر لیا اور آخرکار ۱۸۹۰ء میں سائبیریا میں جلاوطن کر دیا۔ جو روس کا کالا پانی مشہور ہے ایام جلاوطنی میں وہ لٹریچر اور سائنس کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ اور ایک کتاب موسومہ "روس کی جلسی آزادی کے مسائل" لکھی۔ جس طرح کہ تلک مہاراج نے مانڈلے کی جلاوطنی میں گیتا رہسیہ تیار کیا اور سردار اجیت سنگھ

نے محبان وطن لکھی تھی۔ مسٹر لینن کا یہ مسودہ سوئٹزرلینڈ کی آزاد مزدور جماعت کے ایک گروہ کے ہاتھ آگیا۔ اس گروہ میں روس میں مجلسی آزادی کے بانی پلیکنوف اکیزیلیارڈ اور زیوچ بھی شامل تھے۔ اکیزیلیارڈ نے اس مسودہ کو پڑھکر اپنے ہاتھ سے لکھکر ان الفاظ کے ساتھ شائع کیا سوشل ڈیموکریسی جماعت میں عجیب و غریب طاقت کا ظہور۔ یعنی ایک لاثانی روشنی کا چمکدار ستارہ۔

ایام جلاوطنی میں لینن نے دوسری کتاب "روس میں سرمایہ داروں کی ترقی اور جس میں اس نے روس کی شہری اور دیہاتی حالت پر بوضاحت بحث کی ہے۔ کہ کس طرح روس میں سرمایہ داروں کا زور ہو رہا ہے۔ اور مزدوری پیشہ جماعت تباہ و برباد کی جارہی ہے۔

لینن نے اس مسئلہ پر ایسی خوبی سے بحث کی کہ روس کی رئیس پارٹی کے پروفیسروں نے بھی اس کتاب کے مصنف کی لیاقت کا سکہ مان لیا۔

(قانونی قوم پرست پارٹی) کی خوب قلعی کھولی۔ جو کہ روس میں عوام کی تحریک بنکر بڑے بڑے لوگوں کی گمراہی کا باعث بن رہی تھی۔ اور زار کی شخصی حکومت کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ جس سے لوگوں کے دل پاپیولسٹ اور لیگل مارکسسٹ تحریکوں سے متنفر ہو گئے۔ جو اپنے ناموں کی وجہ سے عوام کو پھندے میں پھنسا رہی تھیں۔

جلاوطنی سے رہائی پانے کے بعد روس کے بڑے بڑے شہروں میں رہائش کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے اس نے روس سے باہر چلے جانا ہی بہتر خیال کیا۔ ۱۹۰۷ء میں اس نے چند دوستوں کی مدد سے ایک اخبار جس کا نام

اسکرا (چنگاری) تھا جاری کیا۔ جس سے روس میں انقلاب کا خوب پرچار ہوا۔

چونکہ لینن کھلم کھلا انقلاب کا پرچار کرتا تھا۔ اس لئے وہ تمام نوجوان جو آزادی کی خاطر اپنی جانوں تک قربان کرنے کو تیار تھے۔ لینن کے گرد جمع ہوگئے۔ یہ ایک اچھی خاصی جماعت بن گئی۔ لینن کے پیچھے یورپ کے تمام ملکوں کی پولیس رہنے لگی۔ اس لئے لینن بھی کسی جگہ مستقل رہائش نہ بناتا تھا۔ بلکہ جرمنی۔ فرانس۔ سوئٹزرلینڈ۔ انگلینڈ وغیرہ ممالک میں پھرتا رہا۔ اور انجام کار اٹلی میں آ ٹھہرا۔

لینن نے ایک خفیہ سوسائٹی قائم کرلی۔ جس کا مقصد محض انقلاب تھا۔ اور ایک اخبار انہی اصولوں کے پرچار کے واسطے جاری کیا۔ جس کا نام فارورڈ (آگے بڑھو) تھا۔ جو ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ تھا۔ اور اس کا چھپائی کا خرچ فنڈ سے ادا ہوتا تھا۔ چونکہ مینشوک اصول میں اس سے مختلف تھے۔ اور روس میں ان کا بہت زور تھا۔ ان کے بہت سے اخبار تھے۔ لینن نے ان کے قلعہ پر اس کاغذ کے پرزہ سے گولہ باری شروع کردی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۵ء میں منشوک پارٹی کا شیرازہ بکھر گیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ روس بالشویک اصولوں کی ہی پیروی کریگا۔

۱۹۰۵ء میں بالشویکوں کی پہلی کانگریس منعقد ہوئی۔ جب کہ روس میں پہلا انقلاب وقوع پذیر ہوا۔

لینن نے یہ ظاہر کردیا۔ کہ بالشویک لوگ برسات کے کیڑوں کی طرح نہیں ہیں۔ جو خاص موسم میں پیدا ہوکر چند دن کی زندگی کے بعد مرجاتے

ہیں۔ بلکہ بالشویک مضبوط چٹان کی طرح ہیں۔ اور وہ اپنے ارادوں پر ثابت قدم رہتے ہوئے ایک دن ضرور اپنے مقصد کو حاصل کریں گے۔

وہ اپنے ساتھیوں کو سوویٹ کا لفظ استعمال کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا۔ اس کا وچار تھا۔ کہ سوویٹ کہنا گویا ایک ایسی لڑائی کو جاری کرنا ہے۔ جو قسمت کئے بغیر چین نہ لینے دے گی۔

لینن کی زندگی بہت سادہ تھی۔ اور وہ معمول سے زیادہ روٹی کبھی نہ لیتا۔ جو عام لوگوں کو ملتی تھی۔

۱۹۱۲ء میں لینن پیرس سے گلیشا میں چلا آیا۔ اس خیال سے کہ وہ پیٹرو گراڈ سے نزدیک ہو جاوے۔ اس کے سارے ساتھی بھی وہاں ہی جمع ہو گئے۔

پراگ میں جنوری ۱۹۱۲ء میں بالشویکوں کی ایک کانگریس منعقد ہوئی اور بالشویکوں میں دوبارہ زندگی آگئی۔ مرکزی کمیٹی کی درخواست پر لینن ہمراہ زنوویف کے کراکو میں چلا آیا۔ اب پیٹرو گراڈ کے ساتھ سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور زار روس کے اخبارات میں لینن کے مضامین شائع ہونے لگے۔

۱۹۱۳ء میں پیٹرو گراڈ کے مزدوروں نے لینن کو اپنا نمائندہ منتخب کر لیا اگرچہ وہ کراکو میں رہتا تھا۔ مگر وہ وہاں بیٹھا ہوا ہی پیٹرو گراڈ اور روس کی ساری بالشویک تحریک کو چلا رہا تھا۔ گویا بالشویک کی باگ ڈور لینن کے ہی ہاتھ میں رہی۔

جب ۱۹۱۴ء میں لڑائی شروع ہوئی تو لینن گلیشا کے ایک چھوٹے

سے پہاڑی گاؤں میں مقیم تھا۔ اس وقت زینوویف کے ساتھ اس کی بازی اس بات پر لگ گئی کہ آیا جرمنی کے سوشلسٹ لڑائی کے حق میں رائے دیتے ہیں یا برخلاف۔ لینن کہتا تھا۔ کہ وہ لڑائی کے برخلاف رائے دینگے۔ مگر زینوویف کا خیال اس کے برخلاف تھا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ یورپ میں لوگوں کا کیرکٹر اس قدر گر چکا ہے۔ کہ وہ سوشلسٹ ہو کر بھی اپنے اصولوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے فائدہ کی طرف جھک جاوینگے۔ اور زینوویف کا یہ خیال بالکل درست نکلا۔ سب نے لڑائی کے حق میں ہی رائے دی۔ جب لینن کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اس کے دل پر سخت چوٹ لگی ؂

لینن نے اسی وقت اعلان کیا۔ کہ یہ ۱۹۱۴ء کی شاہی جنگ سول وار میں تبدیل کر دینی چاہئے۔ اس وقت اس کے سارے دوست اس معاملہ میں اس سے اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن کچھ عرصے بعد وہ سب لینن کی سچائی کے قائل ہو گئے ؂

وہ وہاں سے سوئٹزرلینڈ میں چلا گیا۔ اور وہاں اس نے سوئٹزرلینڈ کے سوشلسٹ ڈیموکریٹ لوگوں کی انقلاب کے واسطے ایک آرگنائزیشن قائم کی۔ جس سے سوئٹزرلینڈ کی گورنمنٹ نے لینن کو ملک بدر کر دیا۔ مگر باوجود اخراج کے وہ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۷ء تک چپ چاپ سوئٹزرلینڈ میں ہی پڑا رہا۔ اس وقت وہ زیورچ میں ایک موچی کے گھر پر ٹھہرا رہا۔ اس اثناء میں جنگ کے برخلاف اس نے کئی اشتہار جرمن اور فرانسیسی زبانوں میں شائع کئے۔ جن میں یہ ظاہر کیا کہ اب سوشلسٹوں کا فرض ہے۔

کہ وہ اس لڑائی کو بہت جلد بند کرا دیں۔ اور سلطنت پرستی کا خاتمہ کریں۔ ۱۹۱۷ء میں وہ پیٹروگراڈ میں جا دھمکا۔ اور وہاں جا کر زار شاہی کا خاتمہ کر کے انقلاب کر دیا۔ اور روسی مظالم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ اور ملک کا سارا انتظام جمہور کے ہاتھ میں آگیا۔ لینن کی زندگی اسی کام میں لگ گئی ٭

لینن کے متعلق باہر کے لوگوں کے خیالات

ایک مشہور مصنف جس نے لینن کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ وہ ایک ایسا آدمی ہے۔ جس کی کوئی ذاتی خواہش ہی نہیں۔ اگر وہ جیتا ہے تو انسانوں کے لئے۔ اگر وہ کام کرتا ہے تو لوگوں کی خاطر۔ اس کو اپنے لئے کچھ درکار نہیں۔ اور نہ ہی وہ کبھی خواہش کرتا ہے ٭

ایک دفعہ جب آرتھر رینسم لینن سے ملنے گیا۔ اور بالشویک پرچار کے متعلق جو غیر ممالک میں ہوتا تھا۔ ذکر کیا۔ تو لینن نے جواب دیا کہ "ان کو کہدو۔ کہ وہ اپنے ملک کی سرحدوں پر دیوار چین۔ تعمیر کریں۔ اپنے محافظ اور پہرا دار اپنی سرحدوں پر بالشویکوں کی روک تھام کے واسطے بٹھا دیں اپنی سرحدی گارد کو خوب مضبوط کر لیں۔ وہ ہر ایک بالشویک کو ملک بدر کر دیں۔ انقلاب کا دارو مدار پرچار پر نہیں ہوتا۔ اگر انقلاب کی شرائط اپنے ممالک میں پیدا نہ ہونے دینگے۔ تو کوئی بھی پرچار وہاں اثر پذیر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ انقلاب ان بندشوں سے نہیں رک سکتا۔ جنگ نے انقلاب

کی شرائط ہر ایک ملک میں پوری کر دی ہیں۔ اور میں اب اس بات کا قائل ہو گیا ہوں۔ کہ اگر روس آج سمندر میں غرق ہو جاوے تو بھی باقی یورپ میں انقلاب ضرور ہو کر ہی رہے گا ٭

لندن کے اخبار ہیرلڈ کا ایڈیٹر جب روس میں گیا۔ اور وہیں لینن سے ملا۔ تو اس نے اپنے اخبار میں لینن کے متعلق مندرجہ ذیل سطور لکھیں

میں نے لینن کو ایک بڑے محل کے ایک سادہ کمرہ میں دیکھا کسی دربان نے بھی میرے پہنچنے کی اطلاع نہ کی۔ اگرچہ محل کے بیرونی دروازے پر سپاہیوں کا پہرا تھا۔ اس کا کمرہ بالکل غیر محفوظ تھا۔ وہاں بہت سی عورتیں ٹائپ کا کام کر رہی تھیں۔ لیکن وہاں کوئی کرو فر یا نمائش نظر نہ آتی تھی میں نے اس کو مطالعہ میں مصروف پایا جس طرح کہ ہر ایک ملک کے منسٹر مصروف ہوتے ہیں۔ میں نے وہاں اس آدمی کو بیٹھے ہوئے پایا۔ جو دنیا کے سب سے بڑے انقلاب کا مرکز ہے۔ اور ایک ایسی قوم کا سب سے بڑا لیڈر ہے جسکی تعداد دس کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ مگر اسکو نہ اپنے دشمنوں کا خوف ہے۔ اور نہ حفاظت کی ضرورت۔ وہ بے خطر اپنے کام میں مشغول ہے۔ اور کسی شان و شوکت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ میرے لئے یہ پہنچاننا سخت مشکل تھا۔ کہ یہ وہی آدمی ہے۔ جو اس قدر بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے ٭

لینن کی شخصیت کی جو بھی اس کو ملتا ہے۔ تعریف ہی کرتا ہے۔ اور اس کو بالکل بے لوث اور فرشتہ سیرت ظاہر کرتا ہے۔ وہ بالکل ان تھک انسان ہے۔ اور خدائی طاقتوں سے کام کر رہا ہے۔ اس کو آزادی اور مساوات

کا خبط ہے۔ اور دنیا کے بادشاہوں کی دشمنی کا سودا اس کے سر میں سمایا ہوا ہے۔ اور اپنے اوپر پورا یقین اور بھروسہ رکھتا ہے ✤

لالہ لاجپت رائے صاحب کا خیال

ہر ایک انسان اپنے نقطہ خیال سے دوسروں کی نسبت رائے قائم کرتا ہے۔ جن سے ہم کو اختلاف رائے ہے۔ یا جس کے ساتھ ہماری مخالفت ہے۔ ان کی اچھی باتوں کو بھی ہم بری سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں انصاف کرنا بہت مشکل ہے۔ اور یہ کسی بے ریا آدمی کا ہی کام ہے۔ کہ اپنے مخالفوں اور اپنے دشمنوں کے کیرکٹر پر انصاف سے رائے قائم کر سکے ✤

گذشتہ تین سال میں جو شخص دنیا کی رائے میں سب سے زیادہ توجہ پاتا رہا ہے۔ وہ نکولائی لینن ہے۔ دوست دشمن۔ غلام اور رنگتہ چین اسکی نسبت مختلف روائتیں۔ مختلف کہانیاں اور مختلف رائے دیتے اور لکھتے رہے ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے اخباروں میں جو کچھ اس کی نسبت شائع ہوتا رہا ہے۔ اگر اس کو صحیح مانا جاوے۔ تو ایسا معلوم ہوگا کہ دنیا نے آجتک لینن سے زیادہ شریر اور شیطان سیرت آدمی پیدا نہیں کیا۔ دنیا کے بڑے آدمیوں میں جتنے عیب ہوتے ہیں۔ وہ سب اس میں بتائے جا چکے ہیں۔ مطلق العنانی طاقت و شہرت کی ہوس عیاشی۔ امیری۔ بیرحمی سفاکی۔ دروغگوئی۔ چالبازی۔ بدعہدی۔ رعونت۔ تکبر۔ عوام الناس کی نفرت۔ سب ہی اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ اس کے کیرکٹر کو سیاہ

سے سیاہ بنا کر دکھایا گیا ہے۔ اس کو انسانی سوسائٹی کا دشمن بھیڑیا۔ جابر اور شیطان سب ہی کچھ کہا گیا ہے۔ بلکہ اب بھی کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف انگریز لبرل اور سوشلسٹ لیبر لیڈروں کی تحریرات کو پڑھتے ہیں جنکو اس سے ملاقات کرنے کا موقع ملا ہے۔ اور جنہیں سے بعض نے اس کے ساتھ شمولیت کی۔ تو تصویر کا دوسرا پہلو نظر آتا ہے۔ انکی نظر میں لینن نہ صرف دنیا کا سب سے عقلمند۔ مدبر اور سٹیٹسمین ہے بلکہ وہ دنیا کو نجات دینے کیلئے۔ اور غریبوں کو موجودہ سوسائٹی کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے آیا ہے +

جب میں جنوری گذشتہ میں انگلینڈ میں تھا۔ تو مجھے انگلستان کے نامی اہل قلم برنرڈ شا سے ملاقات کرنیکا موقع ملا۔ شا نے اثنائے گفتگو میں کہا۔ کہ لینن ہی صرف دنیا کی امید ہے +

علےٰ ہذا القیاس اور بہت سے انگریزی اور امریکن اہل قلم اصحاب نے لینن کی لیاقت۔ قابلیت۔ نیک نیتی۔ اس کی سچائی۔ بے غرضی۔ اس کی دور اندیشی اور اس کی اعلےٰ پالیسی کی تعریف میں صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہیں +

سب سے تازہ شہادت لینن اور اس کے ساتھ کام کرنے والے وزیر جنگ کی نسبت مسٹر رسل کی ہے۔ جو کیمبرج یونیورسٹی کے برگزیدہ پروفیسر ہیں۔ پروفیسر رسل کو اس وقت دنیا کے اہل قلم گروہ میں نہایت ممتاز درجہ حاصل ہے۔ انکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے نہایت

صاف سوچنے والوں میں سے ہیں۔ یعنی مجھے خیالات میں پیچیدگی نہیں ہوتی اور جو ایک بہت ہی صحیح المزاج دماغ کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب پروفیسر مذکور نے لینن سے ملاقات کی۔ اس کے خیالات میں بہت تبدیلی ہو گئی۔ اور وہ روسی طرز حکومت کا ویسا مداح نہیں رہا۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ بلکہ اس کا مخالف ہو گیا ۔

پروفیسر رسل لنڈن کے اخبار نیشن میں لینن کے بارہ میں رقمطراز ہے۔ لینن کا کمرہ نہایت سادہ ہے۔ اس میں ایک لکھنے کا ڈسک چند نقشے اور تین کرسیاں اور ملاقاتیوں کے واسطے ایک آرام کرسی ہے۔ آرام و آسائش کا بالکل نشان نہیں ہے۔ اس کا طرز دوستانہ اور سادہ ہے۔ غرور کا اس میں نشان بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی اس کو بلا یہ جاننے کے ملے کہ وہ کون ہے۔ وہ کبھی یہ خیال میں بھی نہیں لا سکیگا۔ کہ اس شخص کے ہاتھ میں اس قدر طاقت ہے۔ مجھکو کبھی کسی آدمی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جو اپنی بڑائی کے خیال سے اس قدر خالی ہو۔

اس کا طرز بیان حکمرانہ ہے۔ مگر بالکل سنجیدہ اور بیخوف۔ جس میں خود غرضی اور مطلب براری نام کو بھی نظر نہیں آتی۔ اس کا طریقہ ان پروفیسروں کا سا ہے۔ جنکو اپنی رائے کی درستی میں کچھ شک نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت سے آدمیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور اس طرح کا دماغی امیر کبیر ہے۔ اگر میں اس کو اچانک ملتا۔ تو میں کبھی خیال نہ کرتا۔ کہ وہ بڑا آدمی ہے۔ وہ بہت کچھ خود رائے اور اپنے مسائل میں

ستم گر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی مضبوطی کا راز اسکی دلیری۔ اسکی دیانتداری۔ اور اس کا اٹل وشواش ہے۔ اس کو مارکس کی تعلیم کا ایسا وشواش ہے۔ جیسا کہ عیسائی شہیدوں کو بہشت کی امیدوں پر تھا۔ فرق صرف یہ کہ اس کا یہ وشواس اس قدر اندھا نہیں ہے۔

میکسم گورکی روس کا شریف النفس اور مشہور شاعر جس کی شخصیت روس میں غیر معمولی طور پر شہرت رکھتی ہے۔ وہ لینن کی نسبت ایک لمبا مضمون نیویارک کے اخبار ہیرلڈ میں لکھتا ہے۔ جس کا صرف تھوڑا سا اقتباس بیان دیا جاتا ہے +

لینن کی زندگی کا بنیادی اصول بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہتری ہے وہ ایک نمونے کا آدمی ہے۔ اگر وہ مذہبی دنیا میں کام کرتا تو اس کو سینٹ (سنت) کا درجہ حاصل ہوتا۔

ہندوستان کے دور دراز اور گمنام دیہات سے ہندوستانی انگریزوں کی صدیوں کی غلامی سے ستائے ہوئے اور دکھی کابل کے روسی مشن میں آتے ہیں۔ جو سینکڑوں میلوں کا سفر طے کر پہاڑوں اور جنگلوں کے دشوار گذار گھاٹیوں میں اپنی جان خطرہ میں ڈالکر بمشکل یہاں تک پہنچتے ہیں۔ اور وہاں آکر دریافت کرتے ہیں "لینن کیا ہے"؟ اور برخلاف اس کے دوسری طرف نار وے کے لوگ ہر ایک روسی سے جب ملتے ہیں تو یہی کہتے ہیں۔ کہ اس وقت لینن ہی ایک ایسا انسان ہے۔ جس کو اصلی اور درست انسان کہنا چاہیئے۔ اس جیسا انسان روئے زمین پر کوئی پیدا نہیں ہوا

"دنیا میں لینن کیلئے کوئی اجنبی نہیں ہے۔ لینن آدمیوں کا بہترین منصف ہے۔ اور وہ انسان کی اچھائیوں کی نسبت برائیوں کو بہت جلد بھانپ جاتا ہے"

"لینن کے خیالات بہت بڑے ہیں۔ اور اس کے دماغ میں ساری دنیا کا سودا ہر وقت چکر لگاتا رہتا ہے"

لنڈن کے اخبار مانچسٹر گارڈین کی طرف سے مسٹر بی گوڈ ایم۔ اے جو روس کے انقلاب کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے واسطے روس میں بھیجا گیا تھا۔ وہ مسٹر لینن کی نسبت اپنی رائے اس طرح ظاہر کرتا ہے:-

لینن ایک درمیانہ قد کا آدمی ہے۔ اس کی عمر پچاس سال کے قریب ہے اس کی آواز نہایت صاف اور گفتگو سادہ ہے۔ جب اس نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ تو وہ بالکل صاف اور ٹھنڈے دماغ والا انسان نظر آیا۔ اس کو اپنی ذات پر پورا پورا بھروسہ ہے۔ اور اپنے ارادوں پر مکمل وشواس رکھتا ہے۔ اس کا طرز بیان بڑا ہی خوش گوار اور سبھاؤ نا ہے۔ اور اسکے اطوار نہایت پسندیدہ اور دوسروں کا دل فوراً ہاتھ میں لے لینے والے ہیں"

مسٹر ایچ جی ویلس لینن کی نسبت اپنی رائے اسطرح ظاہر کرتا ہے۔

"لینن ایک ایسا انسان ہے جسکی کوئی اپنی ذاتی غرض نہیں ہے۔ اسکی کامیابی کا راز جیسا کہ اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے۔ یہی اسکی بے غرضی ہے"

بالشوزم کی ابتدا

بالشوزم کی ابتدا ۱۹۰۳ء میں ہوئی - یہ لفظ روسی زبان کا نکلا ہے - جس کے لغوی معنی زیادہ تعداد کے ہیں +

جب ۱۹۰۳ء میں روس کے سوشلسٹوں کی کانفرنس بروسیلز میں ہوئیں اس میں بعض باتوں پر آپس میں اختلاف ہو گیا تھا - جس پر ان کے دو فریق ہو گئے تھے - چونکہ لینن کی طرف لوگوں کا زیادہ میلان طبع تھا - اور اس کی رائے کو زیادہ تعداد صحیح خیال کرتی تھی - اس لئے اس فریق کو زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے بالشویک نام سے پکارا گیا. گو اس کے بعد اس فریق کی تعداد بہت کم ہو گئی. مگر پھر بھی لینن کے فریق کا نام جو ایک دفعہ پڑ گیا تھا - بالشویک ہی رہا - اور اب تک وہی نام چلا آتا ہے - اور اب تو بالشویک لفظ ایسا عام ہو گیا ہے. کہ اس کی اصلیت معلوم کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہی - اور اب یہ مساوات کے واسطے عام طور پر استعمال ہونے لگا ہے +

بالشویک نام زبان پر آتے ہی فوراً لینن کی تصویر آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے. کیونکہ لینن ہی اس تحریک کا بانی اور وہی اس تحریک کے چلانے اور کامیاب بنانے والا ہے. اس کی ساری زندگی اسی تحریک میں خرچ ہوئی اور ہزارہا مصائب کا سامنا کرنا پڑا - اور آج جب کہ بالشوزم سارے روس میں پھیل گیا ہے - اور حکومت بھی ان کے ہاتھ میں آ گئی ہے. تب بھی ساری باگ ڈور لینن کے ہی ہاتھ میں ہے +

لینن اپنے آپ کو مارکس کا پیرو مانتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میرے اصولوں میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں تو مارکس کے اصولوں پر چل رہا ہوں۔ اور دوسرے سوشلسٹ بھی اپنے آپ کو مارکس کا پیرو ہی مانتے ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے ریفامر اور بڑے زمینداروں کے خیر خواہ اور کارخانوں کے مالکوں کے ہوا خواہ بھی مارکس کا پیرو ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اب جائے غور ہے۔ کہ یا تو وہ مارکس کے اصولوں کو نہیں سمجھتے یا دنیا کو دھوکا دینے کیواسطے ایسا کہتے ہیں۔

لینن دعوےٰ سے کہتا ہے۔ کہ اگر کوئی سچائی دریافت کرنے اور نیک نیتی سے اس پر چلنے کے لئے مارکس کے اصولوں کو ڈھونڈھے گا۔ تو ضرور وہ اسی نتیجہ پر پہنچیگا جس پر کہ میں پہنچا ہوں۔ لینن نے ایک کتاب . . . . . State of revolution لکھکر ظاہر کیا ہے۔ کہ میرے اصولوں میں ایک بھی ایسی بات نہیں جو مارکس کے اصولوں سے مختلف ہو۔ یا جس میں مارکس کی پیروی نہ کی گئی ہو۔

لینن کا سب سے پہلا اصول یہ ہے۔ کہ جب جمہور میں کسی بات پر اختلاف رائے بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دونوں خیالات کے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور آپس میں مل کر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ حالت یہاں تک خطرناک ہو جاتی ہے۔ کہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی ہے۔ تب ایک نئی چیز سرکار پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو سوسائٹی اس خیال سے کہ کہیں آپس کی لڑائی سے دونوں فریقوں کا خاتمہ نہ ہو جاوے اپنے اوپر حکومت کرنے کی اجازت دیدیتی ہے۔ اور اس طرح یہ دونوں جماعتیں اس کو اپنے اوپر

تسلیم کر لیتی ہیں۔ جو دونوں فریقوں پر غالب آکر ان کو اس قدر دبائے رکھتی ہے کہ اُٹھ نہ سکیں۔ اور اپنا رعب اس قدر جما لیتی ہے کہ ہر ایک اپنے تاش کے خوف سے دبا رہتا ہے۔ اور سوسائٹی میں امن قائم رکھنے کی دعویدار بن بیٹھتی ہے"

اس طرح اگرچہ ظاہرا طور پر سرکار دونوں فریقوں سے الگ معلوم ہوتی ہے۔ مگر درحقیقت اس فریق کی حامی بن جاتی ہے۔ جو دوسرے فریق سے زبردست ہوتا ہے۔ اپنی طاقت اور امن قائم رکھنے کے لئے سرکار۔ پولیس اور فوج۔ عدالتوں اور جیل خانوں کا انتظام کرتی ہے۔ اور اس کی مدد سے کمزوروں پر زبردستوں کا ظلم جاری رہتا ہے۔ گویا سرکار آپس کی لڑائی اور مخالفت کا ہی نتیجہ ہے۔ اور زیردستوں پر زبردستوں کے مظالم جاری رکھنے کے واسطے اس کا وجود ہوا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے جو بڑے لوگوں کی سختیوں سے تنگ آگئے ہوں۔ ایک ہی علاج ہے یعنی ہتھیاروں وغیرہ کے ذریعہ اس سرکار کا خاتمہ کر دینا" اس لئے مارکس کا مقولہ ہے۔ کہ "ایک حالت بدل کر دوسری حالت پیدا ہوتی ہے۔ تو اس کے واسطے ہتھیار اسی طرح لازمی ہے۔ جسطرح بچہ پیدا ہوتے وقت، دایہ کا ہونا لازمی ہے"

اس واسطے مزدور جماعت (جس میں ملک کے ہر ایک قسم کے مزدور کسان وغیرہ شامل ہیں) کو چاہئے۔ کہ سرکار شاہی کو بمعہ موجودہ سرکار کے ہتھیاروں کے ساتھ بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالے۔ اس کے واسطے اور کوئی دوسرا علاج یا طریقہ نہیں ہے۔ لیکن اس اصول کا کھلے طور پر پرچار کرنے

سے نہ رکا۔ اسی واسطے اس کو اپنی عمر کا بہت سا حصہ روس کے باہر غیر ممالک میں گزارنا پڑا۔ اور روس میں اس کو جلاوطنی وغیرہ کی سزا بھی ملی۔ لینن کے دل میں چونکہ عوام کی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس لئے اس نے اس کام کے سوائے ساری عمر اور کوئی کام نہیں کیا۔ وہ پیدائش سے سرمایہ داروں کا دشمن تھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس سرکار کی بیخ کنی کے بعد پھر کیا کیا جاوے۔ لینن اس سوال کا جواب بہت ہی صاف اور سادہ الفاظ میں دیتا ہے۔ کہ سرمایہ شاہی اور اس کی سرکار کے خاتمہ کے بعد مزدوروں کو جو اپنے پیٹ کو محنت کے ذریعے پالتے ہیں۔ چاہئیے کہ کچھ عرصہ کے واسطے اپنی سرکار بنالیں گو یہ مزدور سرکار سوسائٹی کا معراج تو نہیں۔ مگر معراج پر پہنچنے کے واسطے اس حالت سے گذرنا نہایت ضروری ہے۔ اور یہ سرکار معراج پر پہنچنے کا ذریعہ ضرور ہے۔

یہ بات صحیح ہے۔ کہ سرکار ایک ظلم کرنے والی جماعت کا نام ہے۔ اور لینن دنیا میں مساوات کا اصول قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کا منشا ظلم کو نیست و نابود کرنا اور بڑے چھوٹے کی تفریق کو مٹا دینا ہے۔ لیکن اس حالت پر یکدم نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ سرمایہ داروں کی طاقت نشٹ ہو جانے پر وہ ضرور ہتھیاروں اور فوج کے ذریعہ جھٹ ہی غلبہ پانے کی کوشش کرینگے۔ اور اس بات کو مکمل طور پر مٹانے کے واسطے غریب اور مزدور سرکار بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو سوسائٹی کے نئے انتظام کا پیش خیمہ

سمجھنی چاہیئے۔ مارکس نے اس سرکار کی تعریف اس طرح کی ہے +

"یہ سرکار ایسے مزدوری پیشہ گروہ کی بنائی جاوے۔ جس کو اپنے فرقہ کی حالت کا اچھی طرح علم ہو۔"

لینن پر عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس کی بنائی ہوئی سرکار میں صرف مزدوری پیشہ لوگ ہی شامل ہیں۔ دوسروں کو اس میں کسی قسم کے حقوق نہیں دئے جاتے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ کیونکہ بالشویک اصول ہی یہ ہے۔ کہ گرے ہوؤں کو اٹھایا جاوے۔ کیونکہ سرمایہ دار زمیندار اور دولتمند لوگ غریبوں کو سر اٹھانے نہیں دیتے۔ اگر ان کو اس سرکار میں حقوق دئے جاویں تو پھر یہ لوگ اپنی ہوشیاری اور روپے کے زور سے ان کو نیچے دبا دینگے۔

دوسرے اگر لینن ان لوگوں کو کسی قسم کے حقوق نہیں دیتا تھا۔ تو اس میں ناانصافی بھی کونسی ہے۔ دنیا کے موجودہ نظام حکومت میں مزدوری پیشہ اور غریب لوگوں کو کونسے حقوق ملے ہوئے ہیں۔ اس میں سارے اختیارات بھی تو دولتمندوں کے ہاتھ میں ہی ہیں۔ مزدور جماعت کے لوگ تو صرف ان کے عیش و آرام کی خاطر محنت کرنے کے واسطے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اور دولتمندوں کے خیال میں مزدوروں کو اس سے زیادہ کوئی حق نہیں۔ کہ سارا دن لہو پسینہ ایک کر کے محنت کرتے رہیں۔ اور شام کو پیٹ پر پتھر باندھ کر سو جائیں۔

اسی خیال کو مدنظر رکھکر لینن دولتمندوں کو مارکس کے قول کے

مطابق ابتدائی حکومت میں گھسنے نہیں دیتا۔ جب امن ہو جائے گا۔ مساوات
کا اصول سب جگہ پھیل جائیگا۔ دولتمند بھی محنت کرکے اپنا پیٹ پالنے
لگیں گے۔ پھر کسی کو گلہ شکایت نہ رہیگا۔ سب انسان بن جائینگے۔ جب
کوئی سرمایہ دار یا دولتمند رہے گا ہی نہیں تو گلہ اور شکایت کون کریگا۔
ملک کے ہر ایک فرد کو مساوی حقوق مل جاوینگے۔ اور یہ شکایت بالکل دور
ہو جائے گی۔ لیکن اگر اب دولتمندوں کو انتظام حکومت میں حصہ ملجاوے
تو یہ لوگ نقشہ ہی بدل دیں۔ اور برسوں کی محنت پر جو آزادی اور مساوات
کی خاطر کی گئی ہے۔ یہ لوگ پانی پھیر دیں۔ اور ایک آن واحد میں لکھوکھا
قربانیوں کو مٹی میں ملادیں۔ اگر وہ لوگ حقوق چاہتے ہیں۔ تو وہ بھی اپنے
بھائیوں کی طرح سب کچھ ملک اور قوم پر قربان کرکے ان جیسے بن جائیں
پھر دیکھیں کہ کون ان کے حقوق میں دست اندازی کرتا ہے۔ وہ تو خود ہی
اس طریق حکومت میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔ اسی واسطے موٹی توندیں کئے
الگ ایک طرف پڑے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ کب موقع ملے اور وہ
جمہور کے ہاتھ سے طاقت چھین کر آپ اس پر قابض ہو بیٹھیں۔

اس لئے لینن نے انتظام حکومت اس قسم کا قائم کر رکھا ہے۔ جس
سے دولت مند لوگ اس کو خراب نہ کر سکیں۔ اور اگر سرمایہ دار اس
انتظام کو درہم برہم کرنا چاہیں تو ان کو سزا دے کر یا زبردستی اس سے
روکا جاسکے۔ یہ ضروری ہے۔ کہ سرمایہ داروں کو اس انتظام سے شکایت
ہو۔ کیونکہ جو مدتوں سے غریبوں کا لہو پی پی موٹے ہو رہے تھے۔ اب

ان کو یہ سہولتیں حاصل نہیں رہینگی۔ کیونکہ اب تو ان کو قدرت کے اصول پر جس نے سب انسانوں کو ایک جیسا پیدا کیا ہے۔ عمل کر کے اپنی بزرگی اور برتری سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ اب ان کی من مانی کارروائیاں نہیں چل سکتیں۔ اب ان کے ساتھ خوشامدی لوگوں کے جمگھٹے نظر نہیں آتے ان کو یہ حالت نہایت حیران کر رہی ہے۔ اسی واسطے وہ ساری دنیا میں بالشویکوں کے برخلاف شور برپا کر رہے ہیں۔ کہ وہ ظالم ہیں ناانصاف ہیں۔ دوسروں کے حقوق میں مداخلت کرتے ہیں۔ اور کئی قسم کے الزام ان پر لگاتے ہیں۔ مگر سوائے اس امیر گروہ کے باقی ساری روس ان کے ساتھ ہے انکی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اور طاقت دن بدن انکے ہاتھ میں آتی جاتی ہے دنیا میں جو آدمی انکے اصول ایک دفعہ سن لیتا ہے۔ انکا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ روس کے باہر دیگر ممالک میں بھی طاقت سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے وہ بھی اس خوف سے کہ مبادا کل ان کی بھی روس کے سرمایہ داروں کی سی حالت ہو۔ بالشویکوں کے برخلاف ہر قسم کے زہر اگل رہے ہیں۔ اور اخباری طاقت بھی چونکہ انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے اخبارات کے ذریعہ ان کے برخلاف جو جی میں آتا ہے۔ لکھتے ہیں۔ تاکہ روس کے باہر کی دنیا مغالطہ میں پڑکر بالشویکوں کے برخلاف ہو جاوے۔ اور شاید اس طرح بالشوزم دنیا میں پھیلنے سے رک جاوے *

بالشویک تحریک کیا ہے؟

اخبار بین لوگ عام طور پر خیال کرتے ہیں۔ کہ بالشویک ایسا گروہ ہے جو روس میں بدامنی کا موجب بنا ہوا ہے۔ اور ملک کے اندر لوٹ مار کرتا پھرتا ہے۔ وہ دیش بھگت نہیں۔ بلکہ ملک کے دشمن ہیں۔ انگریزی۔ فرانسیسی اخبارات دیکھنے سے ہر ایک شخص اس کے سوا کسی اور نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ بالشویکوں کے متعلق ان کا طرز بیان اسی قسم کا ہے۔ ان اخبارات کو پڑھنے والا فوراً یہ نتیجہ اخذ کریگا۔ کہ بالشویک لوگ ظالم سنگدل۔ خود غرض سفاک اور باغی لوگ ہونگے جو اپنی خود غرضیوں کی خاطر اپنے ملک سے بغاوت کر بیٹھے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان اخبارات کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جہاں جاتے ہیں فوراً سب لوگ ان کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ جس سے وہ چھو جاتے ہیں۔ وہ ان کا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ نا معلوم ان کے خیالات اور اصولوں میں کونسا جادو ہے۔ کہ ہر ایک انسان فوراً ان کی طرف جھک پڑتا ہے۔ اسی لئے یورپ کے تمام بادشاہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ کہ کہیں ان کے ملک میں بھی بالشوزم کی بیماری پھوٹ نہ پڑے۔ وہ ملک میں آنے والے لوگوں کی خوب جانچ پڑتال کر کے ملک میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ ہر ایک اخبار کو یہ فکر ہر وقت دامنگیر رہتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ عوام بالشویک اصول سے کسی طرح واقف ہو جاویں۔

اب جائے غور ہے۔ کہ اگر بالشویک درحقیقت جیسا کہ ظاہر

کیا جاتا ہے۔ ظالم اور ڈاکو ہیں تو نا معلوم ان اخباروں اور یورپ کے
بادشاہوں کو کیوں اس قدر خوف ہو رہا ہے۔ کیونکہ ساری دنیا کبھی
ڈاکو بنا منظور نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی ظالم اور سفاکی دنیا میں پرچار کرنے
سے پھیل سکتی ہے۔ بداخلاقی خواہ کچھ بھی ہو زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی
جہاں تک پتہ لگا ہے۔ بالشویکوں کی روز افزوں ترقی سے سارا یورپ
کانپ رہا ہے۔ کیونکہ بالشویکی اصول اس قسم کے ہیں۔ جو زیادہ تر غریبوں
کے ہی فائدہ کو مدنظر رکھکر بنائے گئے ہیں۔ اسی واسطے یورپ کے سرمایہ دار
اور بادشاہ جو ہمیشہ سے غریبوں کا خون چوس چوس کر موٹے ہو رہے
ہیں اس تحریک سے ڈرتے ہیں۔ کہ مبادا کہیں یہ دبا ان کے ملک میں بھی
پھیل کر ان کے عیش و آرام کو ملیامیٹ نہ کر دے ۔

● روس میں رعایا ظلم سے تنگ آگئی تھی۔ جمہور کی حالت قابل رحم تھی
ان کا مطالبہ صرف تین چیزوں کا تھا۔ زمین۔ روٹی اور امن۔ زار کی حکومت
سے بیزار ہو کر انہوں نے نئی حکومت قائم کی۔ مگر وہ حکومت بھی امیروں
کے ہاتھ میں ہی رہی۔ اور جو دکھ زار کی حکومت میں عوام کو ستا رہے
تھے۔ یہ نئی حکومت بھی ان سے مکت نہ کر سکی۔ بالشویکوں نے جمہور کو
یقین دلایا کہ جب تک بالشویک حکومت یعنی جمہور کی اپنی حکومت قائم نہ
ہو۔ تب تک یہ دکھ دور نہیں ہو سکتے۔ چونکہ ان کے اصول جمہور کے
اپنے بنائے ہوئے اصول تھے۔ اس لئے روسی رعایا نے ان کو منظور کر لیا
اور کرنسکی کی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اب لوگ ہر ایک

معاملہ میں اپنا انتظام خود کر رہے ہیں۔ یعنی وہ کمیٹی جو جمہور نے اپنے میں سے منتخب کی ہے۔ ملک کا سارا انتظام کرتی ہے۔ لوگ خود ملکی حفاظت کے واسطے غیر ملکی دشمنوں سے لڑائی کرتے ہیں۔ سارے مسائل جمہور کی مرضی سے ہی طے ہوتے ہیں۔ یہ ایسے اصول ہیں جن کو ہر ایک آدمی فوراً پسند کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے سرمایہ دار اور بادشاہ بالشویکوں سے خوف کھاتے ہیں۔ اور ان کو گالیاں دیتے ہیں ؞

موجودہ طرز زندگی میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے۔ کہ غریبوں کی محنت اور مزدوری کا پھل امیر لوگ کھا جاتے ہیں۔ منافع۔ کرایہ۔ اور سود یہ لوٹ کے الگ الگ نام ہیں۔ اگر یہ لوٹ اسی طرح جاری رہے تو کشمکش بڑھ جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ ایک فریق کو دوسرے پر ظلم کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور اسی طرح پھر قوموں میں لڑائیاں چھڑ جاتی ہیں اس طرح موجودہ زمانہ میں سب خرابیوں کی جڑ اس کاروباری طریقہ کو ہی قرار دیا جا سکتا ہے ؞

جب ساری خرابیوں کی جڑ یہی ہے۔ تو پھر اس کا مٹا دینا اور نیست و نابود کرنا بنی نوع انسان کی کتنی خدمت ہو سکتی ہے۔ یہی خیال بالشویک تحریک کی اجرا کا موجب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس حالت میں تبدیلی کس طرح کی جاوے۔ شروع میں تو کل کارخانے اس بیماری کو بڑھانے کا سب سے بڑا ذریعہ نظر آتے ہیں۔ ایسے کتنے ہی لوگ ہیں۔ جو درحقیقت بالشویک تو نہیں مگر ساری برائیوں کی جڑ اس موجودہ

طرز زندگی کو ہی خیال کرتے ہیں۔ وہ ان کل کارخانوں کو نیست ونابود کر دینے کے حق میں ہیں۔ ان کی رائے ہے۔ کہ انسانی زندگی کی ابتدائی حالت ہی زیادہ بہتر اور موزوں حالت ہو سکتی ہے لیکن اس رائے میں سب لوگ متفق رائے نہیں ہیں۔ بہت سے یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ کلوں نے انسان کی بہت سی محنت بچا جاتی ہے۔ اور یہ مادی اشیاء یعنی کلوں کی صورت میں انسان کی محنتوں میں بہت حد تک مددگار اور مفید ہو کر ان کے بوجھ کو ہلکا کر رہی ہیں۔ ان کا برباد کرنا مناسب نہیں۔ بلکہ نقصان وہ ہے۔ اور انسانی ترقی کو تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔ . . . . .

. . . .

. . . . ۔ ان کا خیال ہے۔ کہ خرابی کا موجب کلیں نہیں۔ بلکہ خرابی کا موجب تقسیم اجرت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کل کارخانے قائم رکھتے ہوئے اس تقسیم اجرت کو درست کرنا چاہئے۔ اب سوچنا یہ ہے۔ کہ تقسیم اجرت کی خرابی کس طرح دور ہو۔

بالشویکوں کا اصول ہے۔ کہ سوسائٹی جمہور کے اصولوں پر بنائی جاوے۔ آجکل جو لوگوں کے پاس الگ الگ سرمایہ اور دولت ہے۔ اور وہی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ جس کے قبضہ میں یہ دولت ہو۔ یہی خرابی کی جڑ ہے۔ اور اسی سے آپس میں پھوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور کشاکشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر یہ خانگی جائداد اور وراثت کا قانون توڑ دیا جاوے۔ اور یہ نجی کی دولت قومی دولت بن جاوے۔ تو

سارے جھگڑے اسی وقت ختم ہو جائیں۔ اور تمام دنیا ایک بڑا کنبہ بن جاوے۔ سارے لوگ اپنے مقدور کے مطابق محنت سے کام کریں۔ اور حسب ضرورت ضروریات زندگی سے لیویں *

اسی طرح دنیا میں امن اور شانتی پیدا کرنا۔ سارے جمہوریت کے حامیوں کا مقصد ہے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے واسطے راستے اور علاج تلاش کرتے ہیں سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ خلق خدا کی بہتری ان کا واحد مقصد ہے۔ اور کوئی ان کی ذاتی غرض اس میں نہیں ہے *

ایک فریق اس موجودہ طرز حکومت کو قائم رکھکر پارلیمنٹوں کے ذریعہ اس مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ دولتمندوں اور سرمایہ داروں پر دباؤ ڈالنے سے یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مگر دوسرا اس کو پرانی لکیر کا فقیر خیال کرتا ہے۔ اور وہ سوائے انقلاب کے اور کوئی طریقہ اس مقصد کو حاصل کرنے کا نہیں دیکھتا۔ اور طاقت اور ہتھیاروں کی مدد سے انقلاب کرنا چاہتا ہے۔ بالشویکوں میں ہمتی اور نئے جوش والے لوگ ہیں۔ وہ رفتہ رفتہ پارلیمنٹری ترقی پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ اس کو وقت اور طاقت کا ضائع کرنا خیال کرتے ہیں ان کا خیال ہے۔ کہ بیشک اس طرح آہستہ آہستہ بھی کچھ نہ کچھ بہتری تو ضرور ہوتی ہے۔ مگر آخرکار ایک بار پھر بھی انقلاب کرنا ہی پڑے گا۔ جب آخر کو بھی یہی ہوتا ہے۔ تو اب ہی کیوں نہ اس انقلاب کے ذریعہ درمیانی وقت بچا لیا جاوے۔ تاکہ دنیا کی جلد سے جلد اس مصیبت سے خلاصی ہو

سوشلسٹ (بے راج چاہنے والے) لوگ بھی اس ہتھیاروں کے ذریعہ انقلاب کے ہی حامی ہیں۔ اور ان کا بھی انقلاب پر ویسا ہی یقین ہے۔ مگر وہ اس بات پر زور دیتے ہیں۔ کہ انقلاب کے بعد فوراً ہی سب کو مساوی حقوق مل جانے چاہئیں لیکن وہ یہ نہیں سوچتے۔ کہ اس سے پھر وہی خرابی پیدا ہو جائے گی پچھلی خرابی کو دور کرنے اور لوگوں کو ایک خیال پر لانے کیواسطے کچھ نہ کچھ وقت درکار ہوگا۔ اگر مساوات کا اصول فوراً ہی رواج دے دیا جاوے تو بڑے بڑے دولتمند لوگ جو مدتوں سے غریبوں کا خون چوسنے کے عادی ہیں۔ اپنی ہوشیاری سے پھر اپنے واسطے ویسی جگہ بنا لینگے۔ اور پرانی حکومت کے افسر بھی اپنی عیاریوں سے پہلی پوزیشن حاصل کرنے کی راہ نکال لینگے۔ اور غریب اور مظلوم لوگ جو غلامی کے عادی ہو چکے ہیں۔ اپنے ہاتھوں ہی پھر اپنی مشکیں باندھ لینگے۔ اور پھر ویسا ہی ظلم اور تاریکی چھا جائے گی۔ جیسی کہ پہلے تھی۔

سوشلسٹ کہتے ہیں۔ کہ راج کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب سارے لوگ ایک پروار یعنی کنبہ بن جائیں گے۔ تو سب ایک دوسرے کی مدد سے اپنے کاروبار چلا لینگے۔ کسی راج یا قانون کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مارکس اور لینن بھی یہ تو مانتے ہیں۔ کہ ترقی ہوتے ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے۔ کہ جب راج اور قانون کی ضرورت نہ رہے۔ لوگ خود بخود اپنا کام چلا لیں۔ راج کی پیدائش تو لوگوں کی آپس کی کشمکش اور کھینچا تانی سے ہوتی ہے۔ جب آپس کے سب تفرقے مٹ جاویں گے۔ تو کوئی راج

قائم رہ ہی نہیں سکتا۔ اور نہ اس کی ضرورت ہی رہتی ہے۔ جب لوگ اپنی اپنی خانگی جائداد اور زمین نہ رکھیں گے اور کشمکش کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ تو سرکار خود بخود معدوم ہو جائے گی۔ اس کی موجودگی کی گنجائش ہی نہ رہ جائے گی۔ لیکن جب تک ایسی حالت پیدا نہ ہو۔ یعنی انقلاب کے بعد اور اس حالت کے پیدا ہونے تک اس درمیانی عرصہ کے واسطے قانون اور انتظام کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ اس انتظام میں سرمایہ داروں اور پہلی سرکار کے کارندوں کو کسی قسم کا حق نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ کسی قسم کی خرابی پیدا کر کے پھر انقلاب سے پہلے کی حالت پیدا کر دیں۔ لینن اس بات پر بڑا زور دیتا ہے۔ کہ اس درمیانی حالت میں ان لوگوں کو انتظام میں بالکل شامل نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہ خالص مزدوروں کے ہاتھ میں ہی ہونا چاہیئے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ دنیا میں کسی قسم کی سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ لوگوں کو کام نہ کرنے پر بھوکا رکھنے کا ڈر دکھلا کر ان کی مرضی کے برخلاف کام کرنے پر مجبور کرنا نہایت بے انصافی ہے۔ کوئی بھی کام کرے یا نہ کرے سوسائٹی کا یہ فرض ہے۔ کہ اس کی ضروریات پوری کرے۔ آدمی کی فطرت ہی ایسی ہے۔ کہ وہ کام کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ آدمی فطرتاً ہی کسی سختی کے بغیر ضرور کام کریگا۔ اس لئے کسی کو کام پر مجبور نہ کرنا چاہیئے۔ بالشویک بھی اس اصول کو مانتے ہیں۔ مگر ان کا خیال ہے کہ اور باتوں کی طرح یہ بھی یکدم عمل میں نہیں آسکتی

ان کا خیال ہے۔ کہ ابتدائی مشکل وقت میں تو جو کام کرے۔ اس کو ہی ضروریات بہم پہنچائی جاویں۔ مگر بعد میں یہ شرط اٹھا دی جاوے۔ کیونکہ پھر لوگوں کو خود بخود کام کرنے کی عادت بھی ہو جائے گی۔ اور سوسائٹی بھی خطرات سے نکل چکے گی ۔

یہ تو ایک ملک کے متعلق ہوا۔ لیکن یہ خطرہ کیسے دور ہو۔ کہ باہر کے دوسرے ممالک اس پر حملہ نہ کریں۔ اس لئے یا تو تمام دنیا میں ہی یہ رواج قائم ہو جاوے یا ایسی صورت ہو کہ وہ حملہ کرنیکی جرائت نہ کر سکیں۔

اگر غور کر کے دیکھا جاوے۔ تو یہ مساوات کا اصول کسی ایک ملک میں اس وقت تک ٹھیک طور پر نہیں چل سکتا۔ جب تک کہ دوسرے ممالک بھی اس پر عامل نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ابتدائی حالت میں بالشویک کسی قسم کے اختیارات جمہور کے سوائے کسی دوسرے کے ہاتھ دینا نہیں چاہتے۔

● بالشویکوں کا خیال ہے۔ کہ دنیا کا نیا انتظام ایک بڑے کنبے کی طرح ہو۔ موجودہ زمانہ کی یہ جائدادیں اور دمعن دولت کسی کی ملکیت نہ رہے۔ سب سوسائٹی کا مشترکہ مال تصور ہو۔ سارے سرمائے پر قوم کا حق ہو جاوے۔ اونچ نیچ سب مٹ جاوے۔ سارے کام ایک دوسرے کی مدد سے سرانجام ہوں۔ سوسائٹی کے واسطے ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے موافق کام کرے۔ اور تمام اشیائے میں سے اس کی ضرورت کے مطابق اس کو مل جاویں۔ اور وہ بھی اپنی ضروریات

جہاں تک ممکن ہو سکے کم کر کے سوسائٹی کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش کرے۔ اگر دنیا کے سب ممالک میں اسی اصول پر عملدرآمد ہو۔ اور ان سب کی ایک مشترکہ باڈی بن جاوے۔ تو کوئی کسی کا دشمن نہ رہے سب بھائی بھائی بن جاویں۔ ہر ایک دوسرے کی مدد کے واسطے کمر بستہ ہو۔ دنیا کی خرابیاں جڑ سے اکھڑ جاویں۔ کسی کو کسی پر حکومت کرنے کا خیال تک بھی پیدا نہ ہونے پاوے۔ وہ اس کو خیال تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتے۔ بلکہ عملی جامہ پہنانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ آج مغرب میں ان کی زبردست طاقت ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ آج بالشویک انقلاب کے مقابلہ کی کوئی بھی طاقت نہیں ہے۔ سب سلطنتیں مارے خوف کے کانپ رہی ہیں۔ کہ مبادا ان کا ملک بھی بالشویک ہو کر ان کے عیش و آرام کو جواب نہ دے بیٹھے۔ اور وہ سر دھنتے ہی رہ جاویں۔

بالشویکوں کے عام اصول

(۱) چونکہ سوسائٹی میں خرابی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اور جب تک یہ حالت قائم رہے گی۔ یہ برائی بڑھتی ہی جائے گی۔ سرمایہ ہی کی ترقی کے ساتھ ساتھ کارخانوں کے واسطے سرمایہ کی ضرورت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور اس طرح سوسائٹی کی ساری دولت چند اشخاص کی مٹھی میں آجائے گی۔ جس سے مزدوروں کی حالت دن بدن قابل رحم ہوتی جاوے گی۔ اور مالکوں کے ساتھ تقاضا روز بروز بڑھتا

جائے گا۔ اور سوسائٹی کی حالت نہایت خراب ہو کر خوفناک صورت اختیار کرے گی۔

(۲) اس حالت سے خلاصی پانے کے واسطے مزدور طبقہ کیواسطے صرف یہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ انقلاب۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ ظلم سے دکھی اور زبردستوں کے ستائے ہوئے لوگ بغیر ہتھیار اٹھائے آزاد ہو کر دکھوں سے چھٹکارہ پا گئے ہوں۔ بے رحم اور سنگدل مالک اپنی طاقت سے بڑھ کر ان کی بیداری اور دکھوں سے خلاصی پانے کی کوششوں کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور کرینگے۔ مزدور فرقہ کو بھی اسی طرح ان کی مخالفت کر کے نہایت زبردست ہمت اور طاقت سے ان کا مقابلہ کر کے خلاصی پانی پڑیگی۔

(۳) مزدور فرقہ کو سرمایہ داروں کی زبردست کوششوں کا مقابلہ کر کے اور سرمایہ داروں کی سرکار کا خاتمہ کر کے اپنی باضابطہ سرکار قائم کر لینی چاہئے۔ مزدور لوگوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے۔ کہ پہلی سرمایہ شاہی سرکار کو تباہ کرنے اور اپنی باضابطہ سرکار مقرر کرنیکے سوا دوسرا سمجھوتے کا کوئی درمیانی راستہ نہیں ہے اس ظلم و ستم سے نجات حاصل کرنے کا واحد یہی ایک علاج ہے۔

(۴) اس ذریعہ سے زمین کارخانے اور دوسری بہت سی اشیاء اور دولت سب جمہور کی ملکیت ہو جائے گی۔ ہر ایک آدمی کو اس کے کام کے مطابق ضروریات زندگی دی جائیں گی۔ اور ایسا کرنے

وقت اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جائیگا - کہ ایک آدمی کو اس سے کام کا مناسب اور پورا پورا معاوضہ ملے ٭

اس طریقہ سے پرانے سرمایہ داروں اور سود خوار پادریوں کو رائے دہندگی کا حق حاصل نہیں رہے گا - اور ان کے دل سے الگ قانون بنانا پڑے گا - اس طریق انتظام میں صرف خود اور اپنے فریق پر بھروسہ رکھنے والے مزدوری پیشہ اصحاب کو ہی کاروبار کی سرانجام دہی پر مقرر کیا جاوے گا - مزدوروں کے ذریعہ ہر ایک گاؤں کی انتخابیہ کونسلیں یعنی سوویٹیں اس سرکار کے انتظام کی ذمہ دار رہینگی - پرانے سرمایہ داری کی دشمنی کو مٹانے اور تمام لوگوں کو آنا و بینے کے لئے اور محنت کیمطابق حصہ تقسیم کرنے کے لئے اس نئی مقرر شدہ مزدور سرکار کو کل اختیار حاصل ہوگا -

(۵) یہ سرکار اس وقت تک قائم رہے گی - جب تک لوگوں کو نئے طرز کی سوسائٹی قائم کرنے کا ابھیاس نہ ہو جاوے - جب نئی طرز رہائش اور سوسائٹی کے برخلاف کسی کو اعتراض باقی نہ رہے گا - اور سب لوگ اپنی خواہش سے کام کرنے لگ جائینگے اور عوام کی اپنی کسی قسم کی ذاتی یا خانگی زمین اور جائداد بھی نہ رہے گی - اور سوسائٹی میں ایک ہی محنت سے پیٹ پالنے والا فرقہ رہ جائے گا - تب سرکار کی ضرورت نہ رہیگی - اس وقت ہر ایک آدمی اپنی ہمت کے مطابق کام کرنے لگ جاویگا - اور پیداوار میں سے اپنی حسب ضرورت اشیاء لے لیا کریگا ٭

یہ ہیں بالشویک تحریک کے بنیادی اصول۔ جن پر ان کا سارا دارو مدار ہے۔ مگر دنیا کے سرمایہ شاہی اخبارات اس کو اور رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرکے ساری دنیا کو بالشویکوں کے برخلاف اکساتے اور ان کو تباہ و برباد کرنے پر تلے بیٹھے ہیں +

ماسکو کا اعلان

بالشویکوں کے کاروبار کی عملی صورت کے متعلق اس اعلان سے بہت کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ جو ۱۹۱۹ء میں ماسکو کی کانگریس کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ یہ اعلان اس وقت کیا گیا جبکہ بالشویک طرز حکومت کو قائم ہوئے کوئی ڈیڑھ سال ہو گیا تھا۔ اس اعلان پر لینن۔ ٹراٹسکی اور جنوبین روس کے بالشویک لیڈروں کے دستخطوں کے علاوہ ایک سوئٹزرلینڈ اور ایک بلقان کے بالشویک لیڈر کے بھی دستخط ہیں +

دنیا میں جمہور کے نمائندوں کو یہ پہلا ہی موقعہ ملا ہے۔ جہاں انہوں نے عملی صورت میں اپنے اصولوں کو پیش کیا ہے۔ اس اعلان کے متعلق یہ بات ضرور خیال رکھنی چاہئے۔ کہ یہ دنیا بھر کی ساری قوموں کے مزدوروں کا دھیان رکھ کر لکھا گیا ہے۔ اس کے شروع میں لکھا ہے کہ ہم یورپ۔ ایشیا اور امریکہ کے مختلف ممالک کی انقلاب پسند جماعتوں کے جمہور کی طرف سے نمائندے۔ سویٹ ماسکو میں جمع ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اس پروگرام کو جو بہتر سال ہوئے تیار ہوا تھا

پورا کرنے والا خیال کرتے ہیں اور اس کی پیروی کرنا اپنے اوپر لازمی خیال کرتے ہیں"

اس طرح اس اعلان کو شروع کرتے ہوئے گویا اس اعلان کا سارا مطلب انہوں نے ایک ہی جملہ میں ظاہر کر دیا ہے۔ سب سے پہلے یہ کہا گیا ہے۔ کہ ہم یورپ وایشیا اور امریکہ کے مختلف ممالک کے مزدوروں کے قائم مقام ہیں۔ یعنی ان سب ممالک کا مفاد ہمیشہ مدنظر رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو کمیونسٹ ظاہر کر کے جمہوریں سے ہونا تبلایا ہے۔ اور انقلاب پسند ظاہر کر کے اپنا رویہ بھی ظاہر کر دیا ہے۔ پھر لفظ پورا کرنے والے لکھکر یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ان کو اپنی کامیابی پر کامل یقین ہے۔ اور بہتر سال گے پروگرام کا ذکر کر کے یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ ہم اس اصول کو ماننے والے ہیں۔ جو مارکس نے بہتر سال ہوگئے ۱۸۴۷ء میں تجویز کیا تھا +

آگے چل کر اس جنگ عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ اس جنگ کے متعلق ہم لوگوں نے تو پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا کہ یہ یورپ کے سرمایا داروں کی جنگ ہے۔ یورپ کی سرمایہ شاہی نے ساری دنیا کے ممالک کو اپنے بھنور میں کھینچ لیا ہے۔ اس لئے یورپ میں ہی اس کی بیخ کنی ہوئے بغیر دنیا کا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کمیونسٹ (جمہور پرست) لوگ سب قوموں میں اس کی بیخ کنی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ کام ہو چکنے کے بعد جب مزدوروں کی طاقت یورپ میں بے روک ٹوک قائم ہو جاوے گی۔ تو اسی وقت دوسرے ممالک کی غلامی بھی دور ہو جائے گی +

اس جنگ نے یورپ میں غلامی اور قحط پھیلانے کے سامنے دوسرے ممالک میں بھی کھلبلی ڈال دی ہے۔ اور لوگوں کی ضروریات زندگی بھی فوج کے ہاتھ میں دے دی ہیں۔ اب انقلاب کے سوائے دوسرا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور اس کے واسطے آج سے بڑھ کر اچھا موقعہ نہیں مل سکیگا۔ کمیونسٹ اور مزدور لوگ ہی اس کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ ان کے ذریعہ کامیاب ہو کر نیا ملکی انتظام قائم کرنا ہوگا۔ اور وہ انتظام سویٹ ہی ہو سکتا ہے ؎

اس انقلاب میں آپس کی خانہ جنگی بھی ہونی لازمی ہے۔ پرانے سرمایہ داروں۔ مزدوروں۔ کسانوں اور زمینداروں۔ سپاہیوں اور افسروں کے درمیان لڑائی ضرور ہوگی۔ اس میں اپنی حفاظت کے لئے انسان کے فطرتی حقوق کے دشمنوں یعنی سرمایہ داروں کو بے ہتھیار کرنا پڑے گا۔ اور مزدوروں کو ہتھیار بہم پہنچانے ہوں گے۔ یہ جنگ ہے۔ آزادی کی خالی باتیں ہی نہیں ہیں۔ اس میں عملی کام کرنا پڑے گا۔ خالی باتوں سے کچھ نہ بنے گا ؎

بالشوزم

سب مزدوری پیشہ لوگ متفق و متحد ہو جاویں۔ اور اس طریق کو جو ظلم اور سختی کی بنیاد پر قائم ہے۔ تباہ کردیں اور اس سے خلاصی پاکر اپنا اور اپنی سوسائٹی کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔

آخر میں مزدوروں کو اپنی اپنی کوششوں کو صرف اپنی قوم تک محدود نہ کر دینا چاہئے۔ بلکہ انہیں تمام دُنیا کے مزدوروں سے مل کر ایک مشترکہ جماعت بنانی چاہئیے۔ اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مزدوروں کو پہلے غدار اور دشمن سے میل کرنے والے فریق کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ ان سب باموں کے لئے مزدوروں کو آپس میں سمجھوتا کر لینا چاہئے۔ اور اتفاق سے مل کر کام کرنا چاہیئے ۔

مارکس کے اعلان کے مطابق اس میں بھی سب سے آخری بات یہی کہی گئی ہے۔ کہ "سب ایک ہو جاؤ۔ تفرقے مٹا دو"۔

اس سے آگے لکھا ہے۔ کہ سرمایہ یعنی دولت کی ملکیت کو مٹا دینا چاہیئے۔ جنگ ناممکن بنانا۔ الگ الگ قوموں کی تفریق کو توڑنا۔ ساری دنیا کی ایک ہی متحدہ قوم بنانا۔ اور اس طرح انسانوں میں سچا برادرانہ تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اس میں کامیابی کیواسطے پہلے ملک کی حکومت کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہئیے۔ حکومت ہاتھ میں آجانے پر پرانے طریق حکومت کو مٹا کر اس کی جگہ ہر ایک گاؤں میں سوویٹ (پنچایت) قائم کر دینی چاہیئے۔ ان میں کاروباری لوگوں کو ہی زیادہ اختیار ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہی لوگ زمانۂ انقلاب میں اچھی طرح انتظام قائم رکھ سکتے ہیں ۔

نئی سرکار کو سب بڑے بڑے بینکوں پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ اور سب قسم کے کارخانے اپنے زیر انتظام کر لینے چاہئیں۔ اور بڑی بڑی زمینداریاں بھی ضبط کر کے کسانوں میں تقسیم کر دینی چاہئیں ۔

اس بات پر خاص دھیان رکھا جاوے۔ کہ چھوٹے چھوٹے زمینداروں کی زمینیں نہ چھینی جاویں۔ اور نہ ہی ان لوگوں کی زمین اور جائداد ضبط کی جاوے۔ جو مزدوروں سے کام کراکر کے انکی محنت کا منافع اپنی توند میں نہیں ڈال لیتے۔ لوگوں کو ایسا موقع دینا چاہئے جس سے وہ دوسروں کے نمونے دیکھکر خود ایسا بننے کی کوشش کریں*

قومی قرضے منسوخ کر دینے چاہئیں۔ اور فوج بھی موقوف کردی جاوے۔ ایسا کرنے پر بہت سے لوگ خودبخود مزدوروں میں آکر مل جاوینگے۔ کارخانوں کے انتظام کے واسطے لوگوں کے منتخب کردہ بورڈ بنا دئے جاویں*

نئے انتظام کے واسطے اچھے۔ لائق اور سیکھے ہوئے لوگوں کا تقرر کرنا چاہئے۔ جو ملکی امور کے برخلاف نہ ہوں۔ اور اس نئے انتظام کیواسطے دل و جان سے کام کرنے پر تیار ہوں۔ اس طرح بڑی زمینداریاں۔ ریاستیں اور کارخانے تو سرکار ضبط کریگی۔ مگر ان لوگوں کی کوٹھیاں سویٹ کے دفتر اور اجلاس کے کام میں لائی جاویں اور دولتمندوں کے گھر مزدوروں کی رہائش کے استعمال میں لائے جاویں اور میونسپلٹیوں اور لوگوں کی پرانی ہمدرد سبھاؤں سے فائدہ اٹھایا جاوے۔

اس اعلان سے بالشویکوں کے کام اور اس کے متعلق دیگر ضروری باتوں کا بہت کچھ پتہ لگ جاتا ہے۔ جن پر بالشویک تحریک کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور جو لوگ بالشویک تحریک سے واقفیت حاصل کرنا چاہیں۔

وہ اس اعلان کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ بالشویک کون ہیں۔ اور ان کا مذہب کیا ہے۔ اور وہ دنیا میں کیا کام کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ارادے کتنے وسیع ہیں۔ اور حوصلے کس قدر بلند۔ ان کو اپنی کامیابی پر کس قدر بھروسہ ہے۔ اور اپنی دھن میں کس قدر پکے ہیں۔ یہ ساری باتیں اس اعلان کو ایک دفعہ پڑھنے سے بخوبی سمجھ میں آجاتی ہیں۔ اور بالشوزم کی عملی کارروائی کے متعلق یہ معلوم ہو جاتا ہے۔

بالشویکوں کا انتظام حکومت

ملکی انتظام کے متعلق ۱۹۲۰ء میں بالشویک لیڈر جینوفیک نے جو اعلان کیا تھا۔ جس پر وہ عمل کرتے ہیں۔ اور ساری دنیا میں رواج دینا چاہتے ہیں۔ حسب ذیل ہے۔

انتظام ملک کی جماعت کے سب سے چھوٹے حصے کا نام سوویٹ ہے۔ ہر ایک گاؤں میں ایک ایک سوویٹ قائم کی گئی ہے۔ سوویٹ کیا ہے۔ گاؤں کے کاروباری۔ مزدوروں۔ کسانوں۔ مزدور فرقہ کے سپاہیوں کے نمائندوں کی کونسل۔ سوویٹ دو قسم کی ہونگی۔ ایک شہری اور دوسری دیہاتی۔ شہری سوویٹ میں ہر ایک فیکٹری (کارخانہ) کے مزدوروں کی تعداد کے مطابق قائمقام لئے جاوینگے۔ فوجوں کے قائمقام ہر ایک پلٹن کے حساب سے چنے جاوینگے۔ مزدوری پیشہ جماعتوں کے بھی

قائمقام اس میں شامل ہونگے - دیہاتی سویٹ میں ایک ہی گاؤں کے قائمقام یا مناسب سمجھنے پر ایک سے زیادہ گاؤں کے مجموعہ کے کاشتکاروں کے قائمقام ہوں گے ان سویٹوں میں رائے دہندگی کا حق محض مزدوروں اور کسانوں کو ہی ہوتا ہے - مندرجہ ذیل اشخاص کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا -

(۱) منافع کی خاطر روزانہ مزدوری پر مزدوروں سے کام کرانے والوں کو -

(۲) بغیر محنت کی کمائی کھانے والوں کو -

(۳) خانگی بیوپاری لوگوں کو -

(۴) دھرم اوپدیشک -

(۵) سابقہ پولیس ایجنٹ

(۶) پاگل اور نابالغ

(۷) جن کا حق رائے دہندگی کسی وجہ سے کسی خاص عرصے کے واسطے ضبط کر لیا گیا ہو -

ان سویٹوں کو جمہور کے قاعدہ کے مطابق گاؤں کے ... انتظام کا پورا حق دیا گیا ہے - قانون بنانے اور اس پر عمل درآمد کرانے کا بھی سویٹ کو اختیار ہے -

دیہاتی سویٹوں کے قائمقاموں کی ایک ضلع سویٹ بنائی گئی ہے - اور ضلع سویٹ کے نمائندوں کی صوبہ سویٹ - یعنی پراونشل سویٹ بنائی جاتی ہے -

ہر چھٹے مہینے تمام صوبوں کی سوویٹوں اور شہروں کی سوویٹوں کو سارے ملک کی سوویٹ کے واسطے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرکے بھیجنا پڑتا ہے۔ جو اپنا اجلاس کرتی ہے۔ یہی کانگرس ملک کی سب سے بڑی انتظامیہ جماعت ہے۔ وہ کانگرس اگلے چھ ماہ کے واسطے ملک کے انتظام اور دوسری باتوں کے واسطے قاعدے بنائی ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے کے واسطے اپنے میں سے دوسو نمائندوں کی ایک انتظامیہ جماعت مقرر کرتی ہے اور یہی کانگرس وزارت اور کارکن کمیٹی کا بھی انتخاب کرتی ہے۔ اور ان کو ملکی انتظام کے مختلف محکموں کا کام سپرد کرتی ہے۔ اس انتظامیہ کمیٹی کو بھی اختیار ہوتا ہے۔ کہ وہ جب چاہے وزرات کو علیحدہ کر دے۔ اور اسی طرح ہر ایک رائے دہندہ سوسائٹی کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ جب چاہے گاؤں یا کسی اوپر کی سوویٹ کو اپنا نمائندہ منتخب کرے۔

خدا کی شان! ایک زمانہ تھا۔ کہ براہمن حکمران تھے۔ پھر چھتریوں کا راج ہوا۔ اور آجکل دنیا کے بہت حصہ پر دیشوں کا راج ہے۔ گو زمانہ گذشتہ میں ہندوستان میں غلاموں کی بھی حکومت ہو گذری ہے۔ جس کو شودروں کی حکومت کہہ سکتے ہیں۔ مگر اب روس میں بالشویک مزدور کی حکومت قائم کرکے اس کو دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔ نامعلوم دنیا میں اور کیا کیا گل کھلیں گے۔ اور کتنے انقلاب وقوع پذیر ہوں۔

کاروباری انتظام

جس طرح ملک کا انتظام سویٹ کے ذریعہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح جمہور کی مرضی کے مطابق دوسرے کاروبار کا بھی بندوبست کیا گیا ہے روس میں تمام مزدوروں کی جماعتیں مرتب کی گئی ہیں۔ ہر ایک کارخانہ کے سب قسم کے مزدوروں کی ایک سبھا بنائی گئی ہے۔ اور ہر ایک فیکٹری کی ایک سوسائٹی بن گئی ہے۔ ان سوسائٹیوں کے لوگ اپنی اپنی کارکن جماعت منتخب کر لیتے ہیں۔ روس کے ہر ایک کارخانہ پر سرکار کا یعنی جمہور کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اب کارخانوں کے مزدوروں کو پہلے کی طرح کارخانہ داروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ان کی ساری طاقت اب کام کرنے پر ہی لگتی ہے۔ جو کہ آگے بہت سی لڑائی جھگڑوں میں ضائع ہو جاتی تھی۔ اب وہ ضائع نہیں ہونے پاتی۔

ان ساری سبھاؤں کا ایک سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ سارے ملک کی ایک منتظم کمیٹی اور ایک کاروباری کمیٹی کا انتخاب کرتے ہیں۔ جس کا نام سکیل کمیٹی ہوتا ہے۔ یہ سکیل کمیٹی مختلف کام کرنے والے مزدوروں کے کام اور مزدوری مقرر کرتی ہے۔ سرکاری انتظامیہ وزرا میں ایک وزیران مزدوروں کی طرف سے بھی منتخب کیا جاتا ہے۔ اور اس منسٹر کے ساتھ ایک کونسل بھی ہوتی ہے۔ چونکہ ہر ایک کام میں اس کی مدد

کرتی ہے۔ اس کونسل کے الگ الگ محکمے ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعے وہ ملک کے مختلف کام دہندوں کی پڑتال کرتی ہے۔ ان محکموں میں جدا جدا کاموں کے ماہر مقرر کئے جاتے ہیں۔ جن کو سوسائٹی انتخاب کرتی ہے۔

کارخانے کے کام کا انتظام تین آدمیوں کی ایک کمیٹی کرتی ہے۔ اس کمیٹی کا ایک ممبر ملک کی کارکن جماعت مقرر کرتی ہے۔ ایک کونسل کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ اور ایک کارخانہ کی اپنی سبھا کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح دوسرے کاروبار کا انتظام بھی کامل طور پر جمہور کے ہاتھ میں ہے۔ عوام کے نمائندے منتخب کرکے ایک کمیٹی بنالی جاتی ہے۔ اور وہ کمیٹی سارا انتظام کرتی ہے۔ چونکہ یہ انتظام سب لوگوں کی صلاح ومشورہ سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو کسی پر اعتراض یا ناراضگی نہیں ہوتی۔ عوام ہر طرح سے بخوشی اپنے اپنے کام میں خوش وخرم نظر آتے ہیں۔ اور کسی کو کسی کا گلہ یا شکایت نہیں۔ کیونکہ روس کا ہر ایک آدمی بالواسطہ طور پر روس کے انتظام کا ذمہ دار ہے۔ اور اگر کوئی مقرر کردہ افسر اپنے اصول سے ذرا بھی لغزش کھاتا ہے۔ تو جمہور فوراً۔ اس کو علیحدہ کرکے دوسرا آدمی اس کی جگہ مقرر کرسکتے ہیں۔ جہاں انتظام حکومت اور دوسرے کام دھندوں میں عوام کو اس قدر اختیارات اور آزادی حاصل ہو۔ وہاں کسی کو گلہ اور شکایت کا موقع ہی کیسے پیدا ہوسکتا ہے۔

سابق زار روس اور اسکے خاندان کا حشر

زار روس اپنے درجہ کمال کے ظالمانہ برتاؤ کی وجہ سے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اس کی ظالمانہ کارروائیوں نے سارے روس کو ایسا بیزار کر دیا کہ آخرش نوبت معلوم ہی ہے۔ جس وقت بیدار ہو سکے تب بھی وہ شاہی ساز باز سے باز نہ آیا۔ وہ اب بھی موجودہ حکومت کے برخلاف ہر قسم کی سازشوں میں جوڑ توڑ لگانے میں نہایت سرگرمی سے مصروف رہا۔ اس لئے بالشویکی حکومت نے ان سب کے قتل کا حکم صادر کر دیا اور ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء کو زار اور اس کے خاندان کے دیگر لوگوں کو بمقام ایکاترین برگ میں قتل کر دیا گیا۔ زار اور اس کے خاندان کے لوگ اس دن ایک حجرے سے باہر لائے گئے۔ اور سب کو ایک دیوار کے بالمقابل کھڑا کر دیا گیا اور یکے بعد دیگرے سب کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ زار نے مرتے وقت جو آخری التجا کی وہ صرف یہ تھی۔ کہ وہ بیمار زارینہ کے آغوش میں ہی دم توڑے۔ چنانچہ اس کی یہ التجا منظور کر لی گئی۔ گرانڈ ڈچس تاتیانہ صرف زخمی ہوئی تھی۔ کیونکہ گولی اس کو ایسی جگہ نہ لگی تھی۔ جس سے وہ جان بحق ہو جاتی۔ اس لئے بندوق کے کندے سے اس کو ہلاک کر ڈالا گیا۔ اور نعشوں کو ایکاترین برگ کے حوالی میں دفن کر دیا گیا۔

زار کے خاندان کے جو آدمی اس وقت ادھر ادھر بھاگ کر بچ رہے تھے سب کو سائبیریا میں جلاوطن کر دیا گیا۔ اور اس طرح روس میں بالشویک حکومت قائم ہو گئی

بالشویکوں کی خوبیاں

ولایت کے ایک مشہور رسالہ لٹریچر میں مسٹر میکس ایبٹ مان کا ایک مقالمہ چھپتا تھا جس میں صاحب موصوف نے بالشویکوں کی بعض خوبیوں کی نہایت ہی تعریف کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"روس میں بچوں کی تعلیم کا انتظام نہایت قابل تحسین ہے ہر ایک بچے کو حکومت کی طرف سے خوراک و پوشاک۔ کتابیں سامان تفریح اور حقیقی تعلیم و تربیت دیجاتی ہے۔ اور بخدا صرف ایک اسی بات کیلئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک میں بھی ایسا انقلاب ہو جاوے اس حکومت کی دوسری برکت یہ ہے۔ کہ ماؤں کو حالت حمل میں قومی خزانہ سے زر امداد بہم پہنچایا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں گھوڑوں اور دیگر جانوروں کی نسل کشی کیلئے تو امداد دیجاتی ہے۔ لیکن اشرف المخلوقات انسان کا کوئی حال نہیں ہے۔ روس میں یہ خاصہ ہے۔ کہ ہر جننے والی عورت کو بچہ پیدا ہونے سے آٹھ ہفتہ پہلے اور آٹھ ہفتہ بعد تک تمام مصارف وغیرہ خزانہ حکومت سے ملتے ہیں۔ یہ کام میرے ایک عزیز دوست الیگزینڈر کانسٹے کے سپرد ہے۔ یہ امر بھی اس قابل ہے۔ کہ جس کی خاطر ہم اپنے ملک

میں انقلاب کی خواہش کریں۔ تیسری خوبی جو آجکل کے روس میں نظر آتی ہے۔ یہ ہے کہ تمام اراضی مزروعہ کسانوں کے حوالہ کردیگئی ہے۔ اور اس پر بڑے بڑے دولتمندوں اور زمینداروں کا نہیں بلکہ کسانوں کا ہی قبضہ ہے۔ یہ چیز پہلی دونوں برکات سے بھی بدرجہا اہم اور مفید ہے۔" (ماڈرن ریویو جون ۱۹۲۱ء)

بالشویکوں کے معاہدے دوسری سلطنتوں کیساتھ

بالشویکوں نے اپنی حکومت کو برقرار رکھنے اور دوسرے ممالک میں اپنے اصولوں کا پرچار کرنے کے واسطے اپنے اردگرد کے تمام ممالک سے یکے بعد دیگرے عہدنامے کرکے ان کے ساتھ رشتۂ اتحاد قائم کر لیا ہے۔ جس کے سبب سے اب ان کی طاقت مضبوط اور استوار ہو گئی ہے۔ اور دشمنوں کے حملوں اور چالوں کا اب ان کو اس قدر خطرہ نہیں رہا۔ جیسا کہ شروع میں تھا۔ اندرون روس میں تو اب ان کی حکومت ہر قسم کے خطروں سے باہر ہو گئی ہے۔ اور لوگ بالشویک اصولوں سے اچھی طرح واقف ہو کر اس تحریک کو روس کی آزادی کے واسطے نعمت غیر مترقبہ خیال کرنے لگ گئے ہیں۔ روس نے جرمنی۔ ترکی۔ ایران افغانستان۔ وسط ایشیا کے مختلف ممالک سے عہدنامے کرکے رشتۂ اتحاد مضبوط کر لیا ہے۔ جن میں سے چند عہدناموں کی نقول جو مختلف ممالک کے ساتھ مختلف وقتوں میں کئے گئے درج ذیل کرتے ہیں

معاہدہ ترکان احرار و بالشویک حکومت

مصطفےٰ کمال پاشا اور بالشویکوں کے درمیان جو معاہدہ ۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو ہوا۔ اس کی دفعات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ٹرکی کی صحیح حدود کے بارہ میں اطمینان دلایا جاوے گا۔ اور وہ تمام علاقے جن میں ترک آباد ہیں مملک ٹرکی کے حوالے کئے جائینگے

(۲) عراق عرب اور شام کی نو خیز سلطنتوں میں ٹرکی کا اقتدار قائم کیا جاوے گا۔

(۳) ٹرکی حکومت روسی سفیران کے لئے سہولیت بہم پہنچائے گی۔ تاکہ ٹرکی میں بالشویکی پراپیگنڈا کی اچھی طرح تبلیغ و اشاعت ہو۔

(۴) ترک اور بالشویک ممالک اسلامیہ۔ ہندوستان۔ الجیریا مصر مراکو ٹیونس وغیرہ کی آزادی کے واسطے ملکر کوشش کریں گے۔ اور جہاں تک ان سے بن پڑے گا۔ ان ممالک کو جلد سے جلد آزاد کرایا جاوے گا۔

(۵) بالشویک ان تمام اسلامی سلطنتوں کو جو سابق زار روس کے زیر اثر یا زیر تصرف تھیں۔ اور اب بھی ان کے زیر قبضہ ہیں سب کو آزاد کر دیں گے اور اپنی راستبازی اور حریت کا پورا پورا اطمینان دلائیں گے۔

(۶) بالشویک ترکی فوجوں کو مالی امداد دینے میں نقدی وعدہ کرتے

ہیں۔ اور برابر مالی امداد پہنچاتے رہینگے۔

(۷) بالشویک فے الحال دو فوجوں کو ترکوں کی مدد کے واسطے روانہ کریں گے۔ اور وہ ضرورت کے وقت اور فوجیں بھی بھیجنے کا وعدہ کرتے ہیں

(۸) ہر دو ممالک کی مجالس قومی کی منظوری سے پیشتر ہی دول متحدہ کے خلاف جارہانہ کاروائی جاری رکھی جاوے۔ امداد باہمی اور اسلحہ فراہم کرنے کے متعلق ایسی اور شرائط بھی درج ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس عہد نامہ کے بعد ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو ایک اور معاہدہ ٹرکی اور روس کے درمیان مرتب ہوا۔ جس کی تفصیلات روسی اخبار "پورلاریٹی" میں شائع ہوئیں اور پھر اسلامک نیوز سے ہندوستان پہنچیں۔ وہ عہد نامہ حسب ذیل دفعات پر مشتمل ہے۔

معاہدہ روس و ٹرکی

دفعہ ۱۔ فریقین اعلان کرتے ہیں۔ کہ مشرقی اقوام میں قومی آزادی کی جو تحریک پیدا ہوئی ہے۔ اور روسی مزدور جو ایک جدید مجلسی نظام کے لئے سعی کر رہے ہیں۔ اس سے ہم دونو متفق ہیں۔ اور اعلانیہ ہم یہ ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان اقوام کو آزادی اور خود مختاری یا جسطرح وہ چاہیں۔ حکومت قائم کرنے کا حق ہے۔

دفعہ ۲۔ معاہد فریقین۔ اس بات پر متفق ہیں۔ کہ اگر ان میں سے کسی ایک فریق پر۔ کوئی بین الاقوامی قانون بجبر و تشدد عائد کیا

جائے۔ تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرینگے۔ بالخصوص روسی نہ کسی ایسے بین الاقوامی معاہدہ کو اور نہ کسی ایسے قانون کو جس کا اثر ٹرکی پر پڑتا ہو۔ اور اس کو ٹرکی کی قومی جماعت نے تسلیم نہ کیا ہو۔ تسلیم نہ کرینگے۔

دفعہ - ۳ - اس معاہدہ کے مقاصد کی بنا پر ٹرکی علاقہ مندرجہ ذیل ترمیمات خاص کے ساتھ انہی حصص پر مشتمل ہوگا۔ جو ۲۸ - جنوری ۱۹۲۰ء کے قومی ٹرکی معاہدہ میں شامل کئے۔ ٹرکی علاقہ یاطوم کو معہ شہر باطوم کے جارجیا کی سیادت میں اس شرط پر چھوڑتا ہے۔ کہ وہاں پر مقامی اندرونی آزادی اور ذہنی۔ مذہبی اور مزرعی آزادی بھی وسیع پیمانہ پر دے دی جائے۔ ٹرکی باطوم میں ہوکر اپنے مال کو آزادانہ ادائے محصول یا خاص ٹیکسوں کے بغیر لا اور لے جا سکتا ہے۔

دفعہ - ۴ - علاقہ نخچیوان کو آذربائیجان کی نگرانی میں اندرونی آزادی دے دی جائے گی۔ معاہد فریقین اعلان کرتے ہیں۔ کہ اس معاہدہ سے قبل جو معاہدے ان کے مابین اس مسئلہ کے متعلق ہو چکے ہیں۔ وہ کالعدم اور بے اصل ہیں۔

دفعہ - ۵ - روس ٹرکی کو ان مالی پابندیوں سے آزاد سمجھتا ہے۔ جو سابق معاہدات مابین ٹرکی اور شہنشاہی روس کی گورنمنٹ کی رو سے ٹرکی پر عاید ہوتی تھیں۔

دفعہ - ۶ - روس اعلان کرتا ہے۔ کہ چونکہ کیپی چولیشن رواہ طریق جس کے ذریعہ یورپ کی دوسری اقوام کو خاص ترجیحی حقوق حاصل ہوتے تھے۔)

کا طریقہ خواہ کوئی ملک کیوں نہ ہوں۔ اس کی سیادت کے منافی ہے۔ نیز وہ اس سلسلہ کے اپنے جملہ حقوق کو ٹرکی کے اندر ختم اور منسوخ سمجھتا ہے

دفعہ - ۷ - معاہد فریقین جملہ اقوام کے مابین تجارتی تعلقات کے مفاد کی غرض سے آبناؤں میں آزاد جہازرانی کی ضمانت کے خیال سے یہ تجویز کرتے ہیں - کہ بحیرہ اسود اور آبناؤں کے متعلق بین الاقوامی ضابطہ کی تکمیل کے مسئلہ کو اس شرط پر آئندہ کانفرنس میں جو ہمسایہ ریاستوں کے ڈیلیگیٹوں پر مشتمل ہوگی طے کیا جاوے - کہ اس کے فیصلوں سے ترکی کی مکمل سیادت اس کے ملک اور اس کے دارالخلافہ قسطنطنیہ کا تحفظ زائل نہ ہو سکے گا۔

دفعہ - ۸ - معاہد فریقین میں سے ہر فریق کی رعایا جو دوسرے فریق کے مقبوضات میں رہتی ہوگی - اس کو بجز قانون ورثہ اور عدالتی اختیارات کے جو ایک خاص معاہدے کے ذریعے منضبط کئے جائینگے - اس ملک کے قوانین کی متابعت کرنی پڑے گی۔

دفعہ - ۹ - معاہد فریقین میں سے ہر ایک دوسرے فریق کی رعایا کے ساتھ مثل ایک نہایت موافق قوم کے برتاؤ کرے گا - ان علاقوں قارص اردہان کے باشندے جو ۱۹۱۸ء سے قبل روسی سلطنت میں شامل تھے - اور جن پر روسی حکومت معاہدہ ہذا کی رو سے ٹرکی کی سیادت تسلیم کرتی ہے - ٹرکی کی بودوباش آزادی سے چھوڑ سکیں گے - اور اپنے ساتھ اپنا تمام مال و اسباب یا اس کی قیمت کا روپیہ لے جا سکیں گے -

اسی طرح جارجیا کے ہر باشندے کو بھی جو جارجیا چھوڑنا چاہتا ہے یہی حق حاصل ہے۔

دفعہ ۔ ۱۰ ۔ معاہد فریقین فوجی اور غیر فوجی قیدیوں کا تبادلہ کریں گے۔ اس طرح کے یوریپین روس کے قیدیوں کا تبادلہ چھ ماہ کے اندر ہو جائیگا۔

دفعہ ۔ ۱۱ ۔ ہر دو جماعتیں ایک دوسرے سے وعدہ کرتی ہیں۔ کہ ہر فریق اپنے علاقہ میں ایسے گروہوں کی ترتیب یا قیام کو باز رکھیگا۔ جو دوسرے فریق کے ملک میں فوجی یا جبری قوت پر حکومتی حقوق کے دعویدار ہونگے۔ یہ معاہدہ قفقاز کی ریاست ہائے جمہوریہ سے ہے۔ جس میں فریقین ایک ہی طرز عمل کے پابند ہوں گے۔

دفعہ ۔ ۱۲ ۔ معاہد فریقین ہر دو ممالک کے مابین ذرائع آمدو رفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری کاروائی عمل میں لائیں گے۔ نیز ہر دو فریقین مستقبل قریب میں ایکدوسرے کے یہاں اپنے قول و فعل بامور کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ کرنے کیلئے متفق الرائے ہیں۔ (محررہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۱ء)

بالشویک اور افغانستان کے درمیان معاہدہ

۲۸ فروری ۱۹۲۱ء کو روس اور افغانستان کے درمیان جو معاہدہ قرار پایا ہے۔ حسب ذیل ہے۔

روس اور افغانستان کے دوستانہ تعلقات کے استحکام اور

افغانستان حقیقی خودمختاری کی تصدیق و توثیق کی غرض سے روس کی بالشویک حکومت اور افغانستان کی شاہی سلطنت کے درمیان موجودہ معاہدہ کی تکمیل کا تصفیہ قرار پایا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے دونوں حکومتوں نے مندرجہ ذیل اصحاب کو بطور سفرائے مقرر کیا ہے:۔

حکومت جمہوریہ روس کی طرف سے مسٹر چچیرن اور لٹومیکائل وتح کرا خان مقرر ہوئے ہیں۔ اور حکومت شاہی افغانستان کی طرف سے محمد ولی خان۔ مرزا محمد خاں اور غلام صادق خاں مقرر کئے گئے:۔

مندرجہ بالا سفرائے نے اپنے اپنے تصدیق نامے آپس میں دکھائے اور درست و صحیح تسلیم کئے گئے۔

شرائط معاہدہ مندرجہ ذیل قرار پائیں۔

(۱) ہر دو ممالک باہم ایک دوسرے کی خودمختاری تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس خودمختاری کا احترام کرتے ہوئے باہم باقاعدہ سیاسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔

(۲) ہر دو ممالک اقرار کرتے ہیں۔ کہ کسی تیسری سلطنت کے ساتھ کوئی ایسا فوجی یا سیاسی معاہدہ نہ کرینگے۔ جس سے طرفین میں سے کسی کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو:۔

(۳) ہر دو ممالک کے سفارت خانے اور قونصل خانے مشترکہ اور مساوی طور سے قانون بین الاقوامی کی رسوم کے مطابق سیاسی حقوق سے بہرہ انداز ہونگے۔

اس شرط کی مندرجہ ذیل مدات ہوں گی۔

(ا) طرفین کے قونصل خانوں کو اپنی اپنی حکومت کا جھنڈا لگانے کا حق حاصل ہوگا۔

(ب) قونصل خانوں اور سفارت خانوں کے ارکان کی ذاتی حفاظت کی ضمانت دی جائے گی۔

(ج) سیاسی خط وکتابت کی حفاظت اور ہرکاروں کی سلامتی کی ذمہ واری بھی اٹھائی جاویگی۔ اور ان معاملات میں ہر قسم کی مشترکہ امداد کی جاوے گی۔

(د) سیاسی نمائندوں کے حقوق کے مطابق اشارات۔ ٹیلیفون اور تار برقی کے ذریعہ نامہ و پیغام کی ہر طرح سے اجازت ہوگی۔

(ر) جن عمارتوں میں سفارت خانے اور قونصل خانے ہونگے وہ عمارتیں بالکل آزاد اور قانون ملکی کی رو سے باہر سمجھی جائیں گی۔ لیکن انہیں یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ ان اشخاص کو پناہ دیں۔ جنہوں نے مقامی حکومت کی رائے میں قانون ملکی کی خلاف ورزی کی ہو۔

(ک) ہر دو ممالک کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کے فوجی محافظ اپنی اپنی سفارت کے ساتھ مساوی طور پر رکھے جاویں گے۔

(۴) ہر دو ممالک عہد کرتے ہیں۔ کہ روس کی بالشویک جمہوری حکومت کے پانچ قونصل خانے افغانستان کی حدود کے اندر قائم کئے جاویں گے۔ اور سلطنت افغانستان کے سات قونصل خانے روسی

علاقہ میں کھولے جاویں گے۔ جن میں سے پانچ وسط ایشیا کی روسی حدود کے اندر ہوں گے۔

ان کے علاوہ جب کبھی روس یا افغانستان میں قونصل خانوں کی ضرورت پڑے گی۔ تو ان کے قیام کے واسطے دونوں ممالک کی خاص گفت و شنید سے اس کا فیصلہ کر لیا جایا کرے گا۔

(۵) روسی قونصل خانے ہرات۔ میمن۔ مزار شریف۔ قندھار اور غزنی میں قائم کئے جائیں گے۔ اور افغانی قونصل خانوں کی ترتیب یوں ہوگی۔ ایک قونصل جنرل تاشقند میں مقرر کیا جائے گا۔ اور پیٹرو گراڈ۔ کازان۔ سمرقند۔ مرو اور کبراسلوڈوسک میں معمولی قونصل خانے قائم کئے جاویں گے۔

نیز افغانی قونصل خانوں کا روس میں اور روسی قونصل خانوں کا افغانستان میں حقیقی افتتاح اس وقت ہوگا۔ جب ہر دو ممالک کے درمیان خاص عہدنامے کے ذریعے سے اس کا وقت اور نظام قرار پایا جائے۔

(۶) روس اقرار کرتا ہے۔ کہ اگر افغانستان روس میں دولت روسی کی وساطت سے یا بیرونی ممالک سے براہ راست کچھ مال و اسباب خرید کرے گا۔ اور اسے روسی علاقہ میں سے اس مال کے ہیل دنزمیل کی اجازت ہوگی۔ اس مال پر نہ تو کسی قسم کی پابندیاں عاید کی جائینگی اور نہ ہی کوئی محصول لیا جاوے گا۔

(۷) ہر دو ممالک میں باہمی تصفیہ سے قرار پایا ہے کہ اقوام مشرقی کو خود مختاری کی بنا پر اور ہر ایک قوم کی عام خواہش کے مطابق آزادی حاصل ہونی چاہیئے۔

(۸) شرط ہفتم کے ماتحت ہر دو ممالک نے قرار دیا ہے۔ کہ بخارا اور خیوا کی حریت اور آزادی تسلیم کی جاوے۔ خواہ ان کا انتظام سلطنت کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ان کی خود مختاری وہاں کے باشندوں کی خواہش کے مطابق ہونی لازمی ہے۔

افغانستان کا چھینا ہوا علاقہ واپس

(۹) دولت جمہوریہ اشتراکیہ روس کے صدر لینن نے وزیر کبیر دولت افغانستان سے جو وعدہ کیا تھا۔ اس وعدے کے مطابق اور اس کے ایفا کے طور پر روس اقرار کرتا ہے۔ کہ اصول انصاف اور آزادی کی بنا پر اور باشندوں کی آزادانہ اظہار تمنائے کے ماتحت سرحد افغان کے وہ اضلاع افغانستان کو واپس دے دئے جاویں۔ جو گذشتہ صدی میں اس کے ماتحت تھے۔ اور ان اضلاع کے باشندوں کی آزادانہ خواہش اور مقامی آبادی کی کثرت رائے معلوم کرنے کے لئے ہر دو ممالک کے سفرائے کے درمیان ایک خاص معاہدہ کے ماتحت انتظام کیا جاویگا۔

(۱۰) ہر دو ممالک کے درمیان دوستی اور محبت کے تعلقات مضبوط کرنے کی غرض سے سلطنت جمہوریا اقرار کرتی ہے۔ کہ افغانستان کو مالی اور دیگر قسم کی امداد اعانت بہم پہنچائی جاوے گی۔

(۱۱) موجودہ معاہدہ کے مسودے جو روسی اور فارسی زبانوں میں مرتب کئے گئے ہیں۔ وہ دونوں مسودے مستند قرار دئے گئے ہیں۔

(۱۲) موجودہ معاہدہ اس وقت قابل عمل درآمد تصور ہوگا۔ جب ہر دو ممالک اس کی سرکاری طور پر تصدیق و توثیق کر دیں گے۔ مبادلہ تصدیق قابل عمل ہوگا۔ جس کی امید منظوری پر ہر دو ممالک کے سفرائے نے موجودہ معاہدہ پر اپنے دستخط ثبت کر دئے ہیں۔ اور مہریں بھی لگا دی ہیں۔

محررہ بمقام ماسکو۔ مورخہ۔ ۱۸ فروری ۱۹۲۱ء

بالشویکوں کی امداد افغانستان کو

ایک ضمنی شرط۔ مقرر آنکہ اس معاہدہ کی شرط وہم کی منشا کے ماتحت سلطنت جمہوریہ روس سلطنت شاہی افغانستان کو مندرجہ ذیل امداد کرے گی:۔

(ا) دس لاکھ روبل سالانہ سونے یا چاندی کے سکوں یا نقری و سلاخوں کی صورت میں غیر مشروط طور پر افغانستان کو دیدئے جاوینگے

(ب) کشک۔ ہرات۔ قندھار۔ اور کابل کے مابین تار کا سلسلہ تعمیر

کر دیا جاوے گا۔

(ج) علاوہ بریں و مزید براں حکومت جمہوریہ روس اس پر آمادگی کا اظہار کرتی ہے کہ اپنے صنعتی اور دیگر فنون کے ماہرین کو سلطنت افغانستان کے فائدے کے لئے افغانستان بھیجنا منظور کرے گی۔

حکومت جمہوریہ روس اس معاہدہ کی آخری تصدیق و توثیق کے بعد دو ماہ کے اندر اندر افغانستان کو مندرجہ بالا امداد بہم پہنچاویگی۔

یہ ضمنی شرط بھی اس معاہدہ کی دوسری شرائط کی مانند ساوی اثر اور وزن رکھتی ہے۔ (ماسکو۔ ۲۸۔ فروری ۱۹۲۱ء)

یہ عہد نامہ ولایت کے مشہور معروف اخبار مارننگ پوسٹ کے ۳۱ مارچ ۱۹۲۱ء کے پرچہ میں چھپا تھا۔

روس اور ایران کا معاہدہ

روس اور ایران کے معاہدہ کی رو سے سویٹ روس اس روش سے دست بردار ہونے کا وعدہ کرتا ہے۔ جو زار روس نے ایران کے برخلاف اختیار کر رکھی تھی۔ نیز عہد زار کے وہ تمام معاہدے منسوخ سمجھے جاویں گے۔ جن سے ایران اور اہل ایران کے حقوق کو ضعف پہنچتا تھا۔

قطع نظر اس کے بالشویک ان تمام معاہدات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جو زار روس کی حکومت نے کسی تیسری سلطنت سے کئے تھے

بالشویک حکومت روس اور ایران کی اسی سرحد کو تسلیم کرتی ہے۔ جو ۱۸۸۱ء میں قائم کی گئی تھی ؂

ایران نے جو جزیرے اور علاقے ۱۸۹۳ء میں روس کے حوالے کئے تھے۔ اب بالشویک حکومت وہ سب علاقے ایران کو واپس کرتی ہے۔ اور اس امر کا عہد کرتی ہے۔ کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کے دیگر ملکی معاملات میں دخل نہیں دیں گے اور نہ ہی کسی غیر سلطنت کی فوج کو جس سے روس یا ایران کو ضعف پہنچ سکے۔ اپنی اپنی حدود کے اندر رہنے دیں گے ؂

اس معاہدہ کی رو سے روس بالشویک حکومت کو حق حاصل ہوگا۔ کہ اگر ایران کسی غیر سلطنت کی فوجی سرگرمیوں کا انسداد نہ کر سکے تو وہ ایران میں خود اختیاری کے لئے اپنی فوج رکھ سکیں ؂

سوویٹ حکومت وہ تمام قرضے بھی جو ایران نے زار روس سے لئے تھے۔ اب ایران کو بالکل معاف کرتی ہے۔ اور نیز وہ محصولات ملکی بھی واگذار کرتی ہے۔ جو ان قرضوں کی ضمانت کے طور پر آج تک روس کے قبضہ میں چلے آتے ہیں ؂

سوویٹ حکومت ایرانی سڑکوں۔ ریلوں۔ تاروں اور ٹیلیفون کی نگرانی کا حق بھی چھوڑتی ہے۔ نیز ارد مبیہ اور انزل کی کھاڑیاں اور متعلقات حکومت ایران کے حوالے کرتی ہے۔ جس کے بدلے میں ایران یہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ وہ یہ مراعات کسی غیر سلطنت یا اس کے کسی باشندے کو

ہرگز نہیں دے گا۔ آئندہ بحیرہ خزر میں روسی اور ایرانی جہازرانی آزادانہ طور پر ہوا کرے گی۔

جمہوریہ روس کی سوویٹ حکومت یہ بھی اقرار کرتی ہے۔ کہ اسلامی شہر میں یا علاقہ میں روس کی طرف سے جو مذہبی تبلیغ و اشاعت آج سے پیشتر کی جاتی تھی۔ اب منسوخ کر دی جائے گی۔ کیونکہ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ زار روس کی وسیع سازشوں کے لئے عوام پر اثر ڈالا جائے۔ چنانچہ زار روس کے وقت کے جس قدر مذہبی مشن ایران میں اب موجود ہیں۔ سب موقوف کر دئے جائینگے۔ اور اس قسم کا کوئی مشن آئندہ مملکت ایران میں روس کی طرف سے نہیں بھیجا جاوے گا۔

بخارا و خیوا کی آزادی

روسی اور ایرانی معاہدہ کی رو سے طرفین کسی تیسری سلطنت کے ساتھ فوجی یا سیاسی قرارداد نہ کر سکیں گے۔ اور بخارا اور خیوا کو وہاں کے باشندوں کی خواہش کے مطابق آزاد کر دیا جاویگا۔ (مانچسٹر گارڈین)

نیر ایسٹ اس معاہدہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

بالشویکوں کی حکومت نے وہ تمام قرضے منسوخ کر دئے ہیں۔ جو روس کی طرف سے ایران کے ذمے واجب الادا تھے۔ ملک ایران میں روسیوں کو جو مراعات حاصل تھیں۔ ان سے بھی بالشویک دست بردار ہو گئے ہیں اور اس

کے علاوہ یہ بھی وعدہ کیا ہے۔ کہ ایران کے علاقہ پر جو حملہ کیا گیا تھا۔ اس کی بھی تلافی کر دی جائے گی ٭

ان تمام مراعات کا عوض

ان تمام مراعات کے بدلے میں بالشویک ایرانیوں سے یہ چاہتے ہیں کہ ایران بالشویک حکومت کو تسلیم کرے ٭

آئرش ٹائمز اس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ

ایران کی رائے عامہ میں برطانیہ عظمیٰ کے متعلق جو تغیر پیدا ہوا ہے۔ اس پر ایران نے اپنی محبت و شفقت لنڈن سے ماسکو میں منتقل کر لی ہے۔ بالشویک پچھلے دنوں مشرق وسطیٰ میں بہت مصروف رہے ہیں۔ جس سے آذربائیجان ان سے اور بخارا ان سے مل گیا ہے۔ اب انہوں نے ایران اور روس کے درمیان ایک معاہدہ کی طرح ڈالی ہے۔ جو اپنی ظاہری صورت میں برطانوی معاہدوں کی تجاویز سے بدرجہا دلکش اور خوش کن ہے ٭

روسی ایرانی معاہدہ کی دفعات

شیراز کے اخبار گلستان میں ایرانی قوم کی آگاہی کے واسطے اس عہد نامہ کو شائع کیا گیا تھا۔ جس کی دفعات حسب ذیل ہیں ٭

(۱) ایرانی گورنمنٹ پر روسی شہنشاہیت کا جس قدر قرضہ ہے۔

اس معاہدہ کی رو سے سب منسوخ ہو جائے گا۔

(۲) اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد روس کو کوئی حق نہ ہوگا کہ وہ ایرانی حکومت میں کوئی مداخلت کرے۔ لیکن ڈاک اور تار وغیرہ کے محکمے میں اسے کچھ حقوق ہوں گے۔

(۳) ایرانی اور روسی سرحدات کے خطوط باشندگان سرحد کی رضامندی اور رغبت سے معین کئے جاویں گے۔

(۴) وہ تمام ٹھیکے اور اراضیات جو حکومت روس اور روسی لوگوں کو حکومت ایران کی طرف سے حاصل تھے۔ منسوخ ہو جائینگے اور ان کا کوئی اثر حکومت ایران اور روس پر نہ ہوگا۔

(۵) ایرانی حکومت کی وہ تمام اراضیات جو روسی قرضہ میں مقفول ہیں۔ حکومت ایران کو حق حاصل ہو جائے گا۔ کہ وہ ان کی آزادی اور بلا کفالت کا اعلان کر دے۔

(۶) ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک روسی گورنمنٹ نے قیام ایران کے دوران میں جو ساز و سامان تازہ سیستان استر آباد انزلی۔ طہران وغیرہ میں لگایا ہے۔ اور وہ بندرگاہیں جو انزلی وغیرہ میں اس گورنمنٹ نے بنائی ہیں۔ صدہا عمارات۔ برقی۔ روشنی کا ساز و سامان مع ریلوے لائن کے جو خلفا وغیرہ سے گذر کر صوفیان پہنچی ہے۔ تمام ضروری سامان کے ساتھ جن میں ریلوے سٹیشن۔ تار گھر۔ ٹیلیفون وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ سب کے سب آزاد

ایرانی حکومت کو دے دیئے جاویں گے - اور روسی گورنمنٹ کا ان پر کوئی عمل دخل نہ رہیگا - اس کے لئے صرف اتنی شرط ہوگی - کہ ایرانی گورنمنٹ کارکنوں اور ملازمین کے حقوق کا لحاظ رکھے ÷

(۷) جس وقت ایرانی دریا (آکوڑل) اور جو رول کی کشتی رانی سے محفوظ ہو جائیں گے - فوراً ہی ایرانی دریا آزاد ہو جائیں گے - اور ان پر ایرانی جھنڈا نصب اور بلند کر دیا جاوے گا ÷

(۸) ایرانی حکومت میں روسی کونسلوں کے تحفظات کا جو اصول قائم طور پر رائج تھا - اسے منسوخ کیا جاتا ہے ÷

(۹) روسی حکومت اس بات کے لئے تیار ہے - کہ ایرانی گورنمنٹ کی اتفاق رائے سے ایرانی اراضیات اور اس کے ٹھیکے دینے کے طریق اور مالیات کی دیکھ بھال وغیرہ میں مدد دیوے - اور یہ مسئلہ دونوں حکومتوں کے منافع کو ملحوظ رکھتے ہوئے طے ہو سکے گا ÷

(۱۰) روسی اور ایرانی سرحدات سے تجار اور دیگر لوگوں کا آزادی کے ساتھ عبور ہوا کریگا - اس کے لئے دونوں حکومتیں پروانہ راہداری دیا کرینگی - اور مال تجارت آزادی کے ساتھ آئے جائے گا ÷

(۱۱) روسی پارلیمنٹ تیار ہے - کہ ایرانی گورنمنٹ کے اتفاق رائے سے ایرانی مال تجارت کو لانے اور پہنچانے کے وسائل میں ہر امکانی سہولیت پیدا کرے -

(۱۲) روس ہر قسم کی مداخلت فوجی وغیرہ وغیرہ سے قطعی دست کش ہو جاوے۔

(۱۳) ایران کو حق دیا گیا ہے۔ کہ وہ تمام روسی علاقوں اور شہروں ترکستان اور صوبجات ماورائے بحیرہ خزر۔ خیوا۔ بخارا وغیرہ وغیرہ میں اپنی طرف سے کونسل مقرر کرے۔ روس اور ایران کے درمیان تازہ دور شروع ہوتا ہے۔ اس لئے حکومت روس دلی آرزومند ہے۔ کہ تین کروڑ ایرانی اپنی سابقہ تاریخی شان وشوکت کے ساتھ اپنے حقیقی تمدن و تہذیب میں جلوہ گر ہوں کیونکہ دراصل وہ اپنی قدامت کی وجہ سے تمام عالم کو مدنیت کیلئے منت پذیر بنائے ہوئے ہیں۔ اپنی مملکت سے وحشی اور لٹیروں کو نکال دیں۔ اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر اقوام عالم کی تہذیب یافتہ اور تہذیب　صف میں مساویانہ نوعیت کے ساتھ کھڑے ہو جاویں اور انسانیت کیلئے خاص کارنامے نمایاں عمل میں لائیں ؛

بالشویکوں اور ترکوں کا عہد نامہ

یہ عہد نامہ دسمبر ۱۹۲۰ء میں مرتب ہوا تھا۔ جس کے متعلق اخبار ڈیلی نیوز یوں رقمطراز ہے۔

اصرار اسلام اور بالشویکوں کا یہ فرض اولین ہوگا۔ کہ سلطنت عثمانیہ کی عظمت و شوکت برقرار و بحال کریں۔ اور وہ تمام علاقہ جات جنمیں ترک آباد ہیں۔ خلیفۃ المسلمین کے زیر فرمان لاویں۔ علاوہ بریں۔ عرب

اور شام پر بھی ترکوں کا اقتدار قائم کریں ٭

حکومت جمہوریہ روس و اسلام اس امر کا ذمہ لیتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک کو جس میں ہندوستان - ایران - الجیریا - مصر - مراکو وغیرہ شامل ہیں - غیر طاقتوں کی غلامی سے آزاد کر کے خود مختار اور زبردست حکومتیں قائم کر دی جاویں ٭

حکومت جمہوریہ روس اس امر کا ذمہ لیتی ہے - کہ روس میں جتنی اسلامی ریاستیں آباد ہیں - انہیں کامل اور مکمل آزادی دیدی جائیگی - علاوہ بریں غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی فوجوں کو روپے اور سامان سے ہر طرح امداد کی جائیگی - اور اصرار اسلام کو جس قدر فوجوں کی ضرورت ہو گی جمہوریہ حکومت ان کی بہم رسانی کا ذمہ لیتی ہے -

ماسکو میں ایک بین الاقوامی کانگرس

۳۰ جون ۱۹۲۰ء کو ماسکو کی بالشویک سویٹ بین الاقوامی مجلس کے اجلاس میں اطالوی - برطانوی - فرانسیسی اور دیگر اقوام کے نمائندے بھی شریک تھے - اس اجلاس میں بالاتفاق یہ قرارداد منظور ہوئی - کہ ایران - آرمینا اور ٹرکی باشندوں کے نام نسل انسانی کے مقدس اصول کا واسطہ دیکر ایک اعلان جاری کیا جاوے - اور ان ممالک کے کاشتکاروں اور مزدوروں کو دعوت دی جائے - کہ یکم ستمبر ۱۹۲۰ء کو ایک بہت بڑی کانفرنس میں بمقام باکو آکر شریک ہوں -

اہل ایران سے کہا گیا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو پہلے تو جاگیر دار لوٹتے رہے پھر انگلستان نے بیس لاکھ پونڈ دیکر بظاہر فارسی تیل کے چشموں کو لیکن حقیقت میں آپ کو خرید لیا۔

عراق عرب کے بسنے والوں کو جتلایا گیا ہے۔ کہ اسی ہزار گورے سپاہیوں نے آپ کے ملک میں لوٹ مار اور قتل کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔

اناطولیہ کے کسانوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ یورپین سرمایہ داروں نے آپ لوگوں کو بار برداری کے جانور بنا رکھا ہے۔

آرمینوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ آرمینیا کا قتل عام سلطان المعظم سے اقتصادی مراعات حاصل کرنے کا محض ایک یورپین بہانہ ہے۔ اور یورپ کی طاقتیں ہمیشہ اس مٹی کی آڑ میں شکار کھیلتی رہی ہیں۔ اب بھی ترکوں اور آرمینوں کو اسی لئے دست بہ گریبان رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہیں کہ کسی طرح اتحادی سرمایہ داروں کے لئے منافع کمانے کی کوئی صورت پیدا ہو جاوے۔ شامیوں پر یہ حقیقت منکشف کر دی جا چکی ہے۔ کہ دول متحدہ کے منافقانہ وعدوں پر نہ جائیں۔ ان کی حالت میں ان وعدوں سے بال برابر فرق نہیں آیا۔ فرق اگر ہے۔ تو صرف اس قدر ہے۔ کہ پہلے ان کے آقا ترک تھے۔ اور اب دول متحدہ۔

ان تمام ممالک کے کسانوں اور مزدوروں سے استدعا کیگئی ہے۔ کہ یورپ کے انقلاب پسند اور کامیونسٹ روس کی سرخ پوش فوج کے ساتھ شریک ہو کر مغربی سرمایہ داروں کو ناک چنے چبوائیں۔ اور اسی

بارہ میں ضروری تدابیر اختیار کرنے کیلئے باکو کا اجتماع عظیم بھی منعقد ہوگا۔ جس میں علاوہ یورپ کے ممالک کے نمائندگان کے ایشیائی ممالک افغانستان چین۔ ہندوستان۔ وسط ایشیا وغیرہ تمام ممالک کے نمائندے بھی شامل ہونگے

بالشویک اور ہندوستان

برمین کی بالشویک کانفرنس کے متعلق حالات لکھتے ہوئے ایشیا اور بالخصوص ہندوستان میں اپنے مقاصد کی تبلیغ و اشاعت کی جو اطلاع ہم پہنچائی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ باکو کے انگریز سپاہی ہیجا اور بھاڑے کے ٹٹو ہیں۔ ایشیا کے لاکھوں۔ بلکہ کروڑوں جنگجو ہماری امداد و اعانت پر آمادہ ہیں۔ انگریز لوگ اپنے دانت دکھا رہے ہیں۔ مگر ان میں لڑنے بھڑنے کی طاقت نہیں۔ ہم عنقریب ہندوستان میں ان کا جھگڑا فیصلہ کر دیں گے۔

ماسکو اور ترکستان کے ڈیپوٹیشنوں کو ترکستان کے مسلمانوں سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ اس طرح اشتراک اختیار کریں گے۔ مگر بہر حال یہ یقین ضروری ہے۔ کہ وہ ہمیں ہندوستان پہنچنے کیلئے پل کا کام ضرور دینگے آج شمالی ہندوستان اور افغانستان ہمارے خیالات سے بہت متاثر ہو رہے ہیں ۔

فروری ۱۹۲۰ء میں سمرقند میں جو کانگریس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں صرف افغانستان پامیر اور ہمالیہ کے ہی نمائندے موجود نہ تھے بلکہ ہندوستان کے اندرونی علاقے اور لنکا کے ڈیلیگیٹ بھی تھے ۔

اس کانفرنس کا نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ ہمیں تمام ہندوستان اور جنوبی ایران سے اتحاد اور اتفاق کی امیدیں بندھ گئی ہیں - اور ٹرکی - عرب اور مصر سے براہ راست تعلقات قائم کرنا آسان ہو گیا ہے - اس کانگرس میں گویا ممالک مشرق کے استقلال اور حریت کی ایک عظیم الشان انجمن کی بنیاد رکھی گئی ہے - اور منگولیا - چین اور پنجاب کی طرف سفیر بھیجے گئے ہیں

سمرقند میں بالشویک اصولوں کے پرچار کیوا سطے ایک مدرسہ قائم کیا گیا تھا - جس میں پچھلے سال کے آخری نو ماہ میں ساڑھے تین ہزار معلمین تیار کئے گئے تھے - جن میں سے ۹۳۰ ہندو ۶۰۴ تاجیک اور ۱۳۰۰ افغان ہیں - ہندوستان میں پرچار کیوا سطے صرف وہی لوگ بھیجے جاتے ہیں - جو بالشوزم پر پورا پورا ایمان لا چکے ہیں *

بالشویکوں کی آنکھیں ہر وقت ہندوستان پر لگی ہوئی ہیں - اور وہ لگاتار ہندوستان سے انگریزی حکومت کو نکالنے اور اپنے اصولوں کے پرچار کرنیکی کوشش میں لگے رہتے ہیں -

ذیل میں ایک فرمان جو بالشویک افواج ترکستان کے سپہ سالار نے دیا درج کرتے ہیں -

ترکستان کی بالشویک افواج نے مندرجہ ذیل پیغام پامیر کے کمانڈر انچیف کو روانہ کیا تھا :-

میری پامیری مہم کے بہادرو - تم ایک عظیم الشان مہم پر بھیجے جا رہے ہو - بالشویک جمہوریت کو تم سے امید ہے -

کہ تم افغانستان اور ہندوستان کی سرحدوں کو فراموش
نہیں کروگے - یہ دونوں ممالک ہمارے دوست ہیں کوہ
پامیر انقلابی روس سے غلام ہندوستان کو جدا کرتا ہے -
اے حریت اور آزادی کے علمبردارو ہمیں تم سے امید ہے
کہ تم سرخ جھنڈا دنیا کی سب سے بلند جگہ پر نصب کروگے۔
تم ان ہندوستانی سپوتوں کو جو برطانیہ کے غلامانہ طرز حکومت
کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں - اچھی طرح بتادوگے
کہ بالشویک روس کی ہمدردانہ امداد اب کچھ دور نہیں -
تم کو شمالی ہندوستان کے آزادی پسند قبائل سے دوستانہ
اتحاد قائم کرنا چاہیئے - تم اپنے قول اور فعل سے ان
کے دلوں میں ایک انقلابی مثال قائم کرو - اور والیان
ملک اور دولتمندوں کے قائم کردہ رعب کو انکے دلوں
سے دور کردو - خدا یورپ اور ایشیا کے انقلابی تحریک
کے بانیوں میں الفت اور پیار قائم رکھے -"
دستخط (سوکو سپہ سالار بالشویک افواج ترکستان)

بالشویک اور اسلام

مسلمانوں کی مجموعی تعداد اور تین چالیس کروڑ کے درمیان ہے -
جس کا بہت سا حصہ آجکل عیسائی حکومتوں کے ماتحت ہے اور عیسائی

لوگ ان پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ ہندوستان۔ مصر۔ ایران اور عراق انگلستان کے قبضہ میں ہیں۔ ترکستان۔ بخارا۔ اور تاتاری روس کے زیر سیادت ہیں۔ مراکش۔ ٹیونس اور الجیریا پر فرانس نے پنجے جمائے ہیں بلقان اٹلی کے زیر نگین ہے۔ گویا فرانس وغیرہ کے سایہ روحانی پر جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ان میں سے پانچ کروڑ تو صرف فرانس کی رعایا ہیں۔ اور پندرہ کروڑ برطانیہ سے وابستہ ہیں۔ پس غلامی کی زنجیروں سے تنگ آئے ہوئے مسلمان ہی اس وقت تیار ہو سکتے تھے۔ کہ اپنے اوپر جابر حکمرانوں کے زور کو گھٹائیں۔ اور کسی بڑھتی ہوئی طاقت کا دامن پکڑیں۔ چنانچہ بغیر کسی خاص کوشش کے ایرانی و تورانی ترکی و تاتاری سب ایک بگل پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور لینن سے رشتۂ اتحاد استوار کر لیا۔

پان اسلامک تحریک کو جس چیز نے ترقی دی وہ یورپ کی شہنشاہیت اور رویہ ہے۔ اس کے علاوہ ترکی کے حصے بخرے۔ خلیفہ اسلام کی اہانت کبھی نہ ایفا ہونے والے وعدے اور برطانیہ و فرانس کے دلوں میں پوری پوری صفائی نہ ہونا۔ یہ سب باتیں اس آگ میں ایندھن بنیں۔ جو مدت دراز سے صرف چند افراد کے دلوں میں موجود تھی۔ یورپین تہذیب و تمدن وہاں کی سیاسی چالیں ایسی نہ تھیں۔ جو اس عرصہ تک ہمسائگی کے باوجود سمجھ میں نہ آ جائیں۔ ان کے جور و ظلم سے رفتہ رفتہ تمام عالم اسلام بیدار ہو گیا اور انقلاب دار تقاء کے جذبات نے یوماً فیوماً ترقی کر کے قلب اسلام پر قبضہ کر لیا۔ ۱۹۱۹ء میں پہلی مرتبہ پان اسلام ازم کے حامیوں کی

ایک انجمن سنٹرل بیورڈ کے نام سے ماسکو میں کھولی گئی۔ اور اگست ۱۹۲۱ء میں بمقام باکو تمام ممالک اسلامی کے نمائندگان نے جمع ہو کر سوویٹ روس کی امداد کا وعدہ کیا۔ گویا جب انگریزوں اور فرانسیسیوں سے بالکل مایوسی ہو گئی۔ تو ان لوگوں نے دوسروں سے تعلقات پیدا کئے ٭

مصطفٰے کمال پاشا سے جب یہ نہ دیکھا گیا کہ اس کا محبوب ملک سمرنا اور اس کے زرخیز علاقہ جات یونانیوں کے ہاتھوں سے تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ تو بالآخر انہوں نے بھی فیصلہ کر لیا۔ اور برطانوی اقتدار کو اسلامی دنیا سے مٹانے کی قسم کھالی۔ اور اکتوبر ۱۹۲۰ء کو یہ اعلان کر دیا۔

"ہر ممکن امداد بالشویکوں کو دیجاویگی۔ اور اسلام اور مشرق کو قبضہ اغیار سے چھڑانے کی جان توڑ کوشش کی جاوے گی"

آج تمام دنیائے اسلام میں جہاں کہیں دیکھو مسلمان اپنے جابر حکمرانوں کے خلاف حالت جنگ میں ہیں۔ ترک سمرنا دسیلیشا وغیرہ میں اپنے دشمنوں کے برخلاف برسر پیکار ہیں شام اور عراق عرب اپنے جدید آقاؤں سے مخلصی حاصل کرنا چاہتے ہیں ہر ایک آزادی کیواسطے جدوجہد کر رہا ہے۔ اور ہندوستان کی صورت حالات بھی آہستہ آہستہ روز افزوں خطرے کی طرف جا رہی ہے۔

جو اصحاب ان ممالک میں سیاسیات کے سرکردہ رہنما ہیں۔ انہوں نے اپنے مطالبات جوش مذہبی کی بنا پر پیش نہیں کئے۔ اور نہ انہوں نے

یورپ میں اپنا کوئی وفد بھیجا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا۔ کہ اس وادی پر خار سے
اس طریق پر چھٹکارہ ناممکن ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سویٹ روس کی طرف
مائل ہو گئے۔ اور حکومت سویٹ نے بھی اس بین الاسلامی تحریک سے
بہرہ اندوز ہونے میں غفلت نہ کی۔ بالشویکوں نے مسلمانوں کو بالشویت
میں شامل کرنے کا ارادہ ۱۹۱۹ء میں ہی کر لیا تھا۔ اور انہی دنوں میں
جمہوریہ روس کی کمیونسٹ جماعت کی اسلامی انجمن کا مرکزی دفتر
ماسکو میں کھولا گیا تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ اقوام مشرقی کے ایک مرکزی
دفتر اشاعت کا کام دے اور کمیونزم کے زیر سایہ ان لوگوں کو بھی جو
مدت سے تکلیف و مصیبت کا شکار بن رہے ہیں۔ دنیا کے مظلوموں میں
لاکر شامل کرے۔

اس مقصد کے حصول کی تجویز یہ کی گئی کہ فی الفور تمام اقوام ایشیائی
متفق و متحد ہوکر برطانوی حکومت کے خلاف کاروائی شروع کر دیں۔
اس دفتر نے ستمبر ۱۹۲۰ء میں تمام ممالک اسلامی کے نمائندوں کو باکو میں
مجتمع کیا۔ اور ان سے وعدہ کیا کہ بالشویکوں کی حکومت انہیں جدوجہد آزادی
میں ہر قسم کی امداد دینے کو تیار ہے۔

بالآخر جب ترکان احرار کے سردار غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی
غیرت اسلامی نے گوارہ نہ کیا کہ قوم کی آزادی کو اپنی آنکھوں کے سامنے
خاک میں ملتے دیکھیں۔ یا اپنے ملک کے بہترین اور نفیس حصوں کو یونانیوں
کے حوالے کرنے پر رضامند ہو جاویں۔ تو غازی ممدوح نے روس کے ساتھ

سلسلہ اتحاد پیدا کیا اور دنیا اسلام میں انگریزوں کے خلاف تبلیغ و اشاعت کے کاروبار کی سرورداہی اور رہنمائی اپنے ذمہ لی۔

اکتوبر ۱۹۲۰ء میں جمعیت حریت اسلام کی مجلس کا ایک اجلاس غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی زیر صدارت بمقام انگورہ منعقد ہوا تھا جس میں اتحاد ترکی بین الاسلامی مسلح تحریک اور بالشویکوں اور مسلمانوں کے تعلقات اور مسائل پر غور و خوض کیا گیا۔

اس جلسے میں غازی موصوف نے ملت ترکی اور ترکی کے نام ایک اعلان شائع کیا۔ جس میں آپ نے اقرار کیا۔ کہ میں اسلام اور ایشیا کو اتحادیوں کے پنجہ سے بچانے کیلئے اپنا پورا پورا اثر و اقتدار کام میں لاؤنگا۔ اس اعلان میں یہ جتا دیا گیا تھا۔ کہ مشرق کی تمام مذہبی کوششیں اور تحریکات اصرار کی تحریکات قومی کے ساتھ بالشویکوں کی اعانت و حمایت شامل حال ہے۔

سوویٹ

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ سوویٹ حکومت کا اصول سال یا دو سال ہوئے روس کے انقلاب پسندوں کی ایجاد ہے۔ مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔ سوویٹ۔ سروی۔ اور روسی زبان کا لفظ ہے۔ سرویا کے انقلاب پسندوں نے پہلی سوویٹ گورنمنٹ ۱۸۰۵ء میں قائم کی تھی۔ سوویٹ کے معنی ہیں کونسل یعنی مجلس۔ سوویٹ کا ابتدائی انتظام دیہاتی پنچائتوں سے ملتا جلتا تھا پنچایت کو دارالحکومت کی مرکزی سوویٹ میں ایک منتخب نمائندہ بھیجنے کا حق حاصل

تھا۔ ابتدا میں مرکزی سویٹ کو پورے اختیار حاصل تھے۔لیکن رفتہ رفتہ مقامی سویٹوں نے اپنے اختیار اور اقتدار کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور مرکزی حکومت برائے نام رہ گئی۔ بادشاہ اور گورنر آئے اور چلے گئے۔ لیکن سرویا پر کسانوں۔مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسلیں حکومت کرتی رہیں۔ روس میں موجودہ بالشویک نظام ترکیبی ان کونسلوں پر مبنی ہے۔

کارا جارج نامی ایک انپڑھ کسان سویٹ نظام کا بانی اور زبردست حامی قرار دیا جاتا ہے۔لیکن بعد میں کارا جارج جو اپنے جابرانہ طریق عمل پر سیاہ جارج مشہور ہوگیا۔ اور ایک آزاد اور خودمختار حاکم بن بیٹھا۔ سرویا کا حکمران شاہ پیٹر جارج وہ اسی انپڑھ کسان کا پوتا ہے۔

ہندوستان کی دیہاتی زندگی میں ہزارہا سال تک سویٹ یعنی پنچائتی حکومت کا ایک نہایت سادہ اور دلاویز نظام قائم رہا۔ مگر جب انگریزی حکومت کا دور شروع ہوا تو اس حیرت انگیز نظام کا خاتمہ ہوگیا۔

سوشلزم یا بالشوزم کی جڑ

سترھویں صدی کے ان انقلابات حکومت نے جو انگلستان میں ۱۶۴۹ء اور ۱۶۸۸ء کے مابین ہوئے۔ آئینی و جمہوری حکومت کی وہ نئی راہیں نکالیں۔جن کے وسیلے سے اہل مغرب نے اٹھارھویں صدی میں انقلاب فرانس اور امریکن جنگ آزادی کی مختلف منزلیں طے کر کے

انیسویں صدی کے اختتام تک آئین و طریق حکومت کو اس حد تک بدل ڈالا کہ تمام یورپ اور امریکہ میں جمہوری حکومت کا دور دورہ ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوت و اقتدار حکومت رؤسا کے اعلیٰ طبقہ کے ہاتھ سے نکلکر متوسط درجہ کے لوگوں کے ہاتھوں میں آگیا اور صرف یہی نہیں بلکہ جہانتک رائے دینے کا تعلق ہے۔ عوام الناس کو اس وقت تمام مغربی ممالک میں ووٹ دینے اور حکومت پر اپنا کافی اثر ڈالنے کا موقع حاصل ہے۔ اور اس امر سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی۔ کہ اصلی قوت و اقتدار حکومت متوسط درجہ کے لوگوں میں ابھی تک محدود ہے۔ اور یہ بھی امر واقعی ہے۔ کہ اس جمہوری طرز حکومت اور دنیا کی ترقی مال و دولت نے جہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کے عوام الناس کا تعلق ہے۔ ان کی جسمانی یا اخلاقی حالت کو بہت کم فائدہ پہنچایا ہے۔ اور وہ اب بھی اس قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ جس میں کہ پیشتر تھے۔ انیسویں صدی کے وسط میں درحالیکہ سیاسی اور اقتصادی انقلابات کے اثرات کافی ظاہر ہوچکے تھے۔ جب عوام الناس نے یہ محسوس کیا۔ کہ ان سے ان کی حالت میں کچھ زیادہ فرق یا بہتری نمایاں نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ہوتی نظر آتی ہے۔ تو لازمی طور سے انمیں بے اطمینانی اور وحشت پیدا ہونے لگی۔ اور اعلیٰ اور متوسط طبقوں کے خلاف نفرت اور حقارت کے جذبات پھیلنے شروع ہوگئے۔ رفتہ رفتہ جن خیالات۔ جذبات اصولوں اور طریقوں نے باقاعدہ اور مستقل صورت اختیار کرلی۔ اور عوام الناس کے دلوں کو مسخر کرکے ان پر اپنا پورا سکہ جما لیا۔ آجکل ان کو

سوشلزم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سوشلزم کو اگر اس کے وسیع معنوں میں استعمال کیا جاوے تو اس کا اطلاق ہر اس تحریک پر ہو سکتا ہے۔ جس کا مدعا و مقصد یہ ہو کہ حکومت اور سوسائٹی کو ایسے سانچوں میں ڈھالا جاوے جس سے تمام زر و زمین و مال و اسباب کا تمام رعیت یا افراد قوم میں بلا کسی تمیز و تفریق کے برابر برابر تقسیم کرنا ممکن اور لابدی ہو۔ مختصر طور پر سوشلزم کی غرض یہ ہے۔ کہ امیر و غریب کی موجودہ تفریق مٹا دیجائے۔ اور قوم و ملک کا تمام زر و مال برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے۔ تمام زر و زمین بجائے انفرادی ملکیت ہونے کے حکومت کی ملکیت قرار دی جاوے۔ اس واسطے اس کو کلکٹو ازم کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ تمام صنعت و حرفت اور تجارت پر حکومت کا قبضہ ہو اور حکومت ہی تمام اشیاء اور ملک کی تقسیم حصہ رسدی سب لوگوں میں کیا کرے یعنی ہر شخص کو اس کی محنت اور مزدوری کے مطابق معاوضہ دیا جاوے معاوضہ ضروریات زندگی یا استعمالی چیزوں کی شکل میں دیا جایا کرے نہ کہ زر و زمین کی شکل میں۔ تاکہ اس سے کوئی شخص روپیہ پیدا کر کے یا تجارت کر کے پھر اپنے مال و دولت میں اضافہ کر کے دوسروں پر سبقت نہ لے جا سکے۔

جائداد یا ترکہ چھوڑنے کا حق بھی باقی نہ رہے۔ بجز اس کہ آرام و آسائش کا صرف ایسا سامان کہ جس سے مال و دولت میں کسی قسم کا

اضافہ نہ ہو سکتا ہو۔

سوشلزم کی تحریک نے موجودہ زمانہ میں کئی مختلف صورتیں اختیار کی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کو مختلف نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اوّل سٹیٹ سوشلزم

دوم کلیکٹوازم سوم سنڈیکلزم چہارم کامیونزم

ان میں سے سٹیٹ سوشلزم کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ دنیا کی بڑھتی ہوئی دولت میں جس پر اس وقت تک سرمایہ دار اور امرا قابض ہیں۔ اور جس سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مزدور پیشہ اور ادنےٰ درجہ کے عوام الناس بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ اور وہ بھی اپنا حصّہ بنا سکیں۔ اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ سرمایہ داروں یا امرا کے وجود کو ہی قطعی مٹا دیا جاوے۔ اور سب کو یکساں حالت پر لایا جاوے سٹیٹ سوشلزم ذاتی ملکیت اور واحد جائداد کے قائم رکھنے کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی یہ سب زر و زمین صنعت و حرفت اور تجارت کو حکومت کے قبضہ میں دینے اور منافع کی حصّہ رسدی کئے جانے کے موافق ہے۔ سٹیٹ سوشلزم رائے عامہ اور قوانین سلطنت کے ذریعے بتدریج ایسی تبدیلیاں چاہتا ہے۔ جن سے کہ عوام الناس کی موجودہ مالی و اخلاقی حالت بہتر ہو سکے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ سرمایہ داروں اور امرا پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگائے جاویں اور غربا اور عوام الناس کی حالت اس سے بہتر بنائی جاوے ؂

چنانچہ انگلینڈ کی رائے عامہ اور وہاں کے جدید قوانین وآئین کا رجحان فی زمانہ اسی جانب ہے۔ بڑھاپے کی پنشن اور بیماری یا اتفاقیہ موت کا بیمہ کا قانون آٹھ گھنٹہ یومیہ سے زیادہ کام نہ کرنے کا مطالبہ اور کم از کم اجرت یا مزدوری مقرر کئے جانے کا سوال بچوں کی تعلیم اور پرورش حکومت کے ذمے کئے جانے کا مسئلہ و دیگر بہت سے ایسے مسائل جو اس وقت اہل برطانیہ کے سامنے پیش ہیں۔ جنہیں سے بعض حل ہو چکے اور بعض زیرغور ہیں۔ اس امر کے ثبوت اور مثالیں ہیں کہ سٹیٹ سوشلزم کا اثر انگلستان کی حکومت پر کیا کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن روس اور جرمنی کے سوشلسٹ اس قسم کے سوشلزم کو دھوکا اور فریب خیال کرتے ہیں۔ اور اس کو سوشلزم کے زمرہ سے خارج سمجھتے ہیں۔ ان کی رائے میں سوشلزم کی اصلی شکل وہی ہے۔ جس کو دوسرے الفاظ میں کلکٹولزم کہتے ہیں۔ اور جس کی تعریف اوپر کی جا چکی ہے۔ اس تحریک کے حامی بھی دو فریقوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ یعنی نرم اور گرم فریق جن میں سے ایک فریق کا خیال ہے۔ کہ جو تبدیلیاں وہ چاہتے ہیں۔ وہ تدریج ہوتی جاویں۔ اور اسکے لیئے پرامن جدوجہد کرنا ہی واجب ہے۔ لیکن دوسرا فریق انقلاب پسند اور شورش اور خونریزی کو ہی کامیابی کی کنجی قرار دیتا ہے۔

اول الذکر فریق کو ریوولیوشنری ماڈریٹ　　اور دوسرے کو ریوولیوشنری سوشلسٹ　　کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔

اسی ریوولیوشنری سوشلسٹ فرقہ نے روس میں بالشویک نام پایا

صورت اختیار کر لی ہے۔ سنڈیکلزم کے اغراض و مقاصد بھی کلکٹوزم سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ مگر ان کے طریق عمل میں فرق ہے۔ مثلاً سنڈیکلسٹ کا خیال ہے۔ کہ تمام صنعتیں اور حرفتیں بجائے حکومت کے قبضہ میں رہنے کے مختلف پیشہ وروں کے خود قبضہ اور اختیار میں ہی رہنی چاہئیں۔ اور ہر پیشہ ور اپنے اپنے بارہ میں سیاہ سفید کا مالک ہونا چاہئے۔ اور انکا ہتھیار صرف سٹرائک یا ہڑتال ہی ہو۔ وہ کسی اور طرز عمل کے قائل نہیں۔ کامیونزم کی پرواز ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ مساوات اور حریت کی دھن میں نہ صرف ذاتی ملکیت اور جائداد کے حقوق کا ہی دشمن ہے۔ بلکہ خود حکومت کے آئین رواج کو بھی جڑ سے اکھاڑ ڈالنا چاہتا ہے۔ ان کا خیال ہے۔ دنیا بھر میں کوئی کسی پر حکومت کرنے کا مجاز ہی نہیں ہے

یوں تو حریت اور مساوات کے وہ خیالات و جذبات جو سوشلزم کی تہ میں پائے جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی شکل میں کم و بیش تقریباً ہر ملک و زمانہ میں ایک وقت رائج رہے ہیں۔ لیکن اس قسم کی سوشلزم جس نے آج نہایت طاقتور اور عالمگیر تحریک کی صورت اختیار کر لی ہے۔ یورپی تہذیب و تمدن کا ہی ثمر ہے۔ پہلے پہل ان خیالات کی اشاعت فرانس کے نامی فلاسفر روسیلو نے اپنی مشہور کتاب سوشل کنٹریکٹ کے ذریعے سے کی تھی۔ اور انقلاب فرانس کے زمانہ میں ان خیالات کا کافی چرچہ تھا۔ لیکن جدید سوشلزم کا بانی فرانس کا ایک مشہور فلاسفر سائمن مانا جاتا ہے۔

سائمن نے انقلاب فرانس کے دوسرے دور یعنی ۱۷۹۳ء میں پہلی

مرتبہ اپنے فلسفہ کو ایک تحریک کی شکل میں فروغ دینا چاہا۔ لیکن زمانہ کی آب وہوا نے موافقت نہ کی۔ اور سوشلزم کی جیتی جاگتی تحریک کی شکل میں فروغ دینے کا سہرا جرمن فلاسفر مارکس کے سر بندھا۔ مارکس کی تحریک سوشلزم کا ذکر ہم نے ایک علیحدہ باب میں کیا ہے۔ کمیونزم اور اس کے فلسفہ کا موجد مارکس کو ہی کہنا چاہیئے۔ کامیونزم کا معیار پہلے پہل پوکاش نامی روسی فلاسفر نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اس کے اصولوں کی اشاعت زیادہ تر ایک دوسرے روسی نامور پرنس کروپاٹکن نے کی ؎

سینٹ سوشلزم کا اثر انگلستان کے باہر بہت کم ہے۔ کمیونزم کا سکہ زیادہ جرمنی اور روس پر بیٹھا ہوا ہے۔ سنڈیکلزم نے فرانس اور امریکہ میں کافی زور باندھ رکھا ہے۔ کامیونزم نے بحیثیت معیار یا فلسفہ دنیا میں کافی شہرت حاصل کرلی ہے۔ اور اس کے پیرو کار بھی خال خال سب ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ (خاصکر روس میں) لیکن بہ حیثیت زندہ تحریک کے اس نے اپنا تسلط کسی خاص ملک یا قوم پر نہیں جمایا ؎

روس کے مشہور اور نامور رشی کونٹ ٹالسٹائی نے روس میں سوشلزم کو عملی جامہ پہنایا۔ یہ شخص پرامن طریق سے ساری عمر اسی دھن میں لگا رہا۔ اور جہاں تک ممکن تھا اپنے نصب العین کے اظہار میں اس نے کبھی تذبذب کو موقع نہ دیا۔ زار روس کے جوروظلم کے زمانہ میں بھی اس کی آواز اظہار حق کے واسطے دھیمی نہ پڑی اور اس نے عمر بھر میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی۔ روس کی موجودہ بالشویک

تحریک کو اس نے ہی روس میں فروغ دیا تھا۔ کاونٹ ٹالسٹائی اس تحریک کو پر امن اور عدم تشدد کے طریق پر فروغ دینا چاہتا تھا۔ مگر اس کے جانشین لینن نے اس کو دوسرے رنگ میں بدل دیا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی کی پیشین گوئی

کونٹ ٹالسٹائی نے ۱۹۱۰ء میں ایک پیشین گوئی کی تھی۔ جس کو پڑھ کر روس کے شہنشاہ بہت گھبرا گئے تھے۔ اور برسوں وہ اس کے کاغذات کو اپنے خفیہ صندوق میں رکھے رہے۔ ٹالسٹائی کو جنگ کے شعلے پہلے ہی نظر آ گئے تھے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ اس جنگ عظیم کا انجام یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں ایک جدید نظام قائم ہو جاویگا۔ نہ کوئی سلطنت رہیگی اور نہ بادشاہ بلکہ متحدہ ریاستوں کی ایک جماعت بن جائیگی۔ اور چار بڑی بڑی نسلیں زندہ رہیں گی۔ یعنی انگلو سیکسن لاطینی سلافی اور منگولی مجھے مذہبی اعتقادات میں بھی تغیر ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ چرچ یعنی عیسائیت کے موجودہ نظام کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ مذہبی اعتقادات رخصت ہو جاینگے اور انسانوں میں کوئی مذہبی آدمی باقی نہ رہے گا۔ تب ایک شخص ۱۹۲۹ء میں نمودار ہوگا۔ جو ایک جدید مذہب کی بنیاد رکھے گا۔ وہ انسانی زندگی کی جملہ باتوں کو نئی کھیتی میں پھیلا کر روحانیت کی ایک جدید طاقت پیدا کرے گا۔ یہ شخص منگولی آرین نسل سے ہے۔ اور وہ دنیا میں موجود ہے۔ اور اسے ابھی تک یہ خبر نہیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس کا درجہ کیا ہے۔

بالشویک لیڈر لینن کے خیالات جرمنی اور انقلاب کے متعلق

مسٹر لینن نے ایک موقع پر بیان کیا کہ ہمارا یہ روسی انقلاب ایک عالمگیر انقلاب کا پہلا زینہ ہے۔ مغربی یورپ میں انقلاب پیدا کرنے کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے ہمیں فرانس اور برطانیہ پر حملہ کرنا لازمی ہوگا۔ اور یہ حملہ اس طرح کیا جائے گا۔ کہ فرانس پر شمالی افریقہ میں دانشمندانہ پراپیگنڈا پھیلایا جائیگا۔ اور برطانیہ پر ہندوستان میں انہی اصولوں کے پرچار کے وسیلہ سے حملہ کیا جاوے گا۔ ہم پہلے ہی ان دونوں طریقوں پر زور شور سے عمل کر رہے ہیں۔ اور ہماری کامیابی کل دنیا کو ہمارے قدموں پر لا ڈالے گی ہمارے اصول ہر جگہ دنیا میں پھیل جائیں گے اور اتحادیوں کی حکومت کی بجائے کل دنیا میں بھی بالشویک طرز کی حکومت پھیل جائے گی۔

پولینڈ کا آزاد اور خود مختار رہنا ہمارے لئے خطرناک ہے کیونکہ وہاں سے دشمن ہمیں ضرب لگا سکتا ہے۔ اسی طرح جنوبی روس میں بھی غیر بالشویکی حکومت ہمارے لئے مضر ہے۔

لہذا پہلے ہمیں رنیکل کو کچلنا چاہئیے۔ لیکن پولینڈ کی آزادی ایک طرح ہمارے واسطے مفید بھی ہے۔ کیونکہ جب پولینڈ آزاد ہے۔ اہل جرمن ہمارے طرفدار رہیں گے۔ کیونکہ وہ پولینڈ سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اس کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم جرمنوں کو کبھی پسند نہیں کرتے۔ مگر

ہمیں مطلب نکالنا چاہیئے۔ اگرچہ جنگ میں ان کو شکست ہوگئی ہے۔ مگر پھر بھی وہ ہمارے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ جرمن کی طرف سے معاہدے مجہول مقاومت اور یورپ میں خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں نے ہمارے کارکنوں کے کام میں انقلاب کیلئے نہایت ہی مناسب حال صورت پیدا کردی ہے ؛

اٹلی میں ہم جب چاہیں انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ مگر وہاں بھی جرمنی نے اپنے بنکوں اور تجارتی نظام کے ذریعے جو اثر پیدا کر لیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کیواسطے جرمنی سے ملکر ہی کام کرنا پڑے گا۔ ہمارے قدرتی دوست ہونے کے علاوہ جرمن ضرورت کے دوست بھی ہیں۔ کیونکہ ان کی جیت اسی میں ہے۔ کہ ابتری اور شورش سے جو گڑبڑ پیدا ہو اس سے فائدہ اٹھا کر وہ معاہدہ صلح کی تعزیری شرائط کی پابندی سے بچ جاویں۔

لہذا فی الحال دونوں کے مفاد متحد ہیں۔ لیکن جب موجودہ نظام یورپ تباہ ہوکر نیا قائم ہونے لگیگا۔ اور سوال پیدا ہوگا۔ کہ جرمنی کی ریاستوں کی حکومت ہو یا بالشویکی طرز کی۔ اس وقت اور صرف اسی وقت جرمنی ہمارے دشمن بن جائیں گے ؛

اس صاف گوئی کے ہم بھی قائل ہیں۔ کہ کوئی دھوکے میں نہ رہے۔ اور جس کے برخلاف جو منصوبہ ہو وہ اس کو معلوم ہو جاوے اور اگر کسی سے اس کا تدارک ہو سکتا ہو تو کرے۔ کیونکہ بالشوزم دنیا

سے ریا کاری کو نابود کرنا چاہتا ہے"۔

بالشویک لیڈروں کے فرائض

جون ۱۹۲۱ء میں کمیونسٹ پارٹی کی کونسل کے سامنے بالشویک کام کی رپورٹ جو پیش کی گئی۔ اس میں یہ صاف ذکر تھا۔ کہ بالشویک دنیا کو الٹ دینا چاہتے ہیں۔ اور ایک انقلاب عظیم پیدا کرنیکی تیاری میں مشغول ہیں۔ چنانچہ مختلف لیڈروں کے سپرد مختلف کام کر دئے گئے ہیں۔

لینن کا کام تھا۔ کہ وہ پارٹی کے اندرونی حالت میں سکون قائم رکھے۔ اور ان لوگوں کے شکوک رفع کرے۔ جو خارجی معاہدوں سے گھبراتے ہیں۔ اور دیگر اقوام کو مراعات دینے سے پریشان ہوتے ہیں۔

چچرن کا یہ کام ہوگا کہ وہ غیر ممالک کے دیہاتی باشندوں سے تعلقات قائم کرے اور ان کو یقین دلائے کہ ان کے اندرونی معاملات میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جاویگی۔

ذینوف کا یہ فرض ہوگا۔ کہ تمام دنیا میں انقلاب پیدا کرنیکی غرض سے سٹاف تیار کرے۔ اور یورپ کے نچلے طبقہ کے لوگوں کو انقلاب پیدا کرنیکی تدابیر سکھلائے۔ اور دیگر ممالک کی سوشلسٹ جماعتوں پر بھی پوری پوری نگاہ رکھے۔ ٹائمس آف انڈیا۔

بالشویک اشاعتی ٹرینیں

بالشویکوں نے روس اور ارد گرد کے علاقوں میں اپنے اصولوں کا پرچار کرنے کیواسطے اشاعتی ٹرینوں کا اجرا کیا ہے۔ اور اس مطلب کے واسطے سویٹ نے کئی پراپیگنڈا ٹرین گاڑیاں جاری کر رکھی ہیں۔ جن میں ایک ٹرین کا نام ایڈوالنس ہے۔ جو ترکستان میں پرچار کا کام کرتی ہے۔ روسی "اخبار نویس اور رینف اخبار ماسکو ایسوسٹیا" میں ایک اشاعتی ٹرین میں کام کرتا ہے۔ جس کا نام لینن ہے۔ اور اس نے روس میں پینتیس ہزار میل کا سفر کر کے دیکھا ہے۔ اس ٹرین میں پندرہ گاڑیاں ہیں۔ ان ٹرینوں کی بیرونی دیواروں پر نہایت تیز اور خوشنما رنگ بھرے ہوتے ہیں۔ اور ان پڑھ لوگ ان کی بیرونی غیر معمولی صورت کو دیکھ کر جب وہ پاس سے گذرتی ہے تو زمین پر لیٹ کر ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ ان گاڑیوں میں بائسکوپ۔ بے تار برقی کے خبر رسانی کے آلات اور چھاپے خانے ہوتے ہیں۔ لاکھوں پمفلٹ بڑے بڑے پوسٹر اور پرچارکوں کا دستہ بھی اس ٹرین میں رہتا ہے جو مختلف مضامین پر لیکچر دیتا۔ اور پوسٹر چسپاں کرنا۔ اور پمفلٹ تقسیم کرتا ہے۔ اس ٹرین نے ایک محدود سی میعاد میں چھ ہزار لیکچر دئے ہیں۔ بالشویکوں کو اس اشاعت سے اس قدر کامیابی ہوئی ہے کہ اور ٹرینیں بنانے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ کمیونسٹ اور ریڈ آرمی نامی

ٹرینیں تیار کر کے سائبیریا روانہ کی گئی ہیں۔ اور اسی طرح پانچ سپیشل ٹرینیں علاقہ یوکرین میں کام کرنے کے واسطے تیار کی گئی ہیں۔ بالشویک اپنے خیالات کا پرچار نہایت سرگرمی اور مستعدی سے کر رہے ہیں۔ اور یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔ وہ اپنی کامیابی لوگوں کے جسموں کو قابو کرنے میں نہیں خیال کرتے۔ بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو تسخیر کر کے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔ اسی واسطے اپنے اصولوں کے پرچار میں اس قدر کوشش سے مصروف ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ جب ایک دفعہ ایک آدمی ان اصولوں کو سمجھ لے گا۔ تو پھر وہ ہمیشہ انہیں کا ہو جائے گا:

بالشویکوں کے متعلق ایک انگریز سیاح کی رائے

مسٹر بریلسفورڈ نے جو ایک مشہور انگریزی سیاح اور مورخ ہیں۔ اور روس میں دورہ کر کے بالشویکوں کے حالات بچشم خود دیکھ آئے ہیں۔ ان کا بیان جو ایک مضمون کی صورت میں انہوں نے ایک ولائتی اخبار میں شائع کیا ہے۔ حسب ذیل ہے:-

"بالشویکوں کا فرقہ جو کمیونسٹ کے نام سے بدنام ہے ان لوگوں کے متعلق مذہبی اور اخلاقی طور سے طرح طرح کی بدگمانیاں دنیا میں پھیلائی جا رہی ہیں لیکن کمیونسٹ بجائے ایک پولیٹیکل گروہ کے حقیقت میں ایک مذہبی جماعت ہے۔ جس کی تعداد اس وقت چھ لاکھ کے قریب ہو گی۔

جو شخص اس میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ اسے باقاعدہ
ایک نصاب تعلیم مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر ایک امتحان
کے بعد اسے حلقہ میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور سوشلزم
کے کسی قانون کی خلاف ورزی علیحدگی کی مرادف سمجھی
جاتی ہے ۔مے نوشی اور تاش ہلاکت کا باعث ہو سکتی
ہے۔ ناچنا بھی ان کے ہاں ممنوع ہے۔ تمباکو نوشی سے
بھی اجتناب کی تلقین کی جاتی ہے ۔ سب سے زیادہ
ناقابل معافی گناہ کسی فائدہ بخش کاروبار میں (جو ذاتی غرض
کے واسطے کیا جاوے) لگنا سمجھا جاتا ہے۔ گویا بندہ زر
ہونے سے پرہیز۔ کبھی کبھی توبہ اور معافی کا دروازہ
بھی کھلتا ہے۔ فرد جرائم پر دوبارہ نظر کی جاتی ہے
اور اہل اقرار کی برخاستگی اور علیحدگی عمل میں آجاتی
ہے۔ بالبعضوں کے خفیف جرائم کو توبہ کرنے اور معافی
مانگنے پر معاف بھی کر دیا جاتا ہے ۔"

باکو کانفرنس

ستمبر ۱۹۲۰ء میں تمام بالشویکوں کی ایک عظیم کانگرس
باکو میں منعقد ہوئی۔ جس میں ایشیا کے تمام ممالک کے نمائندے
بھی شامل ہوئے۔ ایران - افغانستان - تاتار - ہندوستان چین

وسط ایشیا وغیرہ کے علاوہ امریکہ کے نمائندے بھی شامل ہوئے اور دنیا کو غلامی سے بچانے اور آزادی دلانے کے مسائل پر دھواں دھار بحث مباحثے اور تقریریں ہوئیں۔ہندوستان کے آزاد خیال لوگوں نے بھی اپنے ملک کو غلامی سے آزاد کرنے کے مسائل پر نہایت آزادانہ طور سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔گویا دنیا کے آزاد باشندوں کی یہ عظیم ترین کانگرس تھی۔جو اس بیسویں صدی میں منعقد ہوئی ۔

غازی انور پاشا نمائندہ ٹرکی نے ایک نہایت ہی گرم اور پُرجوش تقریر کی۔جس کا اختصار ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے ۔

"میرے ایشیائی اور روسی بھائیو میں خدا کے بندوں میں سے ایک ناچیز اور ناکارہ انسان ہوں۔ایک وہ وقت تھا۔جب لوگ مجھے برا بھلا کہتے تھے ۔جن میں سے اب ہر ایک میری تعریف کے راگ الاپ رہا ہے۔میری زندگی خدائے پاک اور قدوس کے قبضہ قدرت میں ہے میں اپنے آپ یا اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر رہا ہوں وہ جیسا چاہتا ہے ۔ مجھ سے کام لے لیتا ہے۔طرابلس کی جنگ میں میں بحیثیت ایک سپاہی کے شریک ہوا تھا۔مگر اس کے بعد جنگ کا بدستور سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہم نے اپنی طرف سے حتے الوسع پوری کوشش کی۔

اور انشاء اللہ تعالےٰ ہمیشہ کوشش کرتے رہیں گے لیکن قادر مطلق کی بارگاہ عالی میں جو سب کی بہتری کرتا ہے۔ دُعا کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہمیں تمام مصائب اور تکالیف کے برداشت کرنے کی ہمت دے میری حالت اس وقت بعینہٖ ہی ایسی ہے۔ جیسی کہ اس جہاز کی جو ٹوٹ کر پانی کی سطح پر تیر رہا ہو۔ مجھے چند ماہ مقید رہنا پڑا۔ لیکن یہ ایک الگ داستان ہے۔ میرے خاندان کے لوگ آج کل برلن میں ہیں۔ اور میں تنہا ہمیشہ جنگ میں مصروف ہوں جب کبھی مجھے سانس لینے کی مہلت بھی ملتی ہے۔ تو میں اسلام اور اپنے ملک کے مستقبل پر غور کرتا ہوں۔ ہم لوگ یہاں اپنے اپنے ملک کی آزادی کے وسائل سوچنے اور اس کو قائم رکھنے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں الگ الگ ممالک کی آزادی حاصل کرنے کی خاطر ہمیں مرٹنا چاہئیے۔ بغیر قربانی کے آزادی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آج سے اپنے دلوں کے ساتھ عہد کر لو۔ کہ یا تو آزاد ہو کر رہیں گے یا پیاری آزادی کی خاطر جان پر کھیل جاویں گے۔ مگر غلامی کی زندگی ہرگز ہرگز برداشت نہ کریں گے۔ دنیا میں آزادی سے بڑھکر اور کوئی عزیز اور خوش کن

شے ہو ہی نہیں سکتی۔ ہم نے دنیا کی آزادی کا عہد کیا ہے۔ اس لئے ہر ممکن کوشش سے اس کو پورا کرینگے"

بالشویکوں کی عدالتیں

بالشویک گورنمنٹ کا قانون انصاف یورپ کے دیگر ممالک سے بالکل جدا اور مختلف ہے۔ تمام ملک میں عام عدالتوں اور غیر معمولی عدالتوں کا ایک وسیع نظام قائم ہے۔ حکومت کے قدیم دور میں رعایا بمنزلہ نوکر کے سمجھی جاتی تھی۔ لیکن بالشویک گورنمنٹ نے اس کے تمام باشندوں کو ایک آزاد کنبہ قرار دیا ہے کہ جس میں بچوں کی تعلیم کا بار حکومت نے اٹھا رکھا ہے پہلے زمین ایک جائداد تھی۔ جس سے اُمراء ورؤسا فائدہ اٹھاتے تھے۔ لیکن اب زمین کی پیداوار کام کرنے والی جماعتوں کا حق سمجھی جاتی ہے۔ حکومت کے جدید انتظام کا سب سے عجیب وغریب پہلو یہ ہے۔ کہ ججوں کا تقرر مقامی سویٹ کونسلوں کی متفقہ رائے سے عمل میں آتا ہے۔ کونسلوں کو اختیار ہے۔ کہ وہ جب چاہیں۔ جج کو اپنے عہدہ سے معزول یا برطرف کردیں۔ یہ جج مجرموں کو چھوڑنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

ججوں کی امداد کے لئے اسیسروں کا انتخاب بھی مزدوری پیشہ انجمنوں کے اختیار میں ہے۔ مجرموں کی سزا صرف قید یا جرمانہ تک ہی محدود نہیں۔ مجرم کی ایک سزا یہ بھی ہے۔ کہ پبلک اس کے خیال پر

بیزاری اور نفرت کا اظہار کرے - اور اسے کسی خاص کام کرنے پر مجبور کیا جاوے - گورنمنٹ اور ملزم کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کا حق ہر اس شہری کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت حاصل ہے - جو فوجداری مقدمہ میں سزا یافتہ نہیں ہے - اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا - کہ روس میں وکیلوں یا قانون پیشہ کی کوئی جماعت نہیں ہے - دیوانی اور فوجداری مقدمات ایک ہی حالت میں دائر کئے جاتے ہیں - روس کی سوویٹ حکومت اپنی رپورٹ ۱۹۱۸ء میں جو اس نے اپنے عدالتی نظام کے متعلق شائع کی ہے - یہ دعوے کیا گیا ہے - کہ لوگوں کی عدالتیں لوگوں کے انصاف کا معبد ہیں - اور محکمہ عدالت سچائی اور قانون کا مرکز ہے - ۱۹۱۹ء کی پہلی سہ ماہی میں اکاسٹھ ہزار ایک اٹھائیس اشخاص کو سزائیں دی گئیں - اور پینتیس فیصدی مجرموں کو آزادی سے محروم کیا گیا - آٹھ فیصدی کو بغیر قید کے سرکاری کام پر لگایا گیا - چالیس فیصدی کو جرمانہ کیا گیا - چھ فیصدی کو اعلانیہ ملامت کی گئی - چار فیصدی کے لئے اور سزائیں تجویز کی گئیں ۔

لوگوں کی عدالتوں کے علاوہ انقلابی عدالتیں قائم کی گئی ہیں جنہیں ان لوگوں کو سزا دینے کیلئے جو موجودہ انقلاب کے مخالف ہیں غیر معمولی اختیارات حاصل ہیں - یہ عدالتیں صوبوں کے ان تمام شہروں میں جنکی آبادی دو لاکھ سے زائد ہے قائم ہیں ان عدالتوں میں تین جج بیٹھتے ہیں - جو ہر سہ ماہی کے بعد بدل دئے جاتے ہیں -

لیکن جو دوبارہ منتخب کئے جا سکتے ہیں۔ سب سے بڑی انقلابی عدالتوں کے ججوں سے انقلاب کے دشمن رحم کی توقع نہیں رکھ سکتے جو لوگ آزادی کے لئے مزدوروں اور کسانوں کی موجودہ جدوجہد کے دشمن ہیں۔ ان کے دلوں میں انقلابی عدالت نے خوف اور ہیبت کی کیفیت طاری کر رکھی ہے۔ یہ رپورٹ ظاہر کرتی ہے۔ کہ روس کی سوویٹ حکومت انصاف کے معاملہ میں سب سے زیادہ مہذب شائستہ اور روشن خیال ہے۔ اس نے انصاف کی باگ ڈور خود لوگوں کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ ججوں کی یہ مجال نہیں کہ وہ اپنے فیصلوں میں نفسانیت اور ذاتی اغراض کو دخل دیں۔ کیونکہ ان کا تقرر اور ان کی برطرفی لوگوں کے اختیار میں ہے یہ ایک طرح کی پنچایت ہے جو تباہی اور بربادی سے عوام کو بچانے کی خاطر قائم کی گئی ہے۔

آج کل کی انگریزی عدالتوں میں صرف وہی لوگ کامیابی کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ جن کی تھیلی روپوں اور اشرفیوں سے بھری ہو۔ اور غریب اور کمزور کا خدا ہی حافظ ہے۔ انگریزی قانون کا تو منشا یہی ہے۔ کہ اس سے غریب اور امیر لوگ یکساں فائدہ اٹھا دیں۔ لیکن افسوس غریبوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے۔ کہ وہ غریب ہیں۔ اور اس لئے انصاف کے پانے میں دقتیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں۔

کیا بالشوزم ہندوستان میں پھیل سکتا ہے؟

دُنیا میں آج کل جو طریق زندگی رائج ہے۔ اُس میں عام طور پر یہ نقص پایا جاتا ہے۔ کہ ایک آدمی کی محنت اور مزدوری کا پھل دوسرا کھا جاتا ہے۔ اور اس کو کچھ بھی پراپت نہیں ہوتا۔ یا اگر ہوتا ہے۔ تو اس محنت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ جس سے لوگوں میں آپس میں اختلاف اور جنگ و جدل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اگر ایک آدمی کی محنت کا مناسب اور ناجائز حق اس کو مل جاوے۔ تو آج دنیا سے بہت سی خرابیوں کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان جو آئے دن جنگ و جدل ہو کر کروڑہا بندگان خدا کے خون کی ندیاں بہ جاتی ہیں رک جائیں۔

جب یہ حالت ہے تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ کہ موجودہ طرز زندگی کو بدل دیا جاوے۔ یا اس کو مٹا دیا جاوے۔ اس کے واسطے کئی ایک بزرگوں کی رائے ہے۔ کہ بنی نوعِ انسان کو پھر ابتدائے آفرینش کی طرف لوٹنا چاہئیے۔ یعنی جو طریقے نسل انسانی کے شروع میں رائج تھے۔ اب بھی انہی کو رواج دینا چاہئیے۔ اور یہ کل کارخانے سب بند کر دینے چاہئیں۔

لیکن بہت سے اصحاب اس بات کے قائل ہیں۔ کہ کل کارخانوں سے آدمیوں کی بہت سی محنت بچ جاتی ہے۔ اور بنی نوعِ انسان

کو وہ کام جو خود کرنا پڑتا ہے جان چیزوں سے مل جاتا ہے۔ ان کو تباہ و برباد کرنا بعید از دانشمندی ہوگا۔ خرابی کی جڑ یہ کل کارخانے نہیں۔ بلکہ ساری خرابی تقسیم اجرت میں ہے۔ اس لئے یہ کل کارخانے یا زمین کسی خاص شخص یا جماعت کی ملکیت نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ ان کی مالک ساری قوم ہونی چاہئیے۔ اور پیداوار سب کو مناسب طور پر تقسیم ہو جانی چاہئیے۔

بالشویکوں کا یہ سب سے ضروری اصول ہے۔ کہ عوام آپس میں مل کر ایک دوسرے کی بہتری کے واسطے کام کریں۔ اور ساری آمدنی کو یکساں طور پر بانٹ لیں۔ لوگوں کے پاس جو اپنی اپنی ذاتی جائداد ہے۔ یہی ساری خرابی کا باعث ہے۔ اور یہی آپس میں لڑائی جھگڑے پیدا کرتی ہے اگر یہ خانگی جائداد اور وراثت کا حق موقوف کر دیا جاوے تو تمام دنیا ایک بڑا بھاری خاندان یا قبیلہ بن جاوے۔ سب لوگ اپنی حسب ہمت کام کریں۔ اور جو اشیاء پیدا ہوں سب کو اپنی ضرورت کے مطابق ان میں سے مل جایا کریں۔

اس حالت میں پہنچنے کے واسطے مختلف خیالات کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ بعض یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ سلطنت کے اندر انقلاب پیدا کر کے پارلیمنٹ کے ذریعہ ایسے قوانین بنوائے جاویں۔ جن سے اس قسم کے حقوق حاصل ہو جاویں۔ مگر بعضوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ہڑتالیں کر کے ہتھیاروں کے زور سے زبردستی اختیارات

حاصل کر لئے جاویں۔ بعض لوگ تو کسی قسم کے راج یا سلطنت کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ ان کا خیال ہے۔ کہ سارا کام اس میں ملک ہی کے سب لوگ انجام دے لیا کریں۔ کہ سلطنت یا اس قسم کے انتظام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ غرضیکہ مختلف خیالات کے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنے اپنے اصول کی سچائی اور بہتری کے متعلق مختلف دلائل پیش کرتا ہے ۔

سب سے زبردست سوال جو ہمارے سامنے ہے یہ ہے کہ کیا بالشوزم ہندوستان میں بھی آسکتا ہے۔ یا نہیں ؟

ہندوستان کاشتکار ملک ہے - اور باوجود دنیا میں اس قدر تجارتی اور صنعتی ترقی کے اس کا اب بھی گذارہ زیادہ تر کھیتی باڑی پر ہی ہے۔ ملک کا اکثر حصہ دیہات میں آباد ہے۔ بمبئی۔ کلکتہ اور کانپور وغیرہ کے سوائے کسی اور جگہ کوئی خاص مزدوری پیشہ جماعت نہیں ہے۔ اور ان مزدوروں میں سے بھی اکثر زمینیں اپنے اپنے دیہات میں موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے بمبئی میں مزدوروں کی اور اور چٹھی رسانوں کی ہڑتال کچھ کامیابی سے ہو گئیں۔ مزدوروں کی کوئی خاص باقاعدہ اور پائدار سبھا موجود نہیں ہے۔ جو مغرب کے نئے اصولوں پر کام کرتی ہو۔ گو اب نارتھ ویسٹرن ریلوے اور بعض دیگر ریلوے ملازمین نے اپنی اپنی یونین قائم کی ہیں۔ مگر یہ ابھی ابتدائی منازل سے بھی نہیں گذریں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان لوگوں میں

تعلیم کی کمی ہے۔ دوسرے ہندوستان کے مزدوروں کی حالت
اس قدر بری نہیں۔ جس قدر کہ مغربی ممالک کے مزدوروں کی ہو رہی
ہے۔ اور نہ ہی اس قدر کارخانے ہندوستان میں قائم ہوتے ہیں۔
جتنے کہ مغربی ممالک میں ہیں۔ اور عوام میں ایک دوسرے کے برخلاف
اس قدر عداوت اور زہر نہیں پھیلا۔ جس قدر کہ یورپ کے مغربی
ممالک میں پھیل چکا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ہندوستان میں دولتمندوں
کے برخلاف نفرت۔ غصہ اور دشمنی غریبوں کے دلوں میں ابھی پیدا
نہیں ہوئی۔ اور جس رواج کو بالشویک رائج کرنا چاہتے ہیں۔ وہ تقریباً
ایک طرح سے پہلے ہی ہندوستان میں موجود ہے۔ کیونکہ ابھی تک
لوگوں میں خاندانی تعلقات قائم چلے آتے ہیں۔ جس کی وجہ سے غریبوں
کی زندگی اتنی تکلیف وہ اور خراب نہیں ہوئی جتنی کہ یورپ کے اکثر
ممالک میں ہو رہی ہے۔ اور سب سے بڑھکر معرکہ کی بات یہ ہے۔
کہ یہاں کے لوگ ابھی اس قدر مادہ کے غلام نہیں ہیں۔ جس قدر کہ
یورپ والے۔ ابھی تک ہندوستان کے لوگ روحانیت کے
قائل ہیں۔ اور عاقبت پر ہی ایمان رکھتے ہیں۔ اور اہل یورپ کی طرح
یہ بات ابھی تک ان کے دماغ میں نہیں سمائی کہ دولت ہی سب
سکھوں کا مول ہے اور اسی دولت سے ہی دنیا میں آرام کی زندگی بسر
ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دولت دکھوں کی کان ہے۔ اور
سب خرابیوں کی جڑ اکثر تو دولت کو جمع کرنا پاپ خیال کرتے ہیں۔

حاصل کلام یہ اگرچہ ہندوستان کے لوگ مغربی کاروبار میں پھنس گئے ہیں۔ تو بھی وہاں کی رسم ورواج کا ابھی یہاں اتنا اثر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی آپس خانہ جنگی اور ایک دوسرے سے نفرت یہاں گہرا اثر کر سکی ہے۔ اس لئے ہندوستان کی زمین بالشوزم کے لئے موافق نہیں ہو سکتی۔

اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ روس بھی زراعتی ملک تھا۔ اور اب بھی ہے۔ وہاں بھی شہروں کی نسبت دیہاتی آبادی زیادہ ہے۔ لیکن وہاں کیوں بالشوزم پھیل گیا۔ اور یہاں بھی یہ ہے۔ روس ہندوستان کی طرح جاہل نہیں ہے۔ اس میں ہندوستان کی نسبت کل کارخانوں کا رواج بہت زیادہ ہے۔ وہاں ایک الگ مزدوری پیشہ جماعت موجود ہے۔ اور باقاعدہ ایک نظام کے ماتحت کام کرتی ہے۔ ہڑتالوں کی تعلیم اس کو سالوں سے ملتی چلی آئی ہے۔ اور وہ روس کی تہذیب بالکل یورپ کے دیگر ممالک کے مطابق ہے۔ وہ ہر ایک بات میں یورپ والوں سے ملتے ہیں۔ اور اس پر زار شاہی کے لگاتار مظالم نے ان کو اور بھی اس کے واسطے بالکل تیار کر دیا تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ اگر آج ہندوستان کے حالات بالشوزم کے واسطے موافق نہیں تو کیا کچھ عرصہ کے بعد مغربی سرمایہ تباہی کے اثر کے بڑھ جانے پر بالشوزم ہندوستان میں نہ پھیل جائیگا۔ آج کل پہلے کی نسبت ہڑتالیں زیادہ ہو رہی ہیں۔ اور انکی ہڑتالیں

زیادہ ہورہی ہیں - مزدوروں کی باقاعدہ سوسائیٹیاں اور یونینیں بن رہی ہیں - اور اُن کی کانگریسیں بھی ہونے لگی ہیں - ان حالات میں کیا یہ ممکن نہیں کہ بالشوزم بہت جلد ہندوستان میں پھیل جاوے - جو انقلاب کہ روز بروز بڑھ رہا ہے - اور ساری دُنیا پر بڑھتا چلا آرہا ہے - ہندوستان سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے - کہ ہندوستان کلیتاً تو اس تبدیلی سے الگ نہیں رہ سکتا - کچھ نہ کچھ اثر تو اس کا ہونا لازمی ہے - لیکن بالشوزم کے پھیلنے کی یہاں کوئی صورت نہیں دکھائی دیتی - گذشتہ جنگ کی وجہ سے یورپ کی سرمایہ شاہی کی طاقت گو کم تو نہیں ہوئی - مگر لوگوں کے دلوں میں اس کے برخلاف نفرت بڑھ گئی ہے - ایک طرف جہاں اس جنگ نے لوگوں میں مُلکی محبت کو پیدا کیا اور بڑھایا وہاں دوسری طرف موجودہ طرز زندگی کے برخلاف نفرت و حقارت کے جذبہ کو بھی بھڑکا دیا ہے - جس سے اب ہندوستان کے اندر یورپ کی کوئی تحریک پھیلنے کا موقع بہت کم رہ گیا ہے۔

ہندوستان میں جو ورن آشرم کی تقسیم ہے - یہ بھی بالشوزم کو ہندوستان میں پھیلنے سے روکتی ہے - کیونکہ ورن آشرم کا سلسلہ اس قسم کا ہے جو کسی پر زیادہ سختی یا دباؤ پڑنے نہیں دیتا - اور پھر ہندوستان میں مذہب کا اثر اس قدر زیادہ ہے - کہ یورپ کے

لامذہب اور زبردست لوگوں کی تقلید ہندوستان کے لوگ کبھی
نہیں کر سکتے۔ یورپ میں چونکہ اس قسم کی ورن آشرم کی کوئی تقسیم موجود
نہیں ہے۔ وہاں بالشوزم کیا اس سے بھی بڑھ کر اگر کوئی اور طریق
پھیل جاوے تو ناممکن نہیں ہے +

ہندوستان میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔
جس سے ملک میں توازن قائم ہے۔ اور جس کی وجہ سے نہ تو کوئی
زیادہ دولتمند ہی ہو سکتا ہے۔ اور نہ حد سے زیادہ غریب۔ یہ بات
بھی بالشوزم کو ہندوستان میں پھیلنے کے واسطے زبردست
رکاوٹ ہے ÷

ختم شد

آنند مٹھ
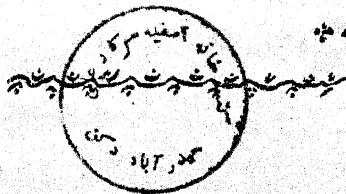
بنگال میں سنیاسی بغاوت
کے مکمل حالات۔ سنیاسیوں کا
پہاڑوں کی غاروں کے اندر
مٹھ بناکر ہتھیار۔ جمع کرنا۔ ہزارہا
سنیاسیوں کی فوج تیار کرنا۔ اور
حکومت وقت کے ساتھ اعلان
جنگ کے بر سر میدان توپوں اور بندوقوں
کے ساتھ مقابلہ کرنا۔ انگریزی افسروں
کا قتل ہونا اور فوج کا شکست کھاکر بھاگنا
بنگال کے مشہور و مایہ ناز مصنف بابو
بنکم چندر چٹرجی نے جس خوبی سے
بیان کیا ہے۔ یہ انہی کا کام تھا۔ اہل
بنگال میں جو موجود سنیاسی ادھر چل
رہی ہے یہ اسی کتاب کا نتیجہ ہے اور ہندوستان
قومی گیت **بندے ماترم**
اسی مصنف کا بنایا ہوا ہے جو سب سے پہلے اس
کتاب میں درج ہوا اور اب سارے
ہندوستان میں قومی گیت بن گیا ہے۔
کیا ب کیا ہے انقلاب کی منہ بولتی
تصویر ہے۔ قیمت صرف ۱۲ ار

مصر میں انگریزی حکومت

اگر آپ مصر کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔
تو آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ جس
میں مصر پر انگریزی قبضہ کی نہایت ہی خفیہ
اور پوشیدہ باتوں کا انکشاف کیا گیا۔ مصر
کی خفیہ تاریخ سے وہ وہ باتیں معلوم ہوئی
ہیں۔ جنکا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اہل
مصر کا انگریزی غلامی سے رہائی پانیکا جذبہ۔ مصر میں
مارشل لا کا اجراء انگریزوں سے اہل مصر کا عدم تعاون
کمال پاشا کی سرفروشی۔ اور انجمن انتقام کا وجود میں
آنا انگریزی کمیشن کا مصر میں بائیکاٹ۔ اور آخر
انگریزی پنجہ سے مصر کی رہائی اور انقلاب کے نہایت
ہی خوفناک سین۔ طلبا کا ملک کی آزادی کی خاطر
ایثار۔ انقلاب پسندوں کے کارنامے۔ تمام و کمال باتوں
کا مفصل حال اسکے مطالعہ سے ہو سکتا ہے قومی
جدوجہد میں سرشار لوگوں کیواسطے نہایت ہی مفید ہے

کنگال ہندوستان

ہندوستان میں افلاس کیوں ہے
ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارپردازوں نے
کسطرح ہندوستانی صنعت و حرفت کو
برباد کیا۔ کمپنی بہادر کے مظالم سے تنگ آکر
مزدوروں نے اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے
کاٹ کر جان بچائی۔ ولایت میں ہندوستان
کے کپڑوں پر سو فیصدی سے زیادہ محصول
لگا دیا گیا۔ اور اس وقت کے انگریز افسروں
نے وہ وہ ظلم کئے کہ خیال کرتے ہوئے رونگٹے
کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب باتیں
انگریزوں کے سرکاری کاغذات اور پارلیمینٹ
کی رپورٹوں سے ثابت کی گئی ہیں۔ اگر آپ
ہندوستان کی بے کسی اور بے بسی افلاس
اور تنگدستی کا مکمل حال اور اصل وجوہات
جاننے کے خواہشمند ہیں تو اس کتاب کا
مطالعہ کریں۔ واقعات کا سمندر کوزہ میں بند
کیا گیا ہے۔ نہایت ہی پر از معلومات کتاب ہے
قیمت صرف ۸ ر

مظلوم کسان

کسانوں پر کسقدر مظالم توڑے گئے مالیہ
کی شرح روز بروز کسطرح بڑھتی گئی۔ ہندوستان
پر سرکار نے کیا خرچ کیا۔ اور اس سے
اس نے کسقدر منافع اٹھایا۔ ہندوستان
میں کسانوں کی بمقابلہ دوسری دنیا کیا حالت ہے
کسان کیوں روز بروز افلاس کے پنجہ میں
مبتلا ہو رہے ہیں اور اس افلاس سے نجات
کیسے ہو سکتی ہے۔ ان باتوں کے جاننے کا ہر
شخص خواہشمند ہے۔ اس کتاب میں ان
سب باتوں کا مکمل جواب انگریزوں کی اپنی
تحریروں اور پارلیمینٹ کے کاغذات سے
اخذ کرکے دیا گیا ہے۔ اگر کسانوں پر اس
قدر ظلم نہ کیا جاتا۔ تو آج کسانوں کی یہ حالت
نہ ہوتی۔ باوجود اس قدر پیداوار ہونیکے بھی
کسان بیچارہ پیٹ پر پتھر باندھ کر سوتا ہے
اور اسکے بیوی بچے بھوکے تڑپ کر جان دیتے
ہیں۔ کتاب نہایت قابل دید ہے قیمت صرف

[illegible]

Price As 12

ملنے کا پتہ۔ ورمن اینڈ کمپنی تاجران کتب
لوہاری دروازہ لاہور